تقریباً دوسو سوالات واعتراضات کے جوابات کا شاندار اور منفرد گلدستہ

"فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" ﴿پ ۳۰، الکوثر: ۲﴾

انوارقربانی

قربانی کی لغوی، شرعی، عرفی تعریف

قربانی کا پس منظر

قربانی کے فضائل

فلسفہ قربانی

اعتراضات وجوابات

مسائل شرعیہ

(تالیف)

احمد رضا النظامی الامجدی

استاذ: مدرسہ جامعہ فاروقیہ، ریوڑی تالاب، بنارس (یوپی)

{ناشر}

مدرسہ جامعہ فاروقیہ ریوڑی تالاب، بنارس (یوپی)

نام کتاب: **انوارقربانی**

تالیف: **احمدرضاالنظامی الامجدی**

استاذ: مدرسہ جامعہ فاروقیہ، ریوڑی تالاب، بنارس (یوپی)

موبائل نمبر: 7007214851

تصحیح: **مفتی مظفرحسین ومولانا اخلاق احمد صاحبان**

مدرسہ جامعہ فاروقیہ

پروف ریڈنگ:

سن اشاعت باراول: **۱۴۴۳ھ مطابق ۲۰۲۲ء**

تعداد: ۱۱۰۰

صفحات: ۱۹۲

ناشر: **مدرسہ جامعہ فاروقیہ** ریوڑی تالاب، بنارس (یوپی)

{ شرف انتساب }

میں اپنی اس حقیر کاوش کو

۞ مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۞ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

۞ صوفی باصفاء حضور خطیب البراھین حضرت علامہ ومولانا الشاہ صوفی محمد نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

کی جانب منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

۞ اور والدین کریمین، دادا مکرم وعم محترم کی جانب منسوب کرنا فخر سمجھتا ہوں کہ جنہوں نے مجھے بے شمار شفقتوں سے نوازا۔

طالب دعا

احمد رضا النظامی الامجدی

{ پیش لفظ }

جہاں لاک ڈاؤن میں کاروبار متأثر ہوا وہیں تعلیم و تعلم پر بھی برا اثر پڑا، تمام مدارس بند پڑے رہے، اس وقت میں دار العلوم غوثیہ ضیاء القرآن، کرلا ممبئی میں تدریسی خدمات انجام دے رہا تھا، جب لاک ڈاؤن کی وجہ سے تعلیم و تعلم کا سلسلہ موقوف ہو گیا، عید کے بعد بھی مدارس کے کھلنے کے آثار نظر نہیں آرہے تھے، اسی درمیان عید کے چند روز بعد مرکز اہل سنت مسجد حضرت مسکین شاہ میاں، امراؤتی مہاراشٹر، کے ٹرسٹیان نے مجھ سے رابطہ کیا کہ آپ مرکز اہل سنت مسجد حضرت مسکین شاہ میاں، امراؤتی مہاراشٹر میں بحیثیت مفتی وخطیب و امام تشریف لائیں۔ میں نے اپنے دوست واحباب سے مشورہ کیا، ان کی مفید آرا سے اس نتیجے پر پہنچا کہ جب مدرسہ بند ہو گیا ہے، تعلیم بھی موقوف ہو گئی ہے اور یہ لاک ڈاؤن نہ جانے کب تک رہے گا تو مناسب ہے کہ مرکز اہل سنت مسجد حضرت مسکین شاہ میاں، امراؤتی مہاراشٹر چلیں اور خدمت دین انجام دیں۔

چونکہ لاک ڈاؤن کی وجہ سے تمام سواریاں بند تھیں اس لئے ممبئی سے امراؤتی جانے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی، چند دن بعد ہوائی جہاز کی اڑان کا آغاز ہوا تو میں ممبئی سے ناگپور پہنچا اور ناگپور سے امراؤتی بذریعہ کار بہت جدوجہد کے بعد پہنچا، لوگوں سے ملاقات ہوئی دعا سلام، تعارف اور خورد ونوش ہوا۔ اگلے دن سے مصلی امامت ومسند افتاء کو سنبھال لیا۔

جب ماہ ذوالحجہ قریب ہوا تو لوگ قربانی کے مسائل پوچھنے میرے پاس آنے لگے اور میں نے لوگوں کو قربانی کے مسائل سے آگاہی کیلئے بعد نماز مغرب درس بھی شروع کر دیا، لوگوں نے اس درس سے خوب استفادہ کیا، جب ایام قربانی بالکل قریب ہو گئے تو مسجد کے ٹرسٹیان نے مجھ سے کہا: کہ اگر قربانی کے فضائل ومسائل پر ایک پمفلٹ شائع ہو جائے تو

بہت بہتر ہوگا۔ میں نے پمفلٹ آناً فاناً مرتب کیا اور مسجد سے شائع ہوکر شہر امراؤتی کی تمام مساجد میں تقسیم ہوا، لوگوں نے اسے بہت پسند کیا۔ میں نے سوچا کیوں نہ قربانی کا مختصر پس منظر اور اس کے فضائل و مسائل پر ایک ایسی جامع کتاب ترتیب دی جائے جس میں قربانی کے جدید مسائل بھی شامل ہوں۔

پس اللہ کا نام لے کر میں نے یہ کام شروع کر دیا، ابھی قربانی کا پس منظر، اس کے نکات اور کچھ مسائل ہی تحریر ہوئے تھے کہ بحمدہ تعالیٰ مدرسہ جامعہ فاروقیہ، بنارس (یوپی) میں میری سرکاری تقرری ہوگئی۔

الحمد للہ پانچ چھ ماہ کی محنت ولگن کے بعد اس کتاب کی ترتیب کا کام مدرسہ جامعہ فاروقیہ، بنارس (یوپی) میں پائے تکمیل تک پہنچا، اس کا نام **انوارقربانی** رکھا۔

اب کمپوز ہوکر کتابی شکل میں آپ کے ہاتھ میں موجود ہے آپ اسے بغور مطالعہ کریں اور اس فقیر کو دعاؤں سے نوازیں، اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔

اخیر میں میں ان لوگوں کا مشکور و ممنون ہوں جنھوں نے اس کتاب کو شائع کرانے میں میری ہر طرح سے مدد کی، اور ان کی سعی جمیل سے یہ کتاب منظر عام پر آسکی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کاوش کو شرف قبولیت عطاء فرمائے اور اس کتاب کو لوگوں کے لئے نفع بخش بنائے۔ آمین بجاہ سید النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

احمد رضا النظامی الامجدی

خادم مدرسہ جامعہ فاروقیہ، بنارس (یوپی)

موبائل نمبر 7007214851

باب اول

قربانی کی لغوی، شرعی، عرفی تعریف

لغوی تعریف: قربانی کا لفظ قربان سے نکلا ہے عربی زبان میں قربان اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب حاصل کیا جائے۔

تفسیر نعیمی میں ہے: "قربان اس پیشکش کا نام ہے جس سے قرب الٰہی حاصل کیا جاوے"

(تفسیر نعیمی سورۃ المائدہ، آیت 27، ج6، ص360)

تفسیر ابی السعود میں ہے "و القُربان اسمٌ لمایُتقرَّب بهِ إلی الله تعالی من نسُکٍ أو صَدَقةٍ"

ترجمہ: قربان ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے خواہ وہ ذبیحہ ہو یا صدقہ وخیرات۔

(تفسیر ابی السعود، الجزء الثاني، سورۃ المائدۃ، آیت 27، ص39)

امام ابوبکر جصاص رازی علیہ الرحمہ احکام القرآن میں لکھتے ہیں "وَ الْقُرْبَانُ مَا يُقْصَدُ بِهِ الْقُرْبُ مِنْ رَحْمَةِ اللہِ تَعَالَى مِنْ أَعْمَالِ الْبِر"

ترجمہ: قربان ان نیک اعمال کو کہتے ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا قرب مقصود ہو۔

(احکام القران للجصاص، باب القیام بالشهادۃ والعدول، ج4، ص44)

شرعی تعریف: مخصوص جانور کو مخصوص دن میں ثواب کی نیت سے ذبح کرنا قربانی ہے

(بہار شریعت، قربانی کا بیان، حصہ 15، ج3، ص327)

تنویر الابصار میں ہے "ذَبحُ حَيَوَانٍ مَخْصُوصٍ بِنِيَّةِ الْقُرْبَةِ فِي وَقْتٍ مَخْصُوصٍ"

ترجمہ: مخصوص جانور کو مخصوص وقت میں بنیت تقرب ذبح کرنا قربانی ہے۔

(تنویر الابصار، الجزء التاسع، کتاب الاضحیة، ص519)

عرفی تعریف: ایام قربانی میں سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے مخصوص جانور کو ذبح کرنا عرف میں قربانی کہلاتا ہے۔

باب دوم

قربانی کا پس منظر

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی قربانی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر سے آکر ارض مقدس فلسطین میں آباد ہو گئے اور دین حق کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ انجام دینے لگے، جب آپ کی عمر 86 سال ہوئی (تفسیر ابن کثیر 7/27 دار طیبہ للنشر ولتوزیع، قصص الانبیاء لابن کثیر، ذکر مولد اسماعیل علیہ السلام 1/201 دار التالیف القاھرہ بحوالہ حضرت ابراھیم اور سنت ابراھیمی ص 55)

تفسیر قرطبی میں ہے: جب حضرت ابراہیم کی عمر 99 کی ہوئی (تفسیر قرطبی 265 / 5 بحوالہ بیٹا ہو تو ایسا ص 20) تو آپ کو شدید احساس ہوا کہ ان کے بعد ملت ابراہیمی کی نشر و اشاعت کے لئے ایک ولد صالح کی ضرورت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالی کی بارگاہ میں بڑی رقت وخلوص کے ساتھ، دل کی گہرائیوں سے بیٹے کے لئے دعا کی "رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ" الہی مجھے لائق اولاد دے (پ28، الصافات 100) آپ کی دعا بارگاہ رب العزت میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوئی اور اللہ تبارک وتعالی نے بیٹے کی بشارت دی، قرآن مجید میں ہے "فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ" (پ28، الصافات 101) **ترجمہ:** تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک عقلمند لڑکے کی (ملخصاً سیدنا ابراہیم خلیل اللہ ص 127)

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر سات سال کی ہوئی (تفسیر در منثور، سورۃ الصافات، 106 / 7 دار الفکر بیروت) یا تیرہ سال کی ہوئی (تفسیر قرطبی، سورۃ الصافات آیت 102، 99 / 15 دار الکتب المصریہ القاہرہ) جس کو قرآن مجید نے یوں تعبیر کیا ہے "**فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ ٱلسَّعْيَ**" پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا (پ28، الصافات 102) اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آٹھ ذوالحجہ کی رات کو خواب دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے (اِنَّ اللّٰہَ یأمُرُکَ بِذَبحِ ابنِکَ ھٰذا) یعنی اللہ تعالی تجھے اس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جب آٹھ ذوالحجہ کی صبح ہوئی تو آپ غور و خوض کرنے لگے کہ یہ حکم اللہ تعالی کی طرف سے ہے یا نہیں؟ اس لئے اس دن کو "**یوم ترویہ**" (سوچ و بچار کا دن) کہتے ہیں، اگلی رات (نو ذوالحجہ کی رات)

پھر یہی خواب دیکھا تو یقین ہوگیا کہ یہ حکم اللہ تعالی کی طرف سے ہے۔اسی وجہ سے نو ذوالحجہ کو **"یوم عرفہ "**(پہچان اور یقین کا دن) کہتے ہیں۔اگلی رات (دس ذوالحجہ کی رات) پھر یہی خواب دیکھا تو بیٹے کو نحر (ذبح) کرنے کا عزم مصمم کرلیا۔اسی وجہ سے اس دن کو **"یوم نحر"**(ذبح کرنے کا دن) کہتے ہیں۔

(تفسیر کبیر،سورۃ الصافات،آیت 102، 346/26 داراحیاء التراث العربی بیروت بحوالہ ملخصاً حضرت ابراہیم اور سنت ابراہیمی ص65)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ خواب ملک شام میں دیکھا تھا خواب دیکھنے کے بعد براق پر سوار ہوکر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آئے (تفسیر درمنثور،سورۃ الصافات، 106/7 دارالفکر بیروت) اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اسماعیل کو تیار کرو کہ دعوت الی اللہ میں جانا ہے۔حضرت ہاجرہ نے بیٹے کو تیار کردیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری، رسی لی اور بیٹے کو لے کر جنگل کی طرف چل پڑے۔

شیطان کی ناکامی:

جب شیطان نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لے جارہے ہیں تو شیطان نے قسم اٹھائی کہ بخدا میں آلِ ابراہیم میں سے کسی ایک کو فتنے میں ضرور ڈالوں گا۔ چنانچہ وہ انسانی شکل میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور کہنے لگا تمہیں معلوم ہے کہ (حضرت) ابراہیم تمہارے بیٹے کو کہاں لے جارہے ہیں؟ جواب دیا: نہیں۔شیطان نے کہا: وہ ذبح کرنے کے لئے لے جارہے ہیں۔حضرت ہاجرہ نے کہا: بھلا وہ اسے کیوں ذبح کریں گے۔شیطان نے جواب دیا کہ ان کا گمان ہے کہ ان کے رب نے انہیں اس کا حکم دیا ہے، انہوں نے فرمایا: اگر انہیں رب نے حکم دیا ہے جب تو اچھی بات ہے کہ وہ اپنے رب کی اطاعت کریں گے۔

شیطان یہاں سے مایوس ہوکر بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آیا جو اپنے والد کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور کہنے لگا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے والد تمہیں کہاں لے جارہے ہیں؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا: نہیں۔شیطان نے کہا: وہ تمہیں ذبح کرنے کے لئے لے جارہے ہیں۔حضرت اسماعیل نے فرمایا: بھلا وہ مجھے کیوں ذبح کریں گے؟ شیطان نے کہا: ان کا گمان ہے کہ ان کے رب نے انہیں اس کا حکم دیا ہے۔آپ نے فرمایا: اگر

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو ضرور کریں، رب کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم ہے۔

شیطان یہاں سے بھی مایوس ہو کر جلدی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف آیا اور کہنے لگا: بیٹے کو کہاں لے جارہے ہو؟ میرا گمان ہے کہ شیطان نے خواب میں آکر تمہیں بیٹا ذبح کرنے کو کہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہچان گئے کہ شیطان ہے۔ فرمایا "**إليک عَنّي یاعدُوَّ اللہِ فو اللہِ لأَمْضِیَنَّ لِأَمرِ ربي**" ترجمہ: مجھ سے دور ہوجا اے اللہ کے دشمن! اللہ کی قسم میں اپنے رب کا حکم ضرور پورا کروں گا۔ شیطان ملعون ان بزرگ ہستیوں کو نہ ورغلا سکا

(تفسیر قرطبی، سورۃ الصافات، 105، 15/ دار الکتب المصریہ القاہرہ)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے ذبح کا حکم ہوا تو جب وہ بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے لے جارہے تھے تو شیطان نے **جمرۃ العَقَبہ** کے پاس رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں ماریں وہ بھاگ گیا، اس کے بعد **جمرۃ الوسطیٰ** کے پاس رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی آپ نے پھر اسے سات کنکریاں ماریں تو وہ بھاگ گیا، پھر **جمرۃ الاخری** کے پاس رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی آپ نے پھر اسے سات کنکریاں ماریں وہ بھاگ گیا، اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کیا۔ (تفسیر قرطبی، سورۃ الصافات، 106، 15/ دار الکتب المصریہ القاہرہ) آج بھی حاجی اس سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیٹے کو لے کر منیٰ کے میدان میں پہنچے تو انہیں آنے کا مقصد بتایا۔ جس کو قرآن پاک نے یوں بیان کیا ہے (**قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ**) کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں "**فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی**" اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے۔ فرماں بردار بیٹے نے کیا ہی خوب جواب دیا" **قَالَ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ** " (پ 28، الصافات 102) کہا اے میرے باپ کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ (ملخصاً حضرت ابراہیم اور سنت ابراہیمی ص 65-68)

حضرت ابراھیم کو اپنے بیٹے سے مشورہ کرنے کا حکم کیوں دیا؟

سوال: جب بیٹے کو ذبح ہی کرنا تھا تو پھر اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مشورہ کرنے کا حکم کیوں دیا؟

جواب: اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے سے مشورہ کرنے کا حکم اس لئے دیا کہ آپ پر یہ ظاہر ہو جائے کہ آپ کا بیٹا اللہ تبارک وتعالی کے حکم کی فرمانبرداری میں کتنا صابر ہے۔اس سے آپ کی آنکھوں کوٹھنڈک حاصل ہوگی جب آپ دیکھیں گے کہ آپ کا بیٹا حلم و بردباری کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو چکا ہے اور اس طرح بیٹے کو بھی سخت مشکلات میں عظیم صبر کرنے پر اعلیٰ درجہ حاصل ہو جائے،آخرت میں ثواب حاصل ہو اور دنیا میں بھی آپ کی تعریف ہو۔

(ملخصاًتفسیر کبیر، سورۃ الصافات، آیت 102، 26/157 دار احیاء التراث العربی بیروت)

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، اب تم سوچ کر بتاؤ کہ تمھارا کیا فیصلہ ہے؟ بیٹے نے کہا: اے ابا جان! آپ وہی کریں جس کا آپ کوحکم دیا گیا ہے آپ ان شاءاللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

کتب تفاسیر میں امام محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مزید گزارشیں کیں۔ اے ابا جان! اگر آپ نے مجھے ذبح کرنے کا ارادہ کرلیا ہے تو مجھے مضبوطی کے ساتھ رسیوں میں باندھ دیں تا کہ میرے خون کے چھینٹے آپ پر نہ پڑیں، اور میرا اجر کم نہ ہو کیونکہ موت بہت سخت ہوتی ہے، میں ذبح کے وقت تڑپنے پھڑکنے سے مامون نہیں ہوں، اور اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کریں تا کہ وہ مجھ پر آسانی سے گزر جائے، اور جب آپ مجھے ذبح کرنے کے لئے لٹائیں تو مجھے منہ کے بل لٹائیں مجھے پہلو کے بل نہ لٹائیں کیوں کہ مجھے خطرہ ہے کہ اگر آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑے گی تو آپ کے دل میں رقت پیدا ہوگی اور وہ رقت آپ کو اللہ کے حکم پر عمل کرنے سے مانع ہوگی، اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری قمیص میری ماں کو لے جا کر دے دیں اس سے ان کو تسلی ہوگی اور ان کو مجھ پر صبر آجائے گا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے بیٹے تم اللہ کے حکم پر عمل کرنے میں میرے کیسے عمدہ مددگار ثابت ہو رہے ہو۔

پھر جس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا تھا ان کو اچھی طرح باندھ دیا، اپنی چھری کو تیز کیا اور ان کو پیشانی کے بل لٹا دیا، ان کے چہرے کی طرف سے اپنی نظر ہٹالی، پھر ان کے حلقوم پر چھری چلائی تو اللہ تعالی نے ان کے ہاتھ میں اس چھری کو پلٹ دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس چھری کو پھر اپنی طرف کھینچا تا کہ اس عمل سے فارغ

ہوں،تو ایک ندا کی گئی کہ اے ابراہیم !تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا، یہ ذبیحہ تمہارے بیٹے کی طرف سے فدیہ ہے، اپنے بیٹے کے بدلہ میں اس کو ذبح کردو۔ (تاریخ الامم والملوک ج/اص ۱۹۵، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۶۳ تفسیر ثعلبی ج ۸ ص ۱۵۴، معالم التنزیل ج ۴ ص ۳۶، خازن ج ۴ ص ۲۲، المستدرک ج ۲ ص ۱۲۵۵ الکشاف ج ۲ ص ۵۷ بحوالہ تفسیر تبیان القرآن ج ۹، الصافات، آیت ۱۰۲، ج ۹ ص ۹۱۷)

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: " فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ (103) وَنَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ (104) قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (105) إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ (106) وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ (107) وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (108) سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ (109) كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (110) إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ (111) وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ (112)

ترجمہ: تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اس وقت کا حال نہ پوچھ اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم، بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بیشک یہ روشن جانچ تھی، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچا لیا اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی، سلام ہو ابراہیم پر ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہیں، اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحاق کی کہ غیب کی خبریں بتانے والا نبی ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں (پ28، الصافات 103-112)

تکبیرات تشریق:

(وَرُوِيَ أَنَّهُ لَمَّا ذَبَحَهُ قَالَ جِبْرِيلُ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ. فَقَالَ الذَّبِيحُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ. فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: اللهُ أَكْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلهِ، فَبَقِيَ سُنَّةً)

ترجمہ: مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ذبح کرنے کے لئے چھری پھیری تو جبریل علیہ السلام نے (فوراً حاضر ہو کر کہا: "اللہ أکبر اللہ أکبر"۔ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ نے کہا: "لا إله إلا الله و الله أكبر"۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کہا: "الله أكبر و الحمد لله"۔ ان بزرگ ہستیوں کی اس سنت کو بھی باقی رکھا گیا۔

(تفسیر قرطبی، سورۃ الصافات، ج15، ص102، دار الکتب المصریہ القاہرہ)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **تکبیر تشریق** حضرت جبریل، حضرت خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام)، حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کے کلاموں کا مجموعہ ہے کہ جب حضرت جبریل جنّت سے دنبہ لے کر حاضر ہوئے، ادھر خلیل اپنے لختِ جگر کو ذبح کرنے لگے تو (حضرت جبریل نے) اوپر سے پکارا: **"اللہ أکبر اللہ أکبر"** حضرت خلیل نے اوپر دیکھا تو جبریل کو آتے دیکھ کر فرمایا: **"لا إلا اللہ و اللہ أکبر"**، پھر بحکم پروردگار عزوجل حضرت اسماعیل کے ہاتھ پاؤں کھولے اور قبولیت قربانی کی بشارت دی تو آپ (یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام) نے فرمایا: **"للہ الحمد"**۔

(مرأۃ المناجیح، باب التشھد، الفصل الاول 86/2 مطبوعہ قادری پبلیشر لاہور)

اس مجموعی کلام کو **تکبیرات تشریق** کہتے ہیں یہ قیامت تک باجماعت فرض نماز پڑھنے والے پر ذوالحجہ کی نویں تاریخ کی فجر سے لیکر تیرہویں تاریخ کی نماز عصر تک واجب کر دی گئی ہے۔

جیسا کہ **بہار شریعت** میں ہے: "نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک ہر نماز فرض پنجگانہ کے بعد جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ایک بار تکبیر بلند آواز سے کہنا واجب ہے اور تین بار افضل ہے اسے **تکبیر تشریق** کہتے ہیں، وہ یہ ہے **"اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد"** (بہار شریعت، حصہ چہارم، عیدین کا بیان ص784)

حضرت جبریل علیہ السلام کی قوت رفتار:

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے **تفسیر روح البیان** میں ایک روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ آسمان سے (جلدی) اترنے میں بھی مشقت کا سامنا کرنا پڑا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں، **چار مواقع** پر:

الاول حین القی ابراھیم فی النار کنت تحت العرش قال اللہ تعالی ادرک عبدی فادرکتہ وقلت لہ ھل لک من حاجۃ فقال اما الیک فلا.

والثانی حین وضع ابراھیم السکین علی حلق اسماعیل کنت تحت العرش قال اللہ تعالی ادرک عبدی فادرکتہ طرفۃ عین فقلبت السکین.

والثالث حین شبحک الکفار وکسروارباعیتک یوم احد قال اللہ تعالی ادرک دم حبیبی فانہ لو سقط من دمہ علی الارض قطرۃ ما اخرجت منہا نباتا ولا شجرا فقبضت دمک بکفی ثم رمیتہ فی الھواء.

والرابع حین القی یوسف فی الجب قال اللہ تعالی ادرک عبدی فادرکتہ قبل ان وصل الی قعر الجب واخرجت حجرا من اسفل البئر فاجلستہ علیہ.

ترجمہ: (1) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کوآگ میں ڈالا گیااس وقت میں عرش کے نیچے تھا، اللہ تعالی نے مجھے ارشادفرمایا کہ میرے بندے کے پاس پہنچو، میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوگیااورعرض کیا: ھل لک من حاجۃ، کیا آپ کی کوئی حاجت ہے؟انہوں نے مجھے جواب دیا: ہےمگر تجھ سےنہیں۔

(2) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری حضرت اسماعیل علیہ السلام کےحلق پر رکھ دی تھی اور میں عرش کے نیچے تھا، اللہ تعالی نے مجھےفرمایا: میرے بندے کے پاس پہنچو، میں پہنچ گیااورچھری کوالٹا کردیا۔

(3) جب کفار نے یوم احد آپ کے دندان مبارکہ کوزخمی کردیا تھا، اللہ تعالی نے مجھےفرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کےخون کو(اپنی ہتھیلی میں) لےلو(زمین پرنہ گرنے دو) کہ اگران کےخون کا قطرہ زمین پرگر گیا تو زمین کبھی کوئی پوداا ور درخت نہیں اگائے گی، میں حاضرہوااورخون کواپنی ہتھیلی میں لےلیاپھرفضامیں اچھال دیا۔

(4) جب یوسف علیہ السلام کوکنوئیں میں ڈال دیا گیا، اللہ تعالی نے مجھےارشادفرمایا کہ میرے بندے کے پاس پہنچو، تو میں پہنچااورکنوئیں کی تہہ میں پہنچنے سے پہلے ان کوپکڑلیااورکنوئیں کے نیچے سے پتھرنکال کرانہیں اس پر بیٹھادیا۔ (تفسیر روح البیان، سورۃ الصافات، ج7، ص475، دارالفکر، بیروت)

چھری حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حلقوم کیوں نہ کاٹ سکی؟

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کوذبح کرنے کے لئے چھری چلائی اس وقت ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورحضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ گرتھا، اورجس میں آپ کا نورہواس کوچھری کیسے کاٹ سکتی ہے۔آپ نےخودفرمایاہے کہ ہرچیزکویہ علم ہے کہ میں اللہ کارسول ہوں

(المعجم الکبیر ج ۲ ص ۲۶۲)

نیز ابھی آپ کا نور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے دوسرے نفوس قدسیہ میں منتقل ہونا تھا اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام بلوغت سے پہلے ہی ذبح کر دیئے جاتے تو تقدیر الٰہی اور منشاء الٰہی کیسے پورا ہوتا اس لئے ابھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زندہ رکھنا تھا تا کہ ان کی نسل سے ہمارے نبی خاتم الانبیاء سیدنا محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء اس عالم آب وگل میں رونق افروز ہوں

جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے:(حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَهْمٍ، جَمِيعًا عَنِ الْوَلِيدِ، قَالَ ابْنُ مِهْرَانَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ أَبِي عَمَّارٍ شَدَّادٍ، أَنَّهُ سَمِعَ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ".)

ترجمہ: حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بے شک اللہ تعالی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کرلیا اور کنانہ کی اولاد میں سے قریش کو منتخب کرلیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کرلیا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو چن لیا۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرقم الحدیث 2276)

امام ترمذی کی روایت اس طرح ہے:(حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ أَسْلَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ أَبِي عَمَّارٍ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفَى مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ بَنِي كِنَانَةَ، وَاصْطَفَى مِنْ بَنِي كِنَانَةَ قُرَيْشًا، وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ".)

ترجمہ: حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل کو چن لیا اور حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو چن لیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو چن لیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو چن لیا۔

(سنن الترمذی، ابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب فی فضل النبی ﷺ، رقم الحدیث: 3605)

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا اللہ تعالی کی منشاء تھی تو بلوغت سے پہلے حضرت اسماعیل کس طرح ذبح ہو سکتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس وقت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی جان کا محفوظ رہنا بھی ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصدق تھا۔

نور محمدی نے حضرت آدم سے لیکر حضرت عبداللہ تک کی حفاظت کی ہے

حضرت آدم سے لے کر حضرت عبداللہ تک جہاں جہاں آپ کا نور رہا سب آپ کی برکت سے محفوظ رہے، حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ بھی اس وقت قبول ہوئی جب انہوں نے ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے توبہ کی، بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے تھا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم سے (اجتہادی) خطا سرزد ہوگئی تو انہوں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا اور کہا میں تجھ سے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے، اللہ تعالی نے ان کی طرف وحی کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہیں اور کون ہیں؟ تب انہوں نے کہا تیرا نام برکت والا ہے تو نے جب مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا (**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**) میں نے جان لیا کہ اس سے زیادہ مرتبہ والا شخص کون ہوگا جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے۔ پھر اللہ تعالی نے ان کی طرف وحی کی اے آدم! وہ تمہاری اولاد میں آخر النبیین ہیں اور ان کی امت تمہاری اولاد میں آخری امت ہے اور اے آدم! اگر وہ نہ ہوتے تو میں تم کو (بھی) پیدا نہ کرتا

(المعجم الصغیر ج2، ص83، مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، المعجم الاوسط رقم الحدیث6498، المستدرک ج4، ص615، دلائل النبوۃ للبیہقی ج5، 489)

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام جو طوفان میں غرق ہونے سے محفوظ رہے اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ ہمارے نبی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ان کی پشت میں جلوہ گر تھے، اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود میں ڈالا گیا تو وہ بھی اس آگ میں جلنے سے اس لئے محفوظ رہے کہ نور محمدی ان کی پشت میں موجود تھا، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر بھی چھری اس لئے نہیں چلی کہ اب نور محمدی ان کے اندر موجود تھا اور رسول اللہ کے والد گرامی حضرت

عبداللہ رضی اللہ عنہ جو ذبح ہونے سے بچ گئے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اب نور محمدی ان میں منتقل ہو چکا تھا۔خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم سے لے کر جناب عبداللہ تک رسول اللہ کے تمام آباء واجداد کی حفاظت آپ کے نور کی برکت سے ہوئی۔

ہر مسلمان آپ کی وجہ سے ذبح ہونے سے محفوظ رہا:

اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے "ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا" ترجمہ: پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ملت ابراہیم کی پیروی کریں جو باطل سے الگ حق کی طرف مائل تھے۔(النحل:۱۲۳)

اس آیت میں ہمیں بھی حضرت ابراہیم کی ملت کی پیروی کا حکم ہے۔

اور حدیث میں ہے: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! مَاھٰذِہِ الاَضَاحِیُّ قَالَ سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ"

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے اصحاب نے پوچھا: یارسول اللہ یہ قربانیاں کیسی ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہیں۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۱۲۷،مسند احمد ج۴ص ۳۶۸،الطبرانی رقم الحدیث:۵۰۷۵)

اس کا معنی یہ ہوا کہ اگر حضرت ابراہیم کے ہاتھوں حضرت اسماعیل ذبح ہو جاتے تو پھر حضرت ابراہیم کی سنت یہ ہوتی کہ ہر باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرے اور ہمیں ملت ابراہیم کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے تو ہم پر بھی لازم ہوتا کہ ہم اپنے بیٹوں کو ذبح کریں سو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پشت میں جلوہ گر ہونے کی وجہ سے صرف ان کی جان نہیں بچی بلکہ قیامت تک کے تمام مسلمانوں کے بیٹوں کی گردنیں بچ گئیں اور ہر شخص کی بقا میں اس کی گردن پر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے، یہ صرف حضرت آدم کی تخلیق اور حضرت اسماعیل کی بقا کی بات نہیں ہے کائنات کے ہر شخص کی تخلیق اور اس کی بقا آپ کی وجہ سے ہوئی بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ آپ کے زیر احسان ہے۔

حضرت اسماعیل ذبح نہیں ہوئے پھر ان کا خواب کس طرح سچا ہوا؟

سوال: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب سچا تب ہوتا جب آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر دیتے، واقع میں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبح نہیں ہوئے تھے پھر ان کا خواب کس طرح سچا ہوا؟

جواب: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ خواب نہیں دیکھا تھا کہ انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر دیا ہے انہوں نے صرف خواب میں اتنا دیکھا تھا کی وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری پھیر رہے ہیں جیسے کہ قرآن میں ہے "إِنِّیٓ أَرَىٰ فِی ٱلْمَنَامِ أَنِّیٓ أَذْبَحُكَ" ترجمہ: میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔

(پ28،الصافات102)

تو جب انہوں نے خواب میں صرف چھری پھیرتے دیکھا اور اس پر عمل کرتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری بھی پھیری، اب اگر چھری نے گلا نہیں کاٹا اور خون نہیں بہا تو اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فعل ذبح میں کب کمی رہی؟ اس لئے ان کا خواب سچا ہے۔ (ملخصاً تفسیر تبیان القرآن ج۹، الصافات، آیت ۱۰۲، ج۹ ص ۹۲۳-۹۲۶)

دنبہ کہاں سے آیا تھا، گوشت اور سینگ کا کیا ہوا؟

حضرت **مفتی جلال الدین امجدی** علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ یہ جو دنبہ قربانی کے لئے جنت سے حضرت جبرئیل علیہ السلام لائے تھے تو وہ دنبہ جنت میں کہاں سے آیا؟ اور جب اس کی قربانی ہوئی تو قربانی ہونے کے بعد اس کا گوشت اور کھال کیا ہوا؟ بینوا و توجروا

آپ نے جواب دیا" جو مینڈھا حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے ذبح فرمایا تھا وہ کہاں سے آیا تھا اس کے بارے میں اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ وہ مینڈھا جنت سے آیا تھا اور یہ وہی مینڈھا تھا کہ جس کو حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے صاحبزادے ہابیل نے قربانی میں پیش کیا تھا

اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ وہ پہاڑی بکرا تھا جو حضرت سیدنا اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کے فدیہ میں ذبح ہونے کے لئے **ثُبَیر** پہاڑ سے منجانب اللہ اتارا گیا تھا۔

جیسا کہ پارہ ۱۳، رکوع ۷ کی آیت کریمہ "(وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ) کے تحت **تفسیر جلالین** میں ہے (مِنْ الْجَنَّةِ وَهُوَ الَّذِي قَرَّبَهُ هَابِيل جَاءَ بِهِ جِبْرِيل عَلَيْهِ السَّلَام فَذَبَحَهُ السَّيِّدُ إبْرَاهِيمُ)

اسی کے تحت **صاوی** میں ہے (و قیل انه کان تیسا جبلیا اهبط علیه من ثبیر اھ) اور بحوالہ بیضاوی، جمل میں ہے (قیل کان وعلا اهبط علیه من ثبیر اھ)

اور تفسیر خازن میں ہے (قال اکثر المفسرین کان هذا الذبح کبشا رعی في الجنة اربعین خریفا وقال ابن عباس الکبش الذی ذبحه ابراهیم هو الذي قربه ابن آدم وقال الحسن ما فدی اسماعیل الا تیس من الروی اهبط علیه من ثبیر اھ)

اب رہا یہ سوال کہ اس مینڈھے کا گوشت وغیرہ کیا ہوا؟

تو صاحب روح البیان کی تفسیر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ سر کے علاوہ باقی اجزا کو آگ آ کر جلا گئی جیسا کہ امم سابقہ کے لئے مقبول قربانیوں کے بارے میں عادت الٰہی تھی۔

لیکن صاوی اور جمل میں ہے کہ مابقی اجزا کو درندوں اور پرندوں نے کھایا اس لئے کہ جنتی چیزوں کو آگ مؤثر نہیں ہوتی۔ صاوی کی عبارت یہ ہے "ما بقي من الکبش اکلته السباع والطیور لأن النار لا تؤثر فیما هو من الجنة" اور جمل کی عبارت یہ ہے "ومن المعلوم التصور ان کل ماهو من الجنة لا تؤثر فیه النار فلم یطبخ لحم الکبش بل اکلته السباع والطیور تامل اھ" والله اعلم بالصواب (فتاویٰ فیض الرسول دوم ص465)

دنبہ کے سینگ:

حضرت سُفیان بن عُیَینہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس مینڈھے (یعنی دُنبے) کے سینگ عرصۂ دراز تک کعبہ شریف میں رکھے رہے یہاں تک کہ جب کعبہ شریف میں آگ لگی تو وہ سینگ بھی جل گئے۔

(مُسندِ امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۵۸۹ حدیث ۱۶۶۳۷ بحوالہ بیٹا ہو تو ایسا ص15)

تفسیر تبیان القرآن میں ہے "صفیہ بنت شیبہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے بنو سلیم کی ایک عورت نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن طلحہ کو بلایا، میں نے حضرت عثمان بن طلحہ سے پوچھا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں بلوایا تھا؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں بیت اللہ میں داخل ہوا تو میں نے وہاں پر ایک مینڈھے کے دو سینگ دیکھے، میں تم سے یہ کہنا بھول گیا کہ تم ان سینگوں کو ڈھانپ دو، سو اب تم ان کو ڈھانپ دو، کیونکہ بیت اللہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہے جو نمازی کو مشغول کرا لے، سفیان نے کہا وہ دونوں سینگ بیت اللہ میں رکھے رہے حتی کہ جب بیت اللہ میں آگ لگی تو وہ سینگ بھی جل گئے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۶۹ طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث ۱۲۲۰۱ دار احیاء التراث العربی بیروت، مسند احمد رقم الحدیث : ۳۷۶۲۱ دار الفکر بیروت، البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۲۳۵، دار الفکر بیروت، ۱۹۴۱ھ، الدر المنثور ج ۷ ص ۱۰۰، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ بحوالہ تفسیر تبیان القرآن ج ۹، الصافات، آیت ۱۰۲، ج ۹ ص ۹۱۸

کعبہ شریف میں آگ کب اور کس طرح لگی؟:

''سوانحِ کربلا'' میں ہے: نواسۂ رسول، امامِ عالی مقام حضرت امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت کے تقریباً دو سال بعد یزیدِ پلید نے مُسلم بن عُقبہ کو بارہ ہزار یا بیس ہزار سپاہیوں کی فوج دے کر مدینۃُ المنوَّرہ پر حملہ کرنے بھیجا، ظالم یزیدیوں نے مدینہ شریف میں بے انتہا خون ریزی کی، سات ہزار صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سمیت دس ہزار سے زیادہ افراد کو شہید کیا، اہلِ مدینہ کے گھر لوٹ لئے، انتہائی شَرمناک حرکتیں کیں، یہاں تک کہ مسجدِ نبوی شریف کے ستونوں کے ساتھ گھوڑے باندھے۔ پھر یہ فوج مکہ شریف پہنچی، مَنْجَنِیْق (مَنْ ۔ جَ ۔ نِیق جو کہ پتھر پھینکنے کا آلہ ہوتا تھا اُس) کے ذریعے پتھر برسائے، اِس سے حرم شریف کا صحن مبارَک پتھروں سے بھر گیا، مسجد الحرام کے ستون شہید ہو گئے اور کعبۃُ اللّٰہ کے غلاف شریف اور چھت مبارَک کو ان ظالموں نے آگ لگا دی، کعبۃُ اللّٰہ شریف کی چھت میں حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَام کے فدیے میں قربان ہونے والے (جنّتی) دُنبے کے جو مبارَک سینگ تبَرُّک کے طور پر محفوظ تھے وہ بھی اُس آگ میں جل گئے۔ (سوانح کربلا ص ۱۷۸ مُلَخَّصًا، بیٹا ہو تو ایسا ص ۱۶)

کیا آج بھی کوئی خواب کی بنیاد پر اپنے اولاد کو ذبح کر سکتا ھے؟

سوال: حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے محض خواب کی بنیاد پر ہی اپنے بیٹے حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا فیصلہ کیوں لیا؟ کیا آج بھی کوئی خواب کی بنیاد پر اپنے اولاد کو ذبح کر سکتا ہے؟

جواب: انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب سچے وحی الٰہی ہوتے ہیں۔ اس لئے اس پر عمل لازم و ضروری ہوتا ہے۔

تفسیر رازی میں ہے (أَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ حَقًّا)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب کو سچا بنایا ہے۔ (تفسیر الرازی، الصافات، آیت ۱۰۲، ج ۲۶ ص ۱۵۶)

تفسیر ابن کثیر میں ہے ("قَالَ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ")

ترجمہ: عبید بن عمیر نے کہا کہ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، الصافات، آیت ۱۰۲، ج ۷ ص ۲۷)

تفسیر درمنثور میں ہے(وَ أخرج ابْن أبي حَاتِم عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ وَأخرج عبد الرَّزَّاق وَعبد بن حميد وَالْبُخَارِيّ وَابْن جرير وَابْن الْمُنْذر وَالطَّبَرَانِيّ وَالْبَيْهَقِيّ فِي الْأَسْمَاء وَالصِّفَات عَن عبيد بن عُمَيْر رَضِي الله عَنهُ قَالَ: رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ ثمَّ تَلا هَذِه الْآيَة {إِنِّي أرى فِي الْمَنَام أَنِّي أذبحك فَانْظُر مَاذَا ترى} وَأخرج عبد بن حميد عَن قَتَادَة رَضِي الله عَنهُ قَالَ: رُؤْيَا الْأَنْبِيَاء عَلَيْهِم السَّلَام حق إِذا رَأَوْا شَيْئا فَعَلُوهُ)

ترجمہ: امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں اور عبدالرزاق، عبد بن حمید، امام بخاری، ابن جریر، ابن منذر، طبرانی اور بیہقی نے "الاسماء و الصفات" میں حضرت عبید بن عمیر سے روایت نقل کی ہے کہ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں پھر اس آیت کی تلاوت کی "قَالَ یٰبُنَیَّ إِنِّیٓ أَرٰی فِی ٱلْمَنَامِ أَنِّیٓ أَذْبَحُکَ" ترجمہ: کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ سے روایت نقل کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب حق ہوتے ہیں۔ جب وہ خواب میں کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو اسے بجالاتے ہیں (تفسیر در منثور الصافات، آیت ۱۰۲، ج ۱۲ ص ۳۲۴)

انبیاء کے خواب کی تین قسمیں:

انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خواب تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(1) جو خواب دیکھا جائے وہی بِعَیْنِہٖ واقع ہو جیسے نبیِّ کریم، رءوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مدینۂ طیبہ میں خواب دیکھا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے اصحاب کے ہمراہ مکۂ مکرمہ تشریف لے گئے اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے سر مُنڈوائے اور بعض نے بال کٹوائے، آپ کا یہ خواب ایک سال بعد اسی طرح سچا ہوا جیسے دیکھا تھا۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ

رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَۙ-لَا تَخَافُوْنَ-

ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کا سچّا خواب، بیشک تم ضرور مسجدِ حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ چاہے امن وامان سے اپنے سروں کے، بال منڈاتے یا، ترشواتے بے خوف (پ۲۶، الفتح، ۲۷)

(2) خواب میں بعض چیزوں سے تَشْبِیہ دی جائے جس چیز کو خواب میں دکھایا گیا ہو اسی کا وُقُوع نہ ہو، بلکہ اس کی کوئی نہ کوئی تاویل ہو اور وُقُوع مُشابہ ہو

جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب -اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ)

ترجَمۂ کنزالایمان: یاد کرو جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ میں نے گیارہ تارے اور سورج اور چاند دیکھے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا۔ (پ۱۲ یوسف آیت ۴)

خواب میں آپ نے چاند اور سورج اور گیارہ ستارے سجدہ کرتے دیکھے لیکن واقع (حقیقت) میں ان چیزوں نے آپ کو سجدہ نہیں کیا بلکہ آپ کے خواب کو اس طرح سچا کر کے دکھایا۔

وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًاۚ-وَ قَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ٘-قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّاؕ-

ترجَمۂ کنزالایمان: اس کے لئے سجدے میں گرے، اور یوسف نے کہا اے میرے باپ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے بیشک اُسے میرے رب نے سچّا کیا۔ (پ ۱۳۔سورۃ یوسف، ۱۰۰)

ماں باپ خواب میں چاند سورج کی شکل میں دکھائے گئے اور گیارہ بھائی، گیارہ ستاروں کی صورت میں، خواب سچا ہوا کہ سب نے آپ کو سجدہ تعظیمی کیا، جو پچھلی شریعتوں میں جائز تھا، جبکہ ہماری شریعت میں حرام ہے، یاد رہے کہ عبادت کا سجدہ ہر شریعت میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے جائز نہیں تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۲۶ ص ۱۵۷) (تذکرۃ الانبیاء)

(3) خواب میں صرف امتحان ہو اس کا وُقُوع مقصود نہ ہو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السَّلام نے خواب میں بیٹے کو ذَبح کرتے ہوئے دیکھا، یہ صرف امتحان تھا آپ نے اپنے امتحان پر عمل کر لیا لیکن اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُ نا اسماعیل علیہِ السَّلام کو بچا لیا اور فدیہ دے دیا۔ (تذکرۃ الانبیاء بحوالہ قربانی کی اہمیت ص9)

غیر نبی کا خواب شریعت میں حجت (دلیل) نہیں ہوتا۔ لہذا خواب کی بنیاد پر غیر نبی اولاد کو ذبح نہیں کر سکتا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے اس بارے میں سوال ہوا: "کیا فرماتے ہیں کہ ایک عورت پوری مدّتِ حَمل کے بعد بحالتِ حمل انتقال کر گئی، دستور کے مطابق اُسے دَفن کر دیا گیا، ایک مردِ صالح (یعنی نیک آدمی) نے خواب دیکھا کہ اُس عورت کو زندہ بچّہ پیدا ہوا ہے، اب شخصِ مذکور کے خواب پر اعتماد کر کے قبر کھود کر بچّے کو عورت کے ساتھ نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جائز نہیں، مگر جب کوئی روشن دلیل ہو، پردہ محفوظ ہے، اور خواب طرح طرح کے ہوتے ہیں، ''سِراجیہ'' پھر'' ہندیہ'' میں ہے: ایک عورت کے حَمل کو سات مہینے ہوئے بچّہ اُس کے پیٹ میں حَرَکت کرتا تھا، وہ مرگئی اور اُسے دَفن کر دیا گیا، پھر کسی نے اُسے خواب میں دیکھا کہ وہ کہتی ہے میں نے بچّہ جنا ہے، تو قبر نہ کھودی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اَعلم یعنی اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے ۔ (فتاوٰی رضویہ ''مُخَرَّجہ'' ج ۹ ص ۴۰۵، ۴۰۶ بحوالہ قبر والوں کی 25 حکایات ص ۳۹)

جس طرح خواب کی بنیاد پر قبر کشائی کرنا جائز نہیں اسی طرح سے اوروں کو خواب کی وجہ سے اولاد کو قربان کرنا جائز نہیں۔

باب سوم

قربانی کے فضائل

اللہ تبارک وتعالی ارشادفرماتا ہے "وَمَن یُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ"

ترجمہ: اور جواللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔ (پ17،الحج32)

حضرت سیدنا مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "وَمَن یُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ" سے قربانی کے جانوروں کی تعظیم اور انہیں فربہ کرنا مراد ہے۔ (الدر المنثور، سورۃالحج32، ج6، ص46دار الکفر بیروت)

اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے "فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ"

ترجمۂ کنزالایمان: توتم اپنے رب کے لئے نماز پڑھواورقربانی کرو۔ (پ۳۰،الکوثر:۲)

تفسیر درمنثور میں اس آیت کے تحت ہے (وَأخرج ابْن جرير وَابْن مرْدَوَيْه عَن سعيد بن جُبَير قَالَ: كَانَت هَذِه الْآيَة نزلت يَوْم الْحُدَيْبِيَةِ أَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ: انْحَرْ وارجع فَقَامَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَخَطب خطْبَة الْأَضْحَى ثمَّ ركع رَكْعَتَيْنِ ثمَّ انْصَرف إِلَى الْبدن فنحرها)

ترجمہ: حضرت سیدنا سعید بن جبیر رضي اللہ تعالی عنہ (اس آیت مبارکہ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے) فرماتے ہیں: یہ آیت حدیبیہ کے دن نازل ہوئی، حضرت جبریل امین علیہ السلام آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہا: آپ نحر کیجئے اور واپس تشریف لے جائیے۔ تو نبی کریم، روف رحیم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم اٹھے اور قربانی سے متعلق خطبہ ارشاد فرمایا اور دو رکعت نماز ادا فرما کر قربانی کے اونٹوں کی جانب متوجہ ہوئے اور انہیں نحر کیا۔

(وَأخرج ابْن جرير وَابْن الْمُنْذر عَن ابْن عَبَّاس {وانحر} قَالَ: الصَّلَاة الْمَكْتُوبَة وَالذّبْح يَوْم الْأَضْحَى)

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت مبارکہ سے مراد فرض نماز اور عید الاضحیٰ کے دن جانور ذبح کرنا ہے۔ (تفسیر درمنثور، ج۸،ص۶۵۱ بحوالہ قربانی کی اہمیت ص۱۲)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ **(اِسْتَدَلَّتِ الْحَنَفِيَّةُ عَلَى وُجُوبِ الْأُضْحِيَةِ)**

ترجمہ: حنفی علمائے کرام نے اس آیت سے یہ استدلال فرمایا کہ قربانی واجب ہے۔ (تفسیر کبیر، ۳۱۸/۱۱)

حضرت علامہ **سید محمود آلوسی بغدادی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ **(والأكثرونُ على أنَّ المرادَ بالنحرِ نحرُ الأضاحي واستدلَ به بعضهم على وجوبِ الأضحيةِ)**

ترجمہ: اکثر (علمائے کرام) اس بات پر متفق ہیں کہ نحر سے مراد قربانیوں کا ذبح کرنا ہے اور بعض نے وجوب قربانی پر اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

(تفسیر روح المعانی، پ ۳۰، الکوثر، تحت الآیۃ:۲، ۶۳/۳۶۲ بحوالہ قربانی کے فضائل و مسائل ص۹)

علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ **(وقوله: »فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ« [الكوثر/۲] هو حثٌّ على مراعاة هذين الرُكنين، وهما الصلاة، ونَحْرُ الهَدْي، وأنه لا بدّ من تعاطيهما، فذلك واجب في كلّ دِين وفي كلّ مِلّة)**

ترجمہ: "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" میں نماز اور قربانی پر ابھارا گیا ہے اور ان دونوں کو ادا کرنا ضروری ہے اور یہ ہر دین وملت میں واجب ہے۔ (المفردات فی غریب القرآن، باب النون ص ۲۷۶)

خوش دلی سے قربانی کرو:

ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **(("مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا، وَأَشْعَارِهَا، وَأَظْلَافِهَا، وَأَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الْأَرْضِ، فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا"))**

ترجمہ: قربانی کے دن آدمی کا کوئی عمل اللہ عزوجل کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے اور وہ

جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے لہذا خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

(ترمذی، رقم الحدیث 1493، کتاب الاضاحی، باب فی فضل الاضحیہ، ج 4، ص 83، مطبوعہ مصطفی البابي مصر، سنن ابن ماجہ، باب ثواب الاضحية، ج 2، ص 1045، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت* المستدرک، کتاب الاضاحی، ج 4، ص 247، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرتِ علّامہ شیخ عبدُالحق مُحدِّث دہلوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: قربانی، اپنے کرنے والے کے نیکیوں کے پلّے میں رکھی جائے گی جس سے نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا۔ (اشعۃ اللّمعات ج ۱ ص ۶۵۴)

حضرتِ سیّدُنا علّامہ علی قاری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: پھر اس کے لئے سُواری بنے گی جس کے ذَرِیعے یہ شخص بآسانی پُل صراط سے گُزرے گا اور اُس (جانور) کا ہر عُضو مالِک (یعنی قُربانی پیش کرنے والے) کے ہر عُضو (کیلئے جہنَّم سے آزادی) کا فِدیہ بنے گا۔ (مِرقاۃُ المَفاتیح ج ۳ ص ۵۷۴ تحت الحدیث ۱۴۷۰، مراۃ ج ۲ ص ۳۷۵ بحوالہ قربانی کے فضائل ومسائل ص ۱۰)

جهنم سے حجاب:

حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (مَنْ ضَحّٰی طَیِّبَۃً بِهَا نَفْسُهُ، مُحْتَسِبًا لِأُضْحِيَّتِهِ، كَانَتْ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ)

ترجمہ: جو ثواب کی امید پر خوش دلی سے قربانی کرے تو وہ قربانی اس کے لئے جہنم سے حجاب (روک) ہوگی۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، ج3، ص 84، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ* مجمع الزوائد، باب فضل الاضحیہ، ج4، ص 17، مکتبۃ القدسی، القاہرہ* الترغیب الترہیب للمنذری، کتاب العیدین والاضحیة، ج2، ص 100، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

محبوب ترین پیسہ:

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (»مَا أُنْفِقَتِ الْوَرِقُ فِي شَيْءٍ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ نَحِيرٍ يُنْحَرُ فِي يَوْمِ عِيدٍ«)

ترجمہ: عید کے دن قربانی میں خرچ کرنا اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، مسند ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما، ج 11، ص 17، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ* الترغیب الترہیب للمنذری، کتاب العیدین

والاضحیۃ، ج2، ص100، دار الکتب العلمیہ، بیروت*مجمع الزوائد، باب فضل الاضحیہ، ج4، ص17، مکتبۃ القدسی، القاہرہ)

ہر بال کے بدلے میں نیکی:

حضرت سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:(قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا رَسُولَ اللّٰہِ، مَا ھٰذِہِ الْأَضَاحِيُّ؟، قَالَ: سُنَّۃُ أَبِیکُمْ إِبْرَاھِیمَ، قَالُوا: فَمَا لَنَا فِیھَا یَا رَسُولَ اللّٰہِ؟، قَالَ: بِکُلِّ شَعَرَۃٍ حَسَنَۃٌ، قَالُوا: فَالصُّوفُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ؟، قَالَ: بِکُلِّ شَعَرَۃٍ مِنَ الصُّوفِ حَسَنَۃٌ)

ترجمہ: صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم! ان میں ہمارے لئے کیا ثواب ہے؟ فرمایا: ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔ عرض کیا: اور اون میں؟ فرمایا: اس کے ہر بال کے بدلے بھی ایک نیکی ہے۔

(سنن ابن ماجہ، باب ثواب الاضحیۃ، ج2، ص1045، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

اس حدیث میں "شعر" سے بکری کے بال اور "صوف" سے بھیڑ کے بال مراد ہیں۔

جیسا کہ حضرت سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں (وَلَمَّا کَانَ الشَّعْرُ کِنَایَۃً عَنِ الْمَعْزِ کَنَّوْا عَنِ الضَّأْنِ بِالصُّوفِ)

ترجمہ: حدیث پاک میں بال سے بکری کی طرف اشارہ تھا تو لوگوں نے صوف سے بھیڑ مراد لیا۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ، باب فی الاضحیۃ، ج3، ص523)

حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی "قالوا فالصوف" کے تحت فرماتے ہیں: "پوچھنے والے کو خیال یہ ہوا کہ ان کے بال تو بہت زیادہ ہوتے ہیں اتنی نیکیاں ایک قربانی سے کیسے مل جائیں گی؟ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ دینے والا بڑا کریم ہے، وہ اپنے کرم سے اس سے بھی زیادہ دے تو کون اسے روک سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے بجائے قیمت یا بازار سے گوشت خرید کر خیرات نہیں کر سکتے کیونکہ پھر ثواب کے لئے بال کہاں سے آئیں گے۔

(مراۃ المناجیح، باب فی الاضحیۃ، ج2ص369)

علمی نکتہ:

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "حضرات! اس حدیث میں اہل عمل کے لئے ایک بڑا ہی لطیف اورلذیذ نکتہ یہ ہے کہ **شعرۃ** اور **حسنۃ** دونوں ہی نکرہ ہیں۔مگر "**شعرۃ** "کی تنوین تنکیر تحقیر کے لئے اور "**حسنۃ**"کی تنوین تنکیر تعظیم کے لئے ہے جس کا یہ مطلب ہوا کہ قربانی کے جانور کے چھوٹے سے چھوٹے اور حقیر سے حقیر بال کے بدلے اتنی بڑی سے بڑی اور عظیم سے عظیم تر نیکی ملتی ہے کہ بندہ اس نیکی کی عظمت کا تصور اور اس کی حد بندی بھی نہیں کر سکتا۔

سبحان اللہ! وہ مالک و مولی بڑا ہی جواد و کریم ہے وہ بندے کی چھوٹی سے چھوٹی نیکی پر بڑے سے بڑا اجر عطا فرمائے تو اس کے فضل و رحمت سے کچھ بعید نہیں ہے کہ وہ خود اپنے کمال کرم سے **قرآن مجید** میں ارشاد فرماتا ہے کہ
﴿**ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیہِ مَن یَشَاءُ وَ اللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیمِ**﴾ [الجمعۃ:4]

ترجمہ: یہ سب کچھ اللہ تعالی کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے اپنا فضل عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔
(حقانی تقریریں، قربانی ص235)

دن کا آغاز نماز اور قربانی سے:

حضرت براء رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو عیدالاضحیٰ کے دن خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا: (**إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، مَنْ فَعَلَهُ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا**)

ترجمہ: آج ہم اپنے اس دن کا آغاز یوں کریں گے کہ پہلے ہم نماز پڑھیں گے پھر واپس آ کر قربانی کریں گے، جس نے یہ کام کیا تو اس نے ہماری سنت کو پالیا۔

(صحیح بخاری، باب سنۃ العیدین لاھل الاسلام، ج2، ص16، مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

خون گرتے ہی مغفرت:

حضرت سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ("**یا فَاطِمَةُ قُومِي إِلَى أُضْحِيَتِكِ فَاشْهَدِيهَا فَإِنَّ لَكِ بِكُلِّ قَطْرَةٍ مِنْ دَمِهَا اَن يُغْفَرَ لَكِ مَا سَلَفَ مِنْ ذنوبِكِ**

قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ، أَلَنا خَاصَّةً أَهْلِ الْبَيْتِ او لنا و لِلْمُسْلِمِينَ؟قَالَ: »بَلْ لنا و لِلْمُسْلِمِينَ «)

ترجمہ: اے فاطمہ! اٹھواور اپنی قربانی کے جانور کے پاس حاضر ہو کیونکہ تمہارے لئے اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی پچھلے گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ بشارت صرف ہمارے یعنی اہل بیت کے لئے خاص ہے یا دیگر مسلمانوں کے لئے بھی ہے؟ فرمایا بلکہ ہمارے اور دیگر مسلمانوں کے لئے ہے (المستدرک، کتاب الاضاحی ج4، ص247 دار الکتب العلمیہ بیروت)

تمام گناہ معاف:

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَةَ: "يَا فَاطِمَةُ قُومِي فَاشْهَدِي أُضْحِيَّتَكِ, أَمَا إِنَّ لَكِ بِأَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا مَغْفِرَةً لِكُلِّ ذَنْبٍ, أَمَا إِنَّهُ يُجَاءُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلُحُومِهَا وَدِمَائِهَا سَبْعِينَ ضِعْفًا حَتَّى تُوضَعَ فِي مِيزَانِكِ". فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَهَذِهِ لِآلِ مُحَمَّدٍ خَاصَّةً فَهُمْ أَهْلٌ لِمَا خُصُّوا بِهِ مِنْ خَيْرٍ, أَوْ لِآلِ مُحَمَّدٍ وَالنَّاسِ عَامَّةً؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بَلْ هِيَ لِآلِ مُحَمَّدٍ وَالنَّاسِ عَامَّةً")

ترجمہ: اے فاطمہ! اٹھواور اپنی قربانی کا جانور لیکر آؤ کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی تمہارے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور قیامت کے دن اس کا خون اور اس کا گوشت ستر گنا اضافے کے ساتھ تمہاری میزان میں رکھا جائے گا۔ حضرت سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ بشارت صرف آل محمد کے لئے خاص ہے؟ کیونکہ کہ یہ ہر خیر کے ساتھ خاص کئے جانے کے اہل ہیں یا یہ بشارت آل محمد کے لئے خاص اور دیگر مسلمانوں کے لئے عموماً ہے؟ فرمایا: آل محمد کے لئے بالخصوص اور دیگر مسلمانوں لئے عمومی طور پر ہے۔

(السنن الکبری للبیہقی، ج9، ص 476، دار الکتب العلمیہ بیروت* الترغیب الترہیب للمنذری، کتاب العیدین والاضحیۃ، ج2، ص100، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

خون اللہ کی حفاظت میں گرتا ہے:

حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (يَا أَيُّهَا

النَّاسُ، ضَحُّوا وَ احْتَسِبُوا بِدِمَائِهَا، فَإِنَّ الدَّمَ وَإِنْ وَقَعَ فِي الْأَرْضِ، فَإِنَّهُ يَقَعُ فِي حِرْزِ اللهِ جَلَّ وَعَزَّ)

ترجمہ: لوگو! قربانی کرو اور ان کے خون پر ثواب کی امید کرو کیونکہ خون اگر زمین پر گرے تو اللہ عزوجل کی حفاظت میں گرتا ہے۔ (طبرانی اوسط، ج8، ص176، دار الحرمین، القاهره* الترغیب الترہیب للمنذری، کتاب العیدین والاضحیة، ج2، ص100، دار الکتب العلمیه، بیروت 77 مجمع الزوائد، باب فضل الاضحیه، ج4، ص17، مکتبة القدسي، القاهره)

عمدہ جانورقربان کرو:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: (اسْتَفْرِهُوا ضَحَايَاكُمْ فَإِنَّهَا مَطَايَاكُمْ عَلَى الصِّرَاطِ)

ترجمہ: اپنی قربانیوں کے لئے عمدہ جانور تلاش کرو کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہونگے (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث 268، کنز العمال رقم الحدیث 12177، بحوالہ تفسیر تبیان القرآن ج۹، الصافات، آیت ۲۰۱، ج۹ ص۹۲۸)

سوارهونے کے عادی:

حضرت انس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " » إذا حشر المؤمنون من قبورهم يقول الله تعالى: يا ملائكتي لا تمشوا عبادي راجلين بل أركبوهم على نجائبهم . فإنهم اعتادوا الركوب في الدنيا ، كان في الابتداء صلب أبيهم مركبهم ثم بطن أمهم مركبهم ، فحين ولدتهم أمهم فحجر أمهم مركبهم إلى أن يتم الرضاع ، ثم عنق أبيهم مركبهم ، ثم الفرس والبغال مراكبهم في البراري والسفن والزوارق في البحار ، وحين ماتوا فأعناق إخوانهم ، وحين قاموا من قبورهم لا تمشوهم راجلين فإنهم اعتادوا الركوب وقدموا نجائبهم « وهي الأضحية لقوله تعالى : »يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَٰنِ وَفْدًا﴾ [سورة مريم : الآية 85] أي ركباناً ولذا قال عليه الصلاة والسلام : » عظموا ضحاياكم فإنها على الصراط مطاياكم)

ترجمہ: جب لوگوں کو قبروں سے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا تو اللہ تعالی ملائکہ کو حکم فرمائے گا کہ اے ملائکہ میرے بندوں کو پیدل نہ چلاؤ بلکہ انہیں اپنی عمدہ سواریوں پر سوار کرو کیونکہ وہ دنیا میں سوار ہونے کے عادی تھے۔ ابتداء میں ان کے والد کی پشت ان کی سواری تھی پھر ماں کا پیٹ ان کی سواری تھی پھر جب ان کی ماں نے ان کو جنا تو ان کی ماں

کی گودان کی سواری تھی ۔ مدت رضاعت کے مکمل ہونے تک ان کے پاس یہ سواری رہی ، پھران کے باپ کی گردن ان کی سواری تھی پھر خشکی میں سفر کرنے کے لئے ان کے پاس گھوڑے اور خچر کی سواری تھی اور دریاؤں اور سمندروں میں کشتیاں اور ڈونگے ان کے مراکب تھے۔اور جب ان کا انتقال ہواتو وہ اپنے بھائیوں کی گردن پر سوار ہوتے ہوئے قبر میں گئے۔اس لئے جب وہ قبروں سے اٹھیں تو وہ پیدل نہ چلیں بلکہ ان کی قربانیوں کے جانوروں کو ان کی سواریاں بناؤ۔ اللہ تعالی ارشادفرماتا ہے۔"يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا"جس دن ہم پرہیزگاروں کورحمن کی طرف لے جائیں گےمہمان بناکر۔ وفداً بمعنی رکباناً یعنی سواری پرسوار۔

اسی لئےحضورعلیہ الصلوۃ والسلام نےفرمایا(عَظمُو اضَحَايَاكُمْ فَإِنَّهَا عَلَى الصِّرَاطِ مَطَايَاكُمْ)

ترجمہ: اپنی قربانی کے جانوروں کوموٹا کرو کیوں کہ یہ قیامت کے دن تمہارے لئےسواری بنیں گے

(درۃ الناصحین، المجلس الرابع والسبعون، فی فضیلۃ الاضحیۃ ص 290)

قبر کے سرہانے قربانی کا جانور:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: (»من قرب قرباناً إذا قام من قبره رآه قائماً على رأس قبره، فإذا له شعر من الذهب وعيناه من يواقيت الجنة وقرناه من الذهب، فيقول: من أنت وأي شيء أنت وما رأيت أحسن منک؟فيقول أنا قربانک الذي قربتني في الدنيا ثم يقول: اركب على ظهري ،فيركب عليه ويذهب به ما بين السماء والأرض إلى ظل العرش«)

ترجمہ: جس شخص نےقربانی کی جب وہ اپنی قبر سے اٹھےگا تو قبر کےسرہانے قربانی کے جانور کو پائے گا جس کا بال سونے کے،آنکھیں جنت کے یاقوتوں کی اوراس کے دونوں سینگ سونے کے ہوں گے،قبر سے اٹھنے والا اسے کہے گا کہ تو کون ہے؟ تو کیا چیز ہے؟ تجھ سے بڑھ کر حسین وجمیل میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی ۔ وہ جانور کہے گا: میں تمہاری قربانی ہوں جسےتم نے دنیاوی زندگی میں کیا تھا پھر کہے گا میری پیٹھ پرسوار ہوجاؤ، وہ شخص اس پرسوار ہوجائے گا وہ جانور اسے زمین وآسمان کے درمیان سے عرش کے سائے میں لے جائے گا۔

(درۃ الناصحین، المجلس الرابع والسبعون، فی فضیلۃ الاضحیۃ ص 290)

قربانی عذاب سے نجات دلاتی ھے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (»ألا إن الأضحية من الأعمال المنجية، تنجي صاحبها من شر الدنيا والآخرة«)

ترجمہ: خبردار! بے شک قربانی ان اعمال میں سے ہے جو عذاب سے نجات دلانے والے ہیں۔ یہ قربانی کرنے والے کو دنیا اور آخرت کے نقصان سے نجات دیتی ہے

(درۃالناصحین، المجلس الرابع والسبعون، فی فضیلۃ الاضحیۃ ص 291)

قربانی کرنے والے کے لئے ثواب ھی ثواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: (» من خرج من بيته إلى شراء الأضحية كان له بكل خطوة عشر حسنات ومحا عنه عشر سيئات ورفع له عشر درجات، وإذا تكلم في شرائها كان كلامه تسبيحا، وإذا نقد ثمنها كان له بكل درهم سبعمائة حسنة، وإذا طرحها على الأرض يريد ذبحها استغفر له كل خلق من موضعها إلى الأرض السابعة، وإذا أهرق دمها خلق الله بكل قطرة من دمها عشرة من الملائكة يستغفرون له إلى يوم القيامة، وإذا قسم لحمها كان له بكل لقمة مثل عتق رقبة من ولد إسمعيل عليه الصلاة والسلام«) (جواهر زاده)

ترجمہ: جو شخص اپنے گھر سے قربانی کا جانور خریدنے کے لئے نکلتا ہے تو اسے ہر قدم پر دس نیکیاں دی جاتی ہیں، اس کے دس گناہ معاف کئے جاتے ہیں اور دس درجات بلند کئے جاتے ہیں، جب وہ آدمی جانور کو خریدنے کے لئے گفتگو کرتا ہے تو اس کا کلام تسبیح بن جاتا ہے اور جب وہ جانور کی قیمت ادا کرتا ہے تو اسے ہر درہم کے بدلے سات سو نیکیاں ملتی ہیں اور جب وہ جانور ذبح کرنے کے لئے زمین پر گراتا ہے تو اس جگہ سے لے کر ساتوں زمینوں تک کی ہر مخلوق اس کے لئے بخشش طلب کرتی ہے اور جب وہ خون بہاتا ہے تو اللہ تعالی خون کے ہر قطرے سے دس فرشتے پیدا کرتا ہے جو اس کے لئے قیامت تک بخشش کی دعا کرتے ہیں اور جب قربانی کے گوشت کو تقسیم کرتا ہے تو اسے ہر لقمے کے بدلے حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے غلام کو آزاد کرنے والے کے برابر ثواب عطا کیا جاتا ہے

(درۃالناصحین، المجلس الرابع والسبعون، فی فضیلۃ الاضحیۃ ص 290)

ہر بال کے بدلے جنت میں محل:

حضرت وہب بن منبہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: (» إن داو د علیه الصلاة و السلام قال : إلهي ما ثو اب من ضحی من أمة محمد علیه الصلاة و السلام ؟ قال ثو ابه أن أعطیه بکل شعرة علی جسده عشر حسنات و أمحو عنه عشر سیئات و أرفع له عشر دجات ، و له بکل شعرة قصر في الجنة و جاریة من الحور العین و مر کب من ذو ات الأجنحة خطو ها مد البصر یر کبها أهل الجنة فیطیر بها حیث یشاء۔ أما علمت یاداو د أن الضحایا هي المطایا و تر فع البلایا یو م القیامة؟ (زهر ة الریاض)

ترجمہ: حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالی کی بارگاہ میں عرض کی، یااللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جو شخص قربانی کرے اس کا کیا ثواب ہے؟ اللہ تعالی نے فرمایا: اس کا ثواب یہ ہے کہ قربانی کے جسم پر جتنے بال ہیں ہر بال کے بدلے میں اسے دس دس نیکیاں عطا کروں گا، اس کے دس گناہ معاف فرماؤں گا اور اس کے درجات بلند کرونگا۔ قربانی کے ہر بال کے بدلے اس کے لئے جنت میں ایک محل ہوگا اور اس کے لئے ایک خوبصورت، سرمگیں آنکھوں والی حور ہوگی اور پروں والی ایک سواری اسے عطا ہوگی جس کی رفتار کا یہ عالم ہوگا کہ تا حدنگاہ اس کا قدم جائے گا۔ اس سواری پر اہل جنت سوار ہوکر جہاں چاہیں گے جائیں گے۔ اے داؤد (علیہ الصلاۃ والسلام) کیا آپ کو معلوم نہیں کہ قربانیاں سواریاں ہیں اور قیامت کے دن مصائب وآلام کو دور کریں گی۔

(درۃ الناصحین، المجلس الرابع والسبعون، فی فضیلۃ الاضحیۃ ص 290)

قربانی کی سواری:

حضرت سیدنا احمد بن اسحاق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "کان لي أخ فقیر ، و کان مع فقر ه یضحی کل سنة بشاة ، فلما تو فی صلیت ر کعتین فقلت : اللهم أر ني أخي في نو مي فأسأله عن حاله ، فنمت علی الو ضو ء فر أیت في منامي کأن القیامة قد قامت و حشر الناس من قبو ر هم : ، فاذا أخی ر اکب علی فر س أشهب و بین یدیه نجائب ، فقلت یا أخی ما فعل الله بک ؟ فقال غفر لی ، فقلت بم ؟ فقال بسبب در هم تصدقت به علی امر أة عجو ز فقیر ة في سبیل الله ، فقلت ما هذه النجائب ؟ قال ضحایای فی الدنیا و التي أر کبها أو ل أضحیتي ، فقلت إلی أین قصدت ؟ قال إلی الجنة فغاب عن بصر ی (سنانیة)

ترجمہ: میرا ایک غریب بھائی تھا وہ ہر سال غربت کے باوجود بکری کی قربانی کرتا تھا، تو جب اس کا انتقال ہوا میں نے دو رکعت نماز پڑھ کر کہا یا اللہ! خواب میں میرے بھائی کو دکھا دے میں اس سے اس کے حال کے بارے میں پوچھ سکوں، اس کے بعد میں باوضو سو گیا اور خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے لوگ اپنی قبروں سے نکل رہے ہیں، جبھی میں نے دیکھا کہ میرا بھائی ایک بہترین گھوڑے پر سوار ہو کر آرہا ہے، اس کے ساتھ اور بھی بہت سارے گھوڑے ہیں، میں نے پوچھا: "**یا اخی ما فعل اللہ بک**" اے میرے بھائی اللہ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا اللہ تعالی نے مجھے بخش دیا۔ میں نے پوچھا: کس عمل کے سبب؟ اس نے کہا کہ ایک درہم کے بدلے جو میں نے اللہ کی راہ میں ایک بوڑھی فقیر عورت کو بطور صدقہ دیا تھا۔ حضرت احمد بن اسحاق فرماتے ہیں میں نے کہا: یہ گھوڑے کیسے ہیں؟ کہا: یہ وہ قربانیاں ہیں جو میں دنیاوی زندگی میں کیا کرتا تھا اور جس پر میں سوار ہوں، یہ میری پہلی قربانی ہے، میں نے کہا: اب کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ بھائی نے کہا: جنت کا ارادہ ہے، اس کے بعد میرا بھائی میری نظروں سے غائب ہو گیا۔

(درۃ الناصحین، المجلس الرابع والسبعون، فی فضیلۃ الاضحیۃ ص 290)

قربانی کرنے والا بال اور ناخن نہ کاٹے:

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (**إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ، وَعِنْدَهُ أُضْحِيَةٌ يُرِيدُ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَأْخُذَنَّ شَعَرًا، وَلَا يَقْلِمَنَّ ظُفُرًا**)

ترجمہ: جب (ذوالحجہ) کا پہلا عشرہ آجائے اور اس کے پاس قربانی کے جانور ہوں جنکی قربانی کرنا چاہتا ہو تو وہ بال نہ ترشوائے اور ناخن نہ کاٹے۔ (صحیح مسلم 3/1565، رقم الحدیث 1977)

دوسرے مقام پر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ، وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعَرِهِ، وَأَظْفَارِهِ**"

ترجمہ: جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی قربانی کا ارادہ رکھتا ہو تو اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے رک جائے۔ (صحیح مسلم 3/1565، رقم الحدیث 1977)

مفسر شہیر حکیم الامت حضرت **مفتی احمد یار خان نعیمی** رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: ''یعنی

جو امیر وُجوباً یا فقیر نَفلاً قُربانی کا ارادہ کرے وہ ذُوالحِجّۃِ الحرام کا چاند دیکھنے سے قربانی کرنے تک ناخُن بال اور (اپنے بدن کی) مُردار کھال وغیرہ نہ کاٹے نہ کٹوائے تا کہ حاجیوں سے قدْرے (یعنی تھوڑی) مُشابہَت ہو جائے کہ وہ لوگ اِحرام میں حجامت نہیں کرا سکتے اور تا کہ قربانی ہر بال، ناخُن (کیلئے جہنّم سے آزادی) کا فِدیہ بن جائے۔ یہ حکم اِستِحبابی ہے وُجوبی نہیں (یعنی واجِب نہیں، مُستَحَب ہے اور حتَّی الامکان مُستَحَب پر بھی عمل کرنا چاہئے البتَّہ کسی نے بال یا ناخن کاٹ لئے تو گناہ بھی نہیں اور ایسا کرنے سے قربانی میں خلل بھی نہیں آتا، قربانی دُرُست ہو جاتی ہے) لہٰذا قربانی والے کا حجامت نہ کرانا بہتر ہے لازِم نہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اچّھوں کی مُشابہَت (یعنی نقل) بھی اچّھی ہے۔''

(مراۃ المناجیح ۲ ص ۳۷۰)

غریبوں کی قُربانی:

بلکہ جو شخص قربانی نہ کر سکے، اگر وہ بھی اس عشرہ مبارکہ (یعنی ذوالحج کے پہلے دس ایام میں بال اور ناخن کاٹنے سے رکا رہے، پھر بعد نماز عید حجامت وغیرہ کروالے، تو قربانی کا ثواب پائے گا۔

سنن ابوداؤد و نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "أُمِرْتُ بِيَوْمِ الْأَضْحَى عِيدًا، جَعَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ". قَالَ الرَّجُلُ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَجِدْ إِلَّا مَنِيحَةً أُنْثَى، أَفَأُضَحِّي بِهَا؟ قَالَ: "لَا، وَلٰكِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَأَظْفَارِكَ، وَتَقُصُّ شَارِبَكَ، وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ، فَتِلْكَ تَمَامُ أُضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ"

ترجمہ: مجھے یوم اضحیٰ کا حکم دیا گیا، اس دن کو اللہ پاک نے اس امت کے لئے عید بنایا۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں عارۃ کا مادہ جانور ہی پاؤں (منیحہ اس جانور کو کہتے ہیں جو دوسرے نے اسے اس لئے دیا ہے کہ یہ کچھ دن اس کے دودھ وغیرہ سے فائدہ اٹھائے پھر مالک کو واپس کر دے) تو کیا اس کی قربانی کر دوں؟ فرمایا: نہیں۔ ہاں! تم اپنے بال، ناخن اور مونچھیں تراشو اور موئے زیر ناف مونڈ لو، اس میں تمہاری قربانی اللہ پاک کے ہاں پوری ہو جائے گی۔"

(ابو داؤد رقم الحدیث 2789، سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب من لم یجد الاضحیہ جلد 2، صفحہ 201، مطبوعہ لاہور، رقم الحدیث 4365)

مراۃ المناجیح میں ہے: ''جو قربانی نہ کر سکے، وہ بھی اس عشرہ میں حجامت نہ کرائے، بقرعید کے دن بعد نماز حجامت کرائے، توان شاءاللہ ثواب پائے گا، جیسا کہ **بعض روایت میں ہے**''۔ (مراۃ المناجیح، جلد2،صفحہ 370،نعیمی کتب خانہ، گجرات)

صدرالشریعہ مولانا **مفتی محمد امجد علی اعظمی** علیہ الرحمہ مذکورہ حدیث پاک ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: **''یعنی** جس کو قربانی کی توفیق نہ ہو، اسے ان چیزوں کے کرنے سے قربانی کا ثواب حاصل ہو جائے گا''۔

(بہارشریعت، حصہ 15،صفحہ 330 مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مُستَحَب کام کیلئے گناہ کی اجازت نہیں:

یادرہے! چالیس دن کے اندر اندر ناخن تراشنا، بغلوں اور ناف کے نیچے کے بال صاف کرنا ضروری ہے 40دن سے زیادہ تاخیر گناہ ہے

چُنانچہ میرے آقا اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت مجدِّدِ دین وملّت مولانا شاہ **امام احمد رضا خان** عَلَیہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں : یہ(یعنی ذُوالحِجّہ کے ابتِدائی دس دن میں ناخن وغیرہ نہ کاٹنے کا) حکم صرف اِستِحْبابی ہے، کرے تو بہتر ہے نہ کرے تو مُضایقہ نہیں، نہ اس کو حکم عُدُولی (یعنی نافرمانی) کہہ سکتے ہیں، نہ قربانی میں نَقص (یعنی خامی) آنے کی کوئی وجہ، بلکہ اگر کسی شخص نے 31 دن سے کسی عُذر کے سبب خواہ بِلا عُذر ناخُن نہ تراشے ہوں کہ چاند ذِی الْحِجّہ کا ہوگیا تو وہ اگرچِہ قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اِس مُستَحَب پر عمل نہیں کرسکتا کہ اب دسویں تک رکھے گا تو ناخن تراشوائے ہوئے اکتالیسواں دن ہو جائے گا اور چالیس دن سے زیادہ نہ بنوانا گناہ ہے۔ فعلِ مُستَحَب کے لئے گناہ نہیں کرسکتا۔

(مُلَخَّص از فتاوٰی رضویہ ج۲۰ ص ۳۵۳۔۳۵۴ بحوالہ ابلق گھوڑسوار ص4-6)

باب چہارم

قربانی نہ کرنے پروعیدیں

عیدگاہ کے قریب نہ آئے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:("مَنْ کَانَ لَہٗ سَعَۃٌ وَلَمْ یُضَحِّ فَلَایَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا")

ترجمہ: جس میں وسعت ہواورقربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے"

(ابن ماجہ، کتاب الاضاحی، رقم الحدیث 3123)

یہودی مرے یا نصرانی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"مَنْ کَانَ لَہٗ سَعَۃٌ وَلَمْ یُضَحِّ فلیمت ان شاءیھودیا وان شاءنصرانیا"

ترجمہ: جس شخص میں وسعت ہواورقربانی نہ کرے وہ چاہے یہودی ہوکرمرے یا نصرانی ہوکرمرے۔

(درۃالناصحین، المجلس الرابع والسبعون، فی فضیلۃ الاضحیۃ ص 290)

وہ ہم میں سے نہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"من صلی صلاتنا ونسک نسکنا فھو منا ومن لم یصل صلاتنا ولم یضح فلیس منا ان کان غنیا"

ترجمہ: وہ شخص جوہماری نماز(عید) کی طرح نماز پڑھے اورہماری قربانی کی طرح قربانی کرے وہ ہم میں سے ہے اورجوہماری طرح نماز نہ پڑھے اور مالدار ہوکر ہماری طرح قربانی نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خیار امتی یضحون وشرار امتی لا یضحون"

ترجمہ: میری امت کے بہترین لوگ قربانی کرتے ہیں اورمیری امت کے شریرلوگ قربانی نہیں کرتے۔

(درۃالناصحین، المجلس الرابع والسبعون، فی فضیلۃ الاضحیۃ ص 291)

باب پنجم

فلسفہ قربانی

(1)قربانی سے نسل میں اضافہ:

برادران گرامی! ظاہر میں نگاہیں تو یہ دیکھتی ہیں کہ قربانی میں بندے کا مال خرچ ہوتا ہے مگر یاد رکھئے کہ قربانی کرنے سے مال گھٹتا نہیں بلکہ قربانی کرنے سے مال بڑھتا چلا جاتا ہے۔ کیونکہ قربانی کا فلسفہ یہ ہے کہ جو چیز بھی خدا کی راہ میں قربان کی جاتی ہے وہ ہرگز کم نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمیشہ بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جو جانور خدا کے نام پر قربان کئے جاتے ہیں ان کی نسل میں بے پناہ برکت اوران کی تعداد میں بے شمار اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور جو جانور اللہ کے نام پر قربان نہیں کئے جاتے ان کی نسل گھٹتی اوران کی تعداد ہمیشہ کم ہوتی چلی جاتی ہے۔

حضرات گرامی! کبھی آپ نے اس پر غور کیا؟ کہ گائے بھینس اونٹنی سال بھر میں صرف ایک بچہ جنتی ہیں۔ بھیڑ بکری بھی بمشکل دو تین ہی بچے دیتی ہیں۔ دیکھ لیجئے۔ ان جانوروں کی پیداوار بہت ہی کم ہے اور خرچ کا یہ عالم ہے کہ روزانہ ملک میں لاکھوں بھیڑ، بکریاں اور گائے، بھینس ذبح ہوتی ہیں اور ہزاروں بیمار ہو کر مر جاتی ہیں مگر پھر بھی ان جانوروں کی نسل میں اتنی برکت ہے کہ آج ایک ایک میدان میں ہزاروں بھیڑ، بکریوں کا ریوڑ تم دیکھتے ہو اسی طرح چراگاہوں میں سوسو دو دو سو گایوں اور بھینسوں کو تم اکٹھا ایک جگہ چرتے ہوئے دیکھ سکتے ہو۔

مگر کتیا سال میں پانچ پانچ اور چھ چھ بچے جنتی ہے اور خنزیر کے تو دس دس اور بارہ بارہ بچے ایک مرتبہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھ لو ان جانوروں کی پیداوار کتنی زیادہ ہے اور خرچ بہت ہی کم یا بالکل ہی نہیں مگر پھر بھی کہیں سو دو سو کتے اور ہزار دو ہزار خنزیر ایک جگہ نظر نہیں آتے۔ اب یہ سوال بہت ہی اہم ہے کہ کیا وجہ ہے کہ گائے، بھینس اور بھیڑ، بکری باوجود یہ کہ ان کی پیداوار بہت ہی کم ہے اور خرچ بہت زیادہ ہے پھر بھی ان کی تعداد روز بروز بڑھتی ہی چلی جارہی ہے اور خنزیر اور کتے ان کی پیداوار بہت زیادہ ہے اور خرچ بہت ہی کم پھر بھی ان کی تعداد گھٹتی چلی جارہی ہے۔

برادران ملت! اس سوال کا حقیقی جواب یہی ہے کہ چونکہ گائے، بھینس اور بھیڑ، بکریاں خدا کے نام پر قربان کی جاتی ہیں۔ اس لئے ان کی نسل میں برکت ہوتی ہے اور ان کی تعداد بڑھتی چلی جارہی ہے اور کتے خنزیر وغیرہ حرام جانوروں کی چونکہ قربانی نہیں ہوتی اس لئے ان کی نسل مٹتی اور تعدا گھٹتی چلی جارہی ہے۔ لہذا اس قانون فطرت سے ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جو چیز بھی خدا کی راہ میں قربان کی جائے گی وہ ہمیشہ بڑھتی اور ترقی کرتی رہے گی اور جو چیز خدا کی راہ میں قربان نہیں کی جائے گی۔ وہ ہمیشہ گھٹتی اور تنزل پذیر ہوتی رہے گی۔

حسینی سادات کی مثال:

حضرات گرامی! کون نہیں جانتا کہ حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے صرف تنہا حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالی عنہ زندہ سلامت جنگ سے لوٹے اور یزیدی فوج ہزاروں کی تعداد میں زندہ سلامت اپنے گھروں میں پہنچی۔ مگر تنہا ایک امام زین العابدین رضی اللہ تعالی عنہ کی نسل اور اولاد میں خداوند کریم نے اتنی برکت عطا فرمائی کہ آج عرب وعجم، حل وحرم چار دانگ عالم میں حسینی سادات کرام کی اولاد لاکھوں کی تعداد میں موجود ہے۔ مگر بائیس ہزار یزیدی لشکر کی نسل منقطع ہوگئی اور آج ان اولاد میں ایک بچہ بھی کہیں روئے زمین پر موجود نہیں ہے ان کا خاندان بلکہ نام ونشان تک دنیا سے مٹ گیا۔ کیوں؟ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

توعزیزو اور دوستوں! سچ پوچھو تو اس کا فلسفہ یہی ہے کہ چونکہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالی عنہ خدا کی راہ میں قربان ہو گئے اس لئے خداوند عالم عزوجل نے ان کی نسل میں اتنی برکت عطا فرمائی اور یزیدی لشکر چونکہ اس کی قربانیاں خدا کی راہ میں نہیں ہوئی تھیں۔ اس لئے اس کی نسل ہی منقطع ہوگئی۔ اس طرح جو مال خدا کی راہ میں قربان کیا جاتا ہے اس مال میں اس قدر خیر کثیر اور بے پناہ برکت وترقی ہوتی ہے کہ روز بروز بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور جو مال خدا کی راہ میں قربان نہیں کیا جاتا رفتہ رفتہ وہ مال برباد ہو کر فنا ہو جاتا ہے۔ الغرض! قربانی کا یہ گہرا فلسفہ ہے کہ جو چیز بھی خدا کی راہ میں قربان کی جائے گی وہ بڑھتی ہی جائے گی اور جو چیز خدا کی راہ میں قربان نہیں کی جائے گی وہ گھٹتی ہی چلے جائے گی۔

لہذا برادران ملت! قربانی کے اس فلسفے کو ہرگز مت بھولو اور خدا کی راہ میں اپنی جان اور مال کی قربانی پیش کرتے ہی رہو اور یقین وایمان رکھو کہ قربانی سے ہرگز ہرگز جان و مال میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ جان و مال کے حق میں

قربانی کا وہی اثر ہوتا ہے جوموسم بہار کا گلشن وگلزار پر اثر ہوتا ہے جس طرح خشک اورمردہ زمین موسلا دھار بارش کے اثر سے سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے اسی طرح قوموں کی جان و مال کی خشک کھیتیاں قربانیوں کے باران رحمت سے ہری بھری ہوکر لہلہانے لگتی ہیں۔ (حقانی تقریریں ص ۲۳۰-۲۳۲)

(2) قربانی کرنے سے روحانیت کوجلا ملتی ھے:

انسان کے سینوں میں دو چیزیں ہوتی ہیں (1) ہوس (2) ایثاروقربانی۔

ہوس: ایک حیوانی جذبہ ہے اور ایسے جذبات جب ابھرتے ہیں تو انسان بس اپنے ہی لئے سوچتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ ہر جائز وناجائز طریقہ سے اپنا پیٹ بھرے اور اپنی ضروریات کو رفع (پوری) کرے۔ خواہ اس میں کسی کو نفع ہو یا نقصان جیسے ایک حیوان محض اپنی شکم سیری کے لئے دوسروں کا خون کر دیتا ہے اور اسے کوئی تاسف نہیں ہوتا اسی طرح انسان بھی اسی حیوانی جذبہ کے تحت اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے دوسروں کی تمناؤں کا خون کر دیتا ہے اور اسے کوئی افسوس نہیں ہوتا۔

دوسرا احساس **ایثاروقربانی** ہے: جو کہ ایک ملکوتی جذبہ ہے، جب ایسے جذبات غالب ہوتے ہیں تو انسان خود تکلیف میں رہ کر دوسروں کو آرام دینے میں راحت محسوس کرتا ہے۔ اس وقت اس کی تمنا ہوتی ہے کہ بھوکا رہ کر کے کسی کو کھانا کھلا دے، خود کو محروم کر کسی کو سیراب کردے۔

اگر کسی کیاری سے دو پودے غذا حاصل کرتے ہیں تو ایک کاٹ دینے سے دوسرا زیادہ غذا حاصل کر سکتا ہے اور اس کی قوت رعنائی اور بالیدگی بڑھ جاتی ہے۔ اس طرح انسانی سسٹم (System) کے دو جذبوں میں سے اگر ایک کا انقطاع کر دیا جائے تو دوسرا ارتقاء (بلندی) پذیر ہو جائے گا - حیوانیت کا جس قدر انصرام وانقطاع ہوگا، ملکوتیت اور روحانیت کو اتنی ہی مدد ملے گی۔ قربانی کرنے سے انسان کو سال میں یہ موقع ملتا ہے کہ وہ بے نوا غرباء جو کبھی کبھی ہی گوشت کھاتے ہیں، کثرت سے گوشت کھا سکتے ہیں، قربانی کے ذریعہ انسان اپنے مال ومتاع کو دوسروں پر خرچ کرنے اور گوشت کو دوست واحباب، غریب ومسکین میں تقسیم کر کے اپنی اس حیوانی خواہش پر چھری پھیر دیتا ہے، جس سے ہوس دم توڑنے لگتی ہے، ہمدردی اور اخلاص کے جذبات جگمگانے لگتے ہیں اور ملکوتیت اور روحانیت انسان کے سینہ میں ایک نیا

جنم لیتی ہے۔

(3) قربانی جهاد کی تربیت دیتی هے:

فدا کارانہ جذبہ اور قربانی کا عزم انسان کو زندگی کے ہر میدان میں فتح اور نصرت عطا کرتا ہے۔کافروں مشرکوں کا محاسبہ وہی کرسکتا ہے جو اپنی زندگی میں کبھی خاک وخون سے کھیل چکا ہو، جس شخص نے کبھی کسی جانور کے گلے پر چھری نہ پھیری ہو، جو حیوان ذبح کرنے سے بھی ڈرتا ہو اس سے جہاد کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔اسلام کا ہر فرد فطرتاً ایک سپاہی ہوتا ہے اور وہ اسے مختلف پیرایوں سے ہر سال جہاد کی تربیت دیتا ہے۔سال میں ایک مرتبہ ایک حیوان ذبح کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے تا کہ اس کا گلا کاٹنے سے مسلمان کے اندر جرأت و ہمت اور خاک وخون سے کھیلنے کا جذبہ پیدا ہو جائے اور جانور کی قربانی کے ذریعے اسلام اپنے فرزندوں کو سمجھاتا ہے کہ جس طرح اللہ کی رضا کے لئے تم آج اس جانور کا خون بہا رہے ہو کل اسی طرح خدا کے نام کی سربلندی کے لئے تمہیں اپنا لہو پیش کرنا ہے۔(ماخوذ از مقالات سعیدی 327-329)

قربانی کے اسرار ورموز:

(۱) قربانی کے ذریعہ سنت ابراہیم کو زندہ اور اسوۂ اسماعیل کو تازہ کیا جاتا ہے۔

(۲) اسلامی سال کا آغاز محرم سے اور اختتام ذوالحج پر ہوتا ہے اور دس محرم کو حضرت حسین کی اور دس ذوالحج کو حضرت اسماعیل کی قربانی ہے، پتہ چلا اسلام ابتداء سے انتہاء تک قربانیوں کا نام ہے۔

غریب وسادہ ورنگین ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین ابتداء ہے اسماعیل

(۳) اللہ تعالی نے جو نعمتیں ہمیں اپنی مرضی سے تصرف کے لئے دی ہیں، وہ چاہتا ہے کہ ان نعمتوں کا کچھ حصہ اس کی مرضی سے بھی خرچ کیا جائے، سال بھر ہم اپنی خواہش سے جانور ذبح کرتے ہیں، اللہ نے چاہا سال میں ایک مرتبہ ہم یہ جانور محض اس کی مرضی سے ذبح کردیں۔

(۴) اپنے ہاتھ سے جانور ذبح کرنے سے خاک وخون سے مناسبت پیدا ہوتی ہے اور اس سے جہاد کی استعداد حاصل ہوتی ہے۔کیونکہ جو شخص ایک جانور کو بھی ذبح نہ کرسکے اس سے کفار کو ہلاک کرنے کی توقع کب کی جاسکتی ہے۔

(۵) قربانی کے ذریعہ ہمارے اندر یہ عادت ڈالی جاتی ہے کہ جس طرح اللہ کے حکم سے ہم نے آج اس جانور کی جان پیش کی ہے، وقت آنے پر اپنی جان کو بھی اللہ کے حضور پیش کر دیں۔

(٦) جس طرح بدن کا شکر نماز سے، مال کا شکر زکوٰۃ سے اور قوت کا شکر جہاد سے ہوتا ہے اسی طرح جانوروں کا شکر قربانی سے ادا ہوتا ہے۔

(۷) کفار اپنی قربانیاں بتوں کے لئے کرتے ہیں۔ ہم قربانی اللہ کے لئے کر کے ان کے لیے صحیح راہ عمل متعین کرتے ہیں۔

(۸) قربانی اور تکبیرات تشریق کی وجہ سے غیر حجاج کو بھی حجاج سے مناسبت حاصل ہوتی ہے۔

(۹) قربانی سے وحدت ملت کو تقویت ملتی ہے۔ اس دن تمام مسلمان ایک عمل اور ایک کھانے میں متحد ہوتے ہیں۔

(۱۰) قربانی اقارب اور احباب سے ملاقات، ضیافت اور صلہ رحمی کا سبب بنتی ہے۔

(۱۱) احباب کو قربانی کا تحفہ دینے سے یگانگت بڑھتی ہے اور صدقہ دینے سے غرباء کا پیٹ پلتا ہے اور ان کی دعائیں ملتی ہیں۔

(۱۲) انسان کی جسمانی نشو ونما کے لئے گوشت ایک ضروری عنصر ہے، بہت سے لوگ ناداری کی وجہ سے گوشت سیر ہو کر نہیں کھا سکتے ،قربانی کے ایام میں ان کی یہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔

(۱۳) قربانی کے ذریعہ ان کفار کے عقیدے پر ضرب لگتی ہے جو جانوروں کی پرستش کرتے ہیں۔

(۱۴) قربانی یہ سبق دیتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالی کی رضا کے لئے اس خارجی حیوان کو آہنی چھری سے ذبح کیا ہے، اسی طرح شریعت کی قربان گاہ پر اپنے داخلی حیوان کو بھی مخالفت نفس کی چھری سے ذبح کر ڈالو تا کہ باطن ظاہر کے موافق ہو جائے اور آیات آفاق کی معرفت کا مقتضیٰ حیوان ظاہر کی قربانی سے اور آیات النفس کی معرفت کا مدعیٰ حیوان باطن کی قربانی سے پورا ہو جائے۔ (مقالات سعیدی ص 334)

باب ششم

اعتراضات وجوابات

کیاقربانی صرف حج کے لیے مشروع ہے؟

اعتراض: منکرین قربانی کہتے ہیں کہ قربانی صرف حج کے لیے مشروع ہے، ہر سال ہر شہر میں قربانی کرنا نا تو سنت ابراہیمی ہے اور نہ ہی سنت محمدی۔

جواب: اولاً یہ ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں مطلقاً فرمایا قربانی کرو، حج کے ساتھ مقید نہیں کیا۔

چنانچہ ارشاد ہوا: "فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ"ترجمہ: اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو (الکوثر 2)

اور احادیث میں اس عموم کی تائید موجود ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: "كَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيۡہِ وَسَلَّمَ يَذۡبَحُ وَيَنۡحَرُ بِالۡمُصَلَّى"

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عیدگاہ میں ذبح ونحر فرماتے تھے (بخاری، رقم الحدیث 5552)

اس حدیث کے تحت حکیم الامت **مفتی احمد یار خان نعیمی** رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں"خیال رہے یہ عیدگاہ مدینہ پاک کی تھی نہ کہ مکہ معظّمہ کی، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظّمہ میں نہ کبھی عید پڑھی نہ عید کی قربانی کی۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ قربانی صرف مکہ معظّمہ میں ہے" (مرآۃ المناجیح 2/361)

اس بات کی تائید ان حدیثوں سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: (**أَقَامَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيۡہِ وَسَلَّمَ بِالۡمَدِينَةِ عَشۡرَ سِنِينَ يُضَحِّي كُلَّ سَنَةٍ**)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں دس سال تک قیام کیا (اس درمیان صرف ایک حج کیا لیکن) قربانی ہر سال کرتے رہے۔ (ترمزی رقم الحدیث 1507)

حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا: (صَلَّی بِنَا النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ النَّحْرِ بِالْمَدِینَةِ، فَتَقَدَّمَ رِجَالٌ، فَنَحَرُوا، وَظَنُّوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ نَحَرَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ نَحَرَ قَبْلَهُ أَنْ یُعِیدَ بِنَحْرٍ آخَرَ، وَلَا یَنْحَرُوا حَتَّی یَنْحَرَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں عید کی نماز پڑھائی، کچھ لوگوں نے جلدی کی اور قربانی کر لی، ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کر لی ہے۔ رسول اللہ نے حکم دیا کہ جس نے قربانی کر لی وہ ایک اور قربانی کرے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی قربانی نہ کرے (مسلم، رقم الحدیث 1964/5083)

حضرت انس رضی اللہ فرماتے ہیں: (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحَرَ سَبْعَ بَدَنَاتٍ بِیَدِهِ قِیَامًا، وَضَحَّی بِالْمَدِینَةِ بِکَبْشَیْنِ أَقْرَنَیْنِ أَمْلَحَیْنِ)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے سات اونٹ کھڑے ہو کر نحر کیا اور مدینہ میں دو سینگ والے مینڈھوں کی قربانی کی جن کا رنگ سیاہ اور سفید تھا۔ (ابو داؤد، رقم الحدیث 2793)

ان حدیثوں سے ظاہر ہو گیا کہ قربانی کا حکم صرف حجاج اور مکہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ حکم ہر صاحب نصاب مسلمان کے لئے ہر شہر میں ہے۔

ثانیاً قربانی سنت ابراہیمی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کی وجہ سے "سُنَّةُ أَبِیکُمْ إِبْرَاهِیمَ" قربانی تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ (ابن ماجہ، رقم الحدیث 3027)

اور سنت ابراہیمی کی پیروی حجاج و غیر حجاج دونوں پر لازم ہے قرآن مجید میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا (اَنِ اتَّبِعِ مِلَّةَ اِبْرٰهِیمَ حَنِیفًا) ترجمہ: دین ابراہیم کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ تھا (النحل 123)

جب سنت ابراہیمی کی پیروی حجاج و غیر حجاج دونوں پر لازم ہے تو قربانی بھی دونوں پر لازم ہوگی۔

(ملخصاً تفسیر تبیان القرآن، ج9، ص941)

کیا قربانی کرنے سے بہتر جانور کی قیمت قومی فنڈ میں دینا یا خیرات کرنا ہے؟

اعتراض: آج کل کچھ مسلم نما ملحد کہتے ہیں کہ قربانی کے جانور ذبح کرنے سے زیادہ اچھا تو قربانی کے جانور کی

قیمت کسی قومی فنڈ میں دے دی جائے یا خیرات کردی جائے۔

جواب: اللہ تبارک وتعالی نے انسان ہی کے لئے دنیا اوراس کی تمام چیزیں، زمین وآسمان، چاندوسورج اور ستارے، جمادات ونباتات اورحیوانات، آب وآتش وغیرہ پیدافرمایا، انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا۔قرآن مجید میں ہے(**وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا**) **ترجمۂ کنزالایمان:** اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کرسکو گے۔(النحل 18)

اورانسان کو اللہ تبارک وتعالی نے اپنی عبادت وبندگی کے لئے پیدا فرمایا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے (**وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ**) **ترجمۂ کنزالایمان:** اور میں نے جِنّ اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔ (الذاریات56)

عبادت وبندگی کس کو کہتے ہیں؟ جوزندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق گزرے اسے عبادت وبندگی کہتے ہیں۔

اللہ کی رضا کے حصول کے لئے بعض اوقات مال ودولت، جاہ وحشمت، جسم وجان تک قربان کرنے پڑتے ہیں۔اوراللہ تعالیٰ کی رضا قربانی کے ایام میں جانور کو ذبح کرنے میں ہی ہے

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے (**مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ**)

ترجمہ: قربانی کے دن آدمی کا کوئی عمل اللہ عزوجل کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔

(ترمذی، رقم الحدیث 1493)

جب ایام قربانی میں رضائے الٰہی قربانی کرکے ہی حاصل ہوتی ہے تو اگر کوئی قربانی نہ کرے اس کا پیسہ کہیں اور خرچ کرے تو رضائے الٰہی حاصل نہیں ہوسکتی۔

علامہ عبدالمصطفی اعظمی علیہ الرحمہ اس اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں: **مسلمانو!** ان عقل کے یتیموں کو جو اردو کے چند رسائل پڑھ کر اپنے آپ کو امام ابوحنیفہ سے صرف جو بھر چھوٹا سمجھنے لگتے ہیں۔کون سمجھائے؟ کہ کیا عقل کے نزدیک قانون اور طریقہ کار کا بھی کوئی رتبہ ومقام ہے یا نہیں؟

ذراغور تو کیجئے کہ گورنمنٹ نے یہ قانون اور طریقہ کار مقرر کیا ہے کہ اگر تم کو بیع نامہ کی دستاویز لکھنی ہو تو جتنی مالیت کی جائیداد ہے اسی حساب سے سرکاری اسٹامپ خرید کر اس بیع نامہ کی دستاویز لکھو۔اب اگر کوئی شخص اسٹامپ کی

قیمت سے زیادہ قیمتی نوٹوں پر کوئی دستاویز لکھ دے اور کہے کہ ہم نے اسٹامپ سے زیادہ قیمتی کاغذ پر یہ دستاویز لکھی ہے تو کیاعدالت میں قانوناً یہ درست قرار دی جاسکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ یہ دستاویز ہرگز عدالت میں قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح موٹر اور ہوائی جہاز بنانے والے نے یہ قانون اور طریقہ کار مقرر کیا ہے کہ یہ پٹرول ہی سے چل سکتے ہیں۔ اب اگر کوئی ترقی یافتہ احمق موٹر اور ہوائی جہاز کی ٹنکی میں عطر شمامۃ العنبر بھر کر اسٹارٹ کرنا چاہے اور اپنی حماقت سے یہ کہے کہ میں نے اس کی ٹنکی میں پٹرول سے زیادہ قیمتی چیز ڈال دی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ دنیا اس کے بارے میں یہی کہے گی کہ شاید اس کے دماغ کی مشینری کا کوئی پرزہ ڈھیلا پڑ گیا ہے یا اس کی ترقی پسند طبیعت کا جانور اس کی عقل کی کھیتی چر گیا ہے۔

برادران ملت! خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جس طرح بیع نامہ دستاویز اسٹامپ پر لکھی جاسکتی ہے۔ نوٹ پر نہیں لکھی جاسکتی، اور جس طرح موٹر اور جہاز پٹرول ہی سے چل سکتے ہیں۔ عطر سے نہیں چل سکتے۔ اس طرح اسلام کی تمام عبادتیں بھی اس وقت عبادت شمار کی جائیں گی۔ جب وہ اسلامی قانون اور شرعی طریقہ کار کے مطابق ادا کی جائیں۔ چنانچہ قربانی بھی اس وقت اسلامی قربانی شمار ہوگی اور اس پر اجر وثواب ملے گا۔ جب قربانی اسلام کے بنائے ہوئے قانون اور شرعی طریقہ کار کے مطابق کی جائے گی اور اسلام نے قربانی کو (مِن اِھْرَاقِ الدَّم) کہہ کر یہ بتا دیا کہ جب تک جانور کو ذبح نہیں کیا جائے گا اس وقت تک قربانی کا اجر وثواب نہیں مل سکتا۔ اب اگر کوئی شخص قربانی کے جانور کی قیمت کو خیرات کر کے قربانی کا ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص بیع نامہ کی دستاویز نوٹ پر لکھ رہا ہے یا موٹر کی ٹنکی میں عطر بھر کر چلانا چاہتا ہے۔

بہرحال میرے بزرگو اور بھائیو! اللہ ورسول کا یہی حکم ہے کہ عیدالاضحیٰ کی قربانی کا ثواب عظیم اسی صورت میں حاصل کیا جاسکتا ہے کہ عبادت کی نیت سے اخلاص کے ساتھ قربانی کے جانور کو ذبح کیا جائے۔ قربانی کے جانور کی قیمت خیرات کرنے یا قومی فنڈ میں دینے سے ہرگز ہرگز قربانی کا نہ ثواب ملے گا نہ قربانی کا واجب ادا ہوگا۔

(حقانی تقریریں ص233-234)

قربانی کے ایام تین دن یا چار دن ھیں؟

اعتراض: وہابیوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قربانی تین دن نہیں بلکہ چار دن ہے اور اس پر یہ حدیث بھی دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہے (حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ، وَقَالَ: "كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ)

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنہ نے حضور علیہ السلام سے روایت کیا کہ تمام ایام تشریق میں قربانی کر سکتے ہیں۔

جواب: قربانی کے ایام تین ہیں۔

احکام القرآن الکریم میں ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ المصری المعروف بالطحاوی (المتوفی 321 ھ) بسند صحیح روایت کرتے ہیں: " قد حَدَّثَنَا فَهْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ مَيْسَرَةَ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: "الْأَضْحَى ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ"

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: قربانی کے دن تین ہیں۔

(أحكام القرآن الكريم، جلد2، صفحه205، مركز البحوث الإسلامية التابع لوقف الديانة التركي، استنبول)

احکام القرآن الکریم میں امام طحاوی روایت کرتے ہیں: " قَدْ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي عِمْرَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّيْمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ حَجَّتِهِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: " النَّحْرُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ"

ترجمہ: حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: قربانی کے دن تین ہیں۔

(أحكام القرآن الكريم، جلد2، صفحه205، مركز البحوث الإسلامية التابع لوقف الديانة التركي، استنبول)

مزید احکام القرآن الکریم میں امام طحاوی (المتوفی 321 ھ) روایت کرتے ہیں: "قَدْ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ السَّدُوسِيُّ عَارِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَارِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ، قَالَ:

حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: "يُضَحَّى بَعْدَ النَّحْرِ بِيَوْمَيْنِ"

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: قربانی کے دن پہلے دن کے بعد دو ہیں۔

(أحكام القرآن الكريم، جلد2، صفحہ205، مركز البحوث الإسلامية التابع لوقف الديانة التركي، استنبول)

دلائل احناف میں ہے: ۔بقیہ راوی ثقہ ہیں۔ابو عارم کے متعلق کچھ ملا نہیں لیکن محمد بن الفضل نے ابو ہلال سے بھی روایت کیا ہے اور السنن الکبری للبیہقی میں ایک دوسری سند سے بھی حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے یہی مروی ہے "أَخْبَرَنَا أَبُو نَصْرِ بْنُ قَتَادَةَ، أنبأ أَبُو عَمْرِو بْنُ نُجَيْدٍ، أنبأ أَبُو مُسْلِمٍ، ثنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَمَّادٍ، ثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: "الذَّبْحُ بَعْدَ النَّحْرِ يَوْمَانِ"

(السنن الكبرى، كتاب الضحايا، باب من قال الأضحى يوم النحر ويومين بعده، جلد9، صفحہ500، دار الكتب العلمية، بيروت)

موطأ امام مالک میں مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی (المتوفی 179ھ) صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: " أخبرنا أَبُو مُصْعَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كان يقول: الأَضْحَى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الأَضْحَى - قَالَ مَالِكٌ: إِنَّهُ بَلَغَهُ أن عَلِيَّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كان يقول ذَلِكَ"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: قربانی کے دن پہلے دن کے بعد دو ہیں۔امام مالک نے فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

(موطأ الإمام مالك، كتاب المناسك، باب أيام الأضحى، جلد1، صفحہ536، مؤسسة الرسالة، بيروت)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ابوبکر بن ابی شیبہ (المتوفی 235ھ) رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ مَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ أَوْ مَالِكِ بْنِ مَاعِزٍ الثَّقَفِيِّ" کی سند کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا " النَّحْرُ فِي هَذِهِ الثَّلَاثَةِ أَيَّامٍ" ترجمہ: قربانی ان تین دنوں میں ہے۔(الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار، كتاب الحج، في الرجل يشترى البدنة فتضل فيشترى غيرها، جلد3، صفحہ304، مكتبة الرشد، الرياض)

اسی طرح **مصنف ابن ابی شیبہ** میں حضرت مکحول، حضرت سلیمان بن موسی، حضرت حسن بصری، حضرت ابراہیم

رضی اللہ تعالی عنہم سے بھی یہی روایات مروی ہیں کہ قربانی کے دن تین ہیں۔

وہابیوں کے نزدیک قربانی کے دن چار ہیں دلیل کے طور پر جس حدیث کو پیش کرتے ہیں وہ ضعیف ہے۔ وہ مسند احمد کی یہ روایت ہے "حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ، وَقَالَ: "كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ". قال إسناده ضعيف"

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنہ نے حضور علیہ السلام سے روایت کیا کہ تمام ایام تشریق میں قربانی کر سکتے ہیں۔ کہا اس کی سند ضعیف ہے۔

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند المدنيين، حديث جبير بن مطعم رضى الله تعالى عنه، جلد 4، صفحه 82، مؤسسة قرطبة، القاہرة)

اس کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ منقطع حدیث ہے، سلیمان نے جبیر بن مطعم کو نہیں پایا۔ اس کے اور بھی جو متابعات ہیں سب ضعیف ہیں۔

عمدۃ القاری میں ابو محمد محمود بن احمد الحنفی بدر الدین العینی (المتوفی 855ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "من قَالَ: الْأَضْحَى يَوْم النَّحْر وَثَلَاثَة أَيَّام بِمَا رُوِيَ فِي صَحِيح ابْن حبَان من حَدِيث جُبَير بن مطعم: أَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، قَالَ: (كُلُّ فِجَاجِ مِنًى مَنْحَرٌ، وَفِي كُلِّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ). قلت: هَذَا رَوَاهُ أَحْمد وَابْن حبَان من حَدِيث عبد الرَّحْمَن بن أبي حُسَيْن عَن جُبَير بن مطعم، وَقَالَ الْبَزَّار فِي مُسْنده لم يلق ابْن أبي حُسَيْن جُبَير بن مطعم فَيكون مُنْقَطِعًا. فَإِن قلت: أخرجه أَحْمد أَيْضا وَالْبَيْهَقِيّ عَن سُلَيْمَان بن مُوسَى عَن جُبَير عَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم. قلت: قَالَ الْبَيْهَقِيّ: سُلَيْمَان بن مُوسَى لم يدْرك جُبَير بن مطعم. فَيكون مُنْقَطِعًا. فَإِن قلت: أخرج ابْن عدي فِي (الْكَامِل) عَن مُعَاوِيَة بن يحيى الصَّدَفِي عَن الزُّهْرِيّ عَن ابْن الْمسيب عَن أبي سعيد الْخُدْرِيّ، رَضِي الله عَنهُ، عَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: أَيَّام التَّشْرِيق كلهَا ذبح. قلت: مُعَاوِيَة بن يحيى ضعفه النَّسَائِيّ وَابْن معِين وَعلي بن الْمَدِينِيّ، وَقَالَ ابْن أبي حَاتِم فِي (كتاب الْعِلَل) قَالَ أبي هَذَا حَدِيث مَوْضُوع بِهَذَا الْإِسْنَاد. فَإِن قلت: أخرج الْبَيْهَقِيّ من حَدِيث طَلْحَة بن عَمْرو عَن عَطاء

عَن ابْن عَبّاس. قَالَ: الْأَضْحى ثَلَاثَة أَيّام بعد يَوْم النَحْر. قلت: خرج الطَحَاوِيّ بِسَنَد جيد عَن ابْن عَبّاس، رَضِي الله تَعَالَى عَنهُمَا. قَالَ: الْأَضْحى يَوْمَانِ بعد يَوْم النَحْر، ولأصحابنا الْحَنَفِيَّة مَا رَوَاهُ الْكَرْخِي فِي (مُخْتَصره) حَدثنَا أَبُو بكر مُحَمَّد بن الْجُنَيْد قَالَ: حَدثنَا أَبُو خَيْثَمَة قَالَ: حَدثنَا هشيم قَالَ: أخبرنَا ابْن أبي ليلى عَن الْمنْهَال بن عَمْرو عَن زر بن حُبَيْش وَعبادَة بن عبد الله الْأَسدي عَن عَليّ، رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ، أَنه كَانَ يَقُول أَيَّام النَحْر ثَلَاثَة أَيَّام أَولهنَّ أفضلهن، وَعَن ابْن عَبّاس وَابْن عمر رَضِي الله تَعَالَى عَنْهُم، قَالَا: النَّحْر ثَلَاثَة أَيّام أَولهَا أفضلهَا"

ترجمہ: جو کہے کہ قربانی پہلے دن اور مزید بعد کے تین دن تک ہے کہ صحیح ابن حبان میں حضرت جبیر بن مطعم سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام درّہ منی قربان گاہ ہے اور تمام ایام تشریق قربانی کے دن ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث امام احمد اور ابن حبان نے عبدالرحمن بن ابی حسین کے طریق سے حضرت جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے اور امام بزار نے اپنی مسند میں فرمایا کہ ابن ابی حسین حضرت جبیر بن مطعم سے نہیں ملے تو یہ حدیث منقطع ہوگئی۔ اگر تو کہتا ہے کہ امام احمد نے اسی طرح اور بیہقی نے سلیمان بن موسی کے طریق سے حضرت جبیر بن مطعم کے حوالے سے حضور علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی نے فرمایا: سلیمان بن موسی نے جبیر بن مطعم کو نہیں پایا تو یہ حدیث بھی منقطع ہوئی۔ اگر تو کہتا ہے کہ ابن عدی نے کامل میں معاویہ بن یحیٰ صدفی سے زہری سے ابن مسیب کے حوالے سے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام ایام تشریق قربانی کے دن ہیں۔

میں کہتا ہوں: معاویہ بن یحیٰ ضعیف ہیں امام نسائی اور ابن معین اور علی بن مدینی نے ضعیف کہا۔ ابن ابی حاتم نے کتاب العلل میں فرمایا کہ میرے والد نے فرمایا: یہ حدیث اس سند کے ساتھ موضوع ہے۔ اگر تو کہتا ہے کہ امام بیہقی نے روایت کیا حدیث طلحہ بن عمرو میں عطاء کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ انہوں نے فرمایا: قربانی کے دن پہلے دن کے بعد تین دن ہیں۔ میں کہتا ہوں ہے امام طحاوی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: قربانی کے دن پہلے دن کے بعد دو دن ہیں اور ہمارے اصحاب حنفیہ کی

دلیل جس کوامام کرخی نے اپنی مختصر میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے تھے :قربانی کے دن تین ہیں پہلا دن افضل ہے۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہم نے فرمایا: قربانی کے ایام تین دن ہیں، پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے۔ (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، باب من قال الأضحى يوم النحر، جلد 21، صفحه 148، دار إحياء التراث العربي، بيروت بحواله دلائل احناف ص 539-542)

خودغیر مقلدوں کے مستند عالم زبیر علی زئی وغیرہ نے بھی یہ اقرار کیا ہے کہ قربانی تین ہی دن ہے چار دن نہیں۔ جیسا کہ غیر مقلد زبیر علی زئی نے لکھا: ''سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ اور جمہور صحابہ کرام کا یہی قول ہے کہ قربانی کے تین دن (عیدالاضحیٰ اور دو دن بعد) ہیں، ہماری تحقیق میں یہی راجح ہے اور امام مالک وغیرہ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔

(ماهنامه الحديث حضرو، شماره نمبر 44، جنوری 2008ء بحواله قربانی 154، اویسی بک سٹال، گوجرانواله)

غیر مقلد غلام **مصطفی ظہیر امن پوری** نے لکھا: ''حدیث ''کل ایام التشریق ذبح'' (ایام تشریق سارے کے سارے قربانی کے دن ہیں) جمیع سندوں کے ساتھ ضعیف ہے، راجح قول یہ ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں۔

(ماهنامه السنه جهلم، شماره نمبر 14، ص 29 تا 31، دسمبر 2009ء بحواله قربانی، ص 173، اویسی بک سٹال، گوجرانواله) (حضرت ابراهیم اور سنت ابراهیمی ص 34-35)

بھینس کی قربانی جائز ہے یا ناجائز؟

اعتراض: وہابی یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ بھینس کی قربانی جائز نہیں ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ بھینس کی قربانی کا ثبوت قرآن وحدیث میں کہیں نہیں ہے۔

جواب: بھینس کی قربانی جائز ہے۔اس کے جواز پر قرآن وحدیث، اجماع امت اور اقوال فقہاء سے دلیل موجود ہے۔

قرآن پاک کے لفظ ''الانعام'' اور حدیث پاک کے لفظ ''بقرة'' کے عموم کے تحت بھینس بھی آتی ہے۔ لہذا ''انعام'' یا ''بقرة'' کے تحت جو بھی جانور آئیں گے ان کی قربانی جائز ہوگی۔ اس پر شروع سے امت کا اجماع ہے۔

الاجماع میں ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری (المتوفی 319ھ) فرماتے ہیں ''وأجمعوا على أن

حکم الجوامیس حکم البقر"

ترجمہ: اس پر اجماع ہے کہ بھینس کا حکم گائے کی طرح ہے۔ (الإجماع، کتاب الزکوۃ صفحہ45، دار المسلم)

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور صحابہ کے دور میں بھینس کی قربانی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں بھینس نہیں پائی جاتی تھی بلکہ اونٹ، گائے یا بکری ہی ہوا کرتی تھی۔ جب تابعین کا دور آیا اور بھینس سے وہ متعارف ہوئے تو انہوں نے اسے بھی گائے میں شمار کیا۔

اس مسئلہ پر تفصیلی کلام پیش خدمت ہے:۔

قرآن پاک میں اللہ عزوجل نے جب قربانی کا ذکر فرمایا تو اس میں ''بھیمۃ الانعام (بے زبان چوپائے)'' کا لفظ استعمال فرمایا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے (**وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ**)

ترجمہ کنزالایمان: اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر۔ (سورۃ الحج، آیت نمبر 34)

دوسرے مقام پر الانعام کی تفصیل بیان فرمائی کہ اس میں جانوروں کے چار جوڑے شامل ہیں۔ چنانچہ سورۃ الانعام میں ارشاد فرماتا ہے "**وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا-كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ-اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ(۱۴۲) ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ-مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ-قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ-نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ(۱۴۳)**"

ترجمۂ کنزالایمان: اور مویشی میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین پر بچھے۔ کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمہیں روزی دی اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ آٹھ نر اور مادہ ایک جوڑا بھیڑ کا اور ایک جوڑا بکری کا۔ تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نر حرام کئے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہیں، کسی علم سے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ (سورۃ الأنعام، آیت نمبر 142-143)

اس آیت مبارکہ میں اللہ عزوجل نے گائے کو "**انعام**" میں شمار کیا ہے۔ اور تفاسیر میں اس کے تحت لکھا ہے کہ

بھینس بھی "**انعام**"یعنی انہیں آٹھ جانوروں میں داخل ہے۔

چنانچہ **تفسیر ابن ابی حاتم** اور **تفسیر درمنثور** میں ہے: " **حَدَّثَنَا أَبِي، ثنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ صَالِحٍ الْعَتَكِيُّ، ثنا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الرُّؤَاسِيُّ، عَنْ حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ لَيْثِ بْنِ أَبِي سُلَيْمٍ، قَالَ: »الْجَامُوسُ وَالْبُخْتِيُّ مِنَ الْأَزْوَاجِ الثَّمَانِيَةِ«** "

ترجمہ: حضرت لیث بن ابی سلیم سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ بھینس اور بختی اونٹ ازواج ثمانیہ (یعنی آٹھ نر اور مادہ) میں سے ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، جلد5، صفحہ1403، مکتبۃ نزار مصطفی الباز، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ)

مشہور محدث **علامہ نووی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں: کہ بھینس "**انعام**" کے تحت داخل ہے اور اس کی قربانی جائز ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب **المجموع شرح المہذب** میں لکھتے ہیں "**فَشَرْطُ الْمُجْزِئِ فِي الْأُضْحِيَّةِ أَنْ يَكُونَ مِنْ الْأَنْعَامِ وَهِيَ الْإِبِلُ وَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ سَوَاءٌ فِي ذَلِکَ جَمِيعُ أَنْوَاعِ الْإِبِلِ مِنْ الْبَخَاتِيِّ وَالْعِرَابِ وَجَمِيعِ أَنْوَاعِ الْبَقَرِ مِنْ الْجَوَامِيسِ وَالْعِرَابِ والدربانية**"

ترجمہ: امام نووی نے **المجموع** میں فرمایا: قربانی میں جو جانور کفایت کرتا ہے اس کے لئے شرط ہے کہ وہ "**انعام**" کے قبیل سے ہو اور اس سے مراد اونٹ، گائے اور بکری ہے۔ اس حکم میں اونٹ کی تمام اقسام یعنی بخاتی اور عربی اور گائے کی تمام انواع یعنی بھینسیں، عربی گائے اور دربانی وغیرہ شامل ہیں۔

(المجموع شرح المہذب، جلد8، صفحہ393، دار الفکر بیروت)

الموسوعہ فقہیہ کویتیہ میں "**الانعام**" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: "**وَهُوَ اسْمٌ يَتَنَاوَلُ ثَلَاثَةَ أَنْوَاعٍ هِيَ: الْإِبِلُ، وَالْبَقَرُ، وَالْغَنَمُ، سَوَاءٌ أَكَانَتِ الْبَقَرُ عِرَابًا أَمْ جَوَامِيسَ**"

ترجمہ: اور الانعام وہ اسم (لفظ) ہے جو تین قسموں یعنی اونٹ، گائے اور بکری کو شامل ہے برابر ہے وہ گائے عربی ہو یا بھینس ہو۔ (الموسوعہ فقہیہ کویتیہ، جلد5، صفحہ133، دار السلاسل کویت)

تو معلوم ہوا کہ "**الانعام**" جس کی قربانی اللہ عزوجل نے جائز فرمائی اس میں بھینس بھی داخل ہے لہذا اس کی قربانی بھی درست ہے۔

کئی آثار میں اس کی صراحت ہے چنانچہ **مسند الفردوس** میں امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی ہمدانی (المتوفی 509 ھ) روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "**عن علی بن ابی طالب : الجاموس تجزي عَن سَبْعَة فِي الأُضْحِية**"

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ بھینس قربانی میں سات افراد کی طرف سے کافی ہے۔

(الفردوس بماثور الخطاب، باب الجيم، جلد2، صفحه124، دار الكتب العلميه، بيروت)

اسی طرح تابعین و تبع تابعین مثلا حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام سفیان ثوری، امام مالک اور امام حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہم سے مروی ہے چنانچہ **المدونہ** میں مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی (المتوفی 179 ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "**وَقَالَ سُفْيَانُ وَمَالِكٌ: إنَّ الْجَوَامِيسَ مِنْ الْبَقَرِ. قَالَ ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ رَجُلٍ عَنْ الْحَسَنِ مِثْلَهُ**"

ترجمہ: امام سفیان ثوری اور امام مالک فرماتے ہیں کہ بھینس بھی گائے (کی قسم) میں سے ہے۔ ابن مہدی نے عبدالوارث بن سعید سے وہ ایک اور شخص سے اور وہ حسن بصری سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں۔

(المدونة، كتاب الزكاة الثاني، زكاة البقر، جلد1، صفحه355، در الكتب العلميه، بيروت)

مصنف عبدالرزاق میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے: ("**عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ يُونُسَ قَالَ: »....... وَتُحْسَبُ الْجَوَامِيسُ مَعَ الْبَقَرِ**)

ترجمہ: بھینس کو گائے کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔

(المصنف كتاب الزكوة، باب البقر، جلد4، صفحه24، المجلس العلمي الهند)

الاموال لابن زنجویہ میں ابواحمد حمید بن مخلد بن قتیبہ بن عبداللہ الخرسانی المعروف بابن زنجویہ (المتوفی 251ھ) روایت کرتے ہیں: "**عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، كَتَبَ »أَنْ تُؤْخَذَ صَدَقَةُ الْجَوَامِيسِ كَمَا تُؤْخَذُ صَدَقَةُ الْبَقَرِ«**"

ترجمہ: ابن شہاب سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لکھا کہ بھینس میں بھی زکوۃ لی جائے گی جیسے

گائے میں لی جاتی ہے۔(الأموال لابن زنجويه، جلد2، صفحه 851، مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية، السعودية)

مزید روایت کرتے ہیں: " سُئِلَ عَطَاءُ الْخُرَاسَانِيُّ عَنْ صَدَقَةِ الْجَوَامِيسِ، فَقَالَ: »هِيَ بِمَنْزِلَةِ الْبَقَرِ«"

ترجمہ: عطاءخراسانی سے بھینس کی زکوۃ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ بمنزلہ گائے کے ہے۔

(الأموال لابن زنجويه، جلد2، صفحه 851مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية، السعودية)

اہل لغت اس بات پر متفق ہیں کہ **بھینس بھی بقرۃ یعنی گائے** کی جنس سے تعلق رکھتی ہے اوراس کی ایک نوع وقسم ہے یعنی لفظ بقرۃ گائے اور بھینس دونوں کو شامل ہے

چنانچہ عربی زبان کی مشہور کتاب **لسان العرب** میں ہے **"جاموس: نوع من البقر"**

ترجمہ: بھینس گائے کی ایک نوع (یعنی قسم ہے) (لسان العرب، جلد6، صفحه، 43، دار صادر، بيروت)

تاج العروس میں ہے **"الجاموس: نوع من البقر"**

ترجمہ: بھینس گائے کی ایک نوع ہے۔ (تاج العروس، جلد15، صفحه513، دار الهدايه)

یونہی **معجم الوسیط** میں ہے **"(الجاموس) حيوان أهلي من جنس البقر"** ترجمہ: بھینس ایک پالتو جانور ہے جوگائے کی جنس سے تعلق رکھتا ہے۔ (المعجم الوسيط، جلد1، صفحه134، دار الدعوة)

اسی طرح فقہاء کرام بھی بھینس کو گائے کی جنس سے ہی شمار کرتے ہیں چنانچہ **ہدایہ** اوراس کی شرح **البنایہ** میں ہے: **"(والثني منها ومن المعز ابن سنة، ومن البقر ابن سنتين، ومن الإبل ابن خمس سنين، ويدخل في البقر الجاموس؛ لأنه من جنسه) ... وقال في " خلاصة الفتاوى ": والجاموس يجوز في الهدايا والضحايا استحسانا"**

ترجمہ: بھیڑاوربکری میں سے ثنیہ جانور وہ ہوتا ہے جوایک سال کا ہوجائے اورگائے وہ جودوسال کی ہوجائے اوراونٹ وہ جو پانچ سال کا ہوجائے۔اورگائے میں بھینس بھی داخل ہے کیونکہ بھینس بھی گائے کی جنس میں سے ہے۔اور خلاصۃ الفتاوی میں ہے: ہدی اورقربانی میں استحساناً بھینس بھی جائز ہے۔

(البنایہ، کتاب الاضحبہ، جلد12، صفحہ48، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

تمام مذاہب والوں کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ بھینس کی قربانی جائز ہے

چنانچہ **الموسوعہ الفقہیہ الکویتیہ** میں ہے: "(الشَّرْطُ الأَوَّل) وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْمَذَاهِبِ: أَنْ تَكُونَ مِنَ الأَنْعَامِ، وَهِيَ الإِبِل عِرَابًا كَانَتْ أَوْ بَخَاتِيَّ، وَالْبَقَرَةُ الأَهْلِيَّةُ وَمِنْهَا الْجَوَامِيسُ"

ترجمہ: قربانی کی پہلی شرط وہ ہے کہ جو تمام مذاہب میں متفق علیہ ہے وہ یہ ہے کہ قربانی کا جانور انعام (یعنی چوپایہ) کی قسم میں سے ہونا چاہیے اور وہ اونٹ ہے چاہے عربی ہو یا بخاتی، اور گھریلو (پالتو) گائے ہے جس میں بھینس بھی ہے۔ (الموسوعۃ الفقھیہ کویتیہ، جلد5 صفحہ، 81، دار السلاسل کویت)

نیز بھینس کی قربانی جائز ہونے کا غیر مقلدین کے پیشوا خود بھی اعتراف کرتے ہیں۔

چنانچہ **ابن تیمیہ** نے لکھا ہے: "وَالْجَوَامِيس": بِمَنْزِلَةِ الْبَقَرِ حَكَى ابْنُ الْمُنْذِرِ فِيهِ الإِجْمَاعَ"

ترجمہ: بھینس بمنزلہ گائے ہیں۔ ابن منذر نے بیان کیا کہ اس میں اجماع ہے۔

(مجموع الفتاوی جلد25، صفحہ37 مجمع الملک فھد لطباعۃ المصحف الشریف، المدینۃ النبویۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ)

مجموع فتاوی و رسائل فضیلت الشیخ محمد بن صالح عثیمین میں عثیمین صاحب فتوی دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

(الجاموس نوع من البقر۔۔الجاموس لیس معروفا عند العرب")

ترجمہ: بھینس گائے کی قسم ہے۔ عرب میں بھینس معروف نہیں تھی۔

(مجموع فتاوی و رسائل فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین، جلد25، صفحہ34، دار الوطن، دار الثریا)

فتاوی ثنائیہ میں ہے: ''عرب کے لوگ بھینس کو بقر (گائے) میں داخل سمجھتے ہیں۔

تشریح: حجاز میں بھینس کا وجود ہی نہ تھا، پس اس کی قربانی نہ سنت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ تعامل صحابہ سے۔ ہاں اگر اس کو جنس بقر سے مانا جائے جیسا کہ حنفی کا قیاس ہے (کما فی الھدایہ) یا عموم بھیمۃ الانعام پر نظر ڈالی جائے تو حکم جواز قربانی کے لئے علت کافی ہے۔"

(فتاوی ثنائیہ، جلد1، صفحہ810، ماخوذ از قربانی، صفحہ183، اویسی بک اسٹال، گوجرانوالہ)

حافظ محمد گوندلوی صاحب سے بھینس کی قربانی کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے کہا: ''بھینس بھی بقر میں شامل

ہے۔اس کی قربانی جائز ہے۔" (ہفت روزہ الاعتصام' لاہور، ستمبر 1968ء)

وہابیوں کی ویب سائیٹ پر ہے:

کیا بھینس کی قربانی جائز ہے؟

شروع از M Aamir بتاریخ 04 June 2013 08:15

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا بھینس کی قربانی جائز ہے؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته الحمد لله والصلاة والسلام علی رسول الله اما بعد! جائز ہے کیونکہ بھینس اور گائے کا ایک ہی حکم ہے۔ (فتاوی ستاریہ جلد 3 ص 2)

فتاوی علمائے حدیث

جلد 13 ص 47

محدث فتوی

(http//:www.urdufatwa.com/index.php/Knowledgebase/Article/View/3407/0/)

(ماخوذ از دلائل احناف ص 542-547)

اونٹ اور گائے میں کتنے لوگ شریک ہوسکتے ہیں؟

اعتراض: کچھ وہابی یہ کہتے ہیں کہ اونٹ اور گائے وغیرہ میں دس لوگ شریک ہو سکتے ہیں (یعنی دس لوگوں کی طرف سے قربانی ہوسکتی ہے) اور اس کے ثبوت میں کچھ روایت بھی پیش کرتے ہیں۔ ان کے دلائل کا کیا جواب ہے؟

جواب: اونٹ اور گائے کی قربانی میں صرف سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ احناف کے علاوہ دیگر جمہور فقہاء کا بھی اسی پر عمل ہے۔

جامع ترمذی میں ہے: (**عَنْ جَابِرٍ قَالَ: »نَحَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الحُدَيْبِيَةِ البَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ« وَفِي البَابِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ.: »حَدِيثُ جَابِرٍ**

حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ «وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ: يَرَوْنَ الجَزُورَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ")

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حدیبیہ والے سال حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی معیت میں گائے اور اونٹ کو سات سات افراد کی طرف سے ذبح کیا۔اس بارے میں حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی بھی روایتیں ہیں۔حضرت جابر کی یہ روایت حسن صحیح ہے۔اہل علم صحابہ کرام علیہم الرضوان اور دیگر کے نزدیک یہی بات قابل عمل ہے کہ گائے اور اونٹ صرف سات ہی کی طرف سے کفایت کریں گے،اور یہی سفیان ثوری، شافعی اور احمد کا مذہب ہے علیہم الرحمۃ۔

(جامع الترمذی، باب ماجاء في الاشتراک في البدنة والبقرة، ج3، ص239، دار الغرب الاسلامی بیروت)

سنن ابی داؤد میں ہے: (حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ«)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا: گائے اور اونٹ کی قربانی سات افراد کی طرف سے ہوسکتی ہے۔

(سنن أبی داود، کتاب الضحایا، بات في البقر والجزور عن کم تجزء؟، ج3، ص98، رقم الحدیث، 2809، بیروت)

اور امام سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی 360ھ) روایت کرتے ہیں: (عن النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ، والْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ في الاضاحی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا :قربانیوں میں اونٹ اور گائے سات کی طرف سے کافی ہوسکتے ہیں۔

(المعجم الأوسط، ج6، ص182، مکتبہ دار الحرمین، قاھرہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ)) ترجمہ: اونٹ سات کی طرف سے ہے۔(الجامع الصغیر، ج1، ص5419، مکتبہ شاملہ، شرح معاني الاثار، عن

کم تجزئ في الضحايا، ج4، ص175، مطبوعه عالم الکتب، بیروت)

اس حدیث پاک کو مخالفین کے محقق البانی نے بھی صحیح کہا ہے۔(الجامع الصغیر، ج1، ص5419، مکتبہ شاملہ)

امام ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 585ھ) لکھتے ہیں: ''**وَلَا يَجُوزُ بَعِيرٌ وَاحِدٌ وَلَا بَقَرَةٌ وَاحِدَةٌ عَنْ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعَةٍ**''

ترجمہ: ایک اونٹ اور ایک گائے سات سے زیادہ افراد کی طرف سے قربانی کرنا جائز نہیں۔

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج5، ص70، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اونٹ کی قربانی میں بھی دس افراد شریک نہیں ہو سکتے، بعض روایات جو اس حوالے سے مروی ہیں، ان میں سے کوئی بھی قابل عمل نہیں، کوئی مؤول ہے، کسی کے راویوں پر کلام ہے، کسی کی متعارض دوسری روایت موجود ہے حتی کہ محدثین نے ان احادیث پر صاف الفاظ میں نسخ کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

چنانچہ ایک روایت یہ پیش کی جاتی ہے: (**عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »الْجَزُورُ فِي الْأَضْحَى عَنْ عَشَرَةٍ«**)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ''اونٹ'' قربانی میں دس افراد کی طرف سے کافی ہے۔ (المعجم الکبیر، ج10، ص163، مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ)

یہ روایت قابل عمل نہیں ہے۔ اس کی چند وجوہ ہیں:

وجہ اول: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے اس کے معارض یہ حدیث بھی مروی ہے کہ ''اونٹ'' قربانی میں سات افراد کی طرف سے کفایت کرتا ہے۔ چنانچہ یہ روایت امام طبرانی کی المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط اور علامہ سیوطی کی الجامع الصغیر میں ہے۔ اوپر معجم اوسط کے حوالے سے اسے ذکر کیا جا چکا ہے۔

وجہ دوم: اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کا اپنا موقف اس روایت کے خلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک اونٹ صرف سات اشخاص کی طرف سے قربان کیا جا سکتا ہے چنانچہ مخالفین کے معتمد ومستند امام ابن حزم ظاہری ''المحلی بالآثار'' میں نقل کرتے ہیں: ''**عَنْ ابْنِ فُضَيْلٍ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ**

عَلْقَمَةَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ الْبَقَرَةُ وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گائے اور اونٹ سات افراد کی طرف سے قربان کئے جائیں گے۔ (المحلی بالآثار، کتاب الاضاحی، مسألة یشترک في الأضحیة الواحدة الجماعة، ج6، ص47، دار الفکر، بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ اونٹ کو دس افراد کی طرف سے قربان کرنے والی حدیث خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی منسوخ یا کسی اور وجہ سے ناقابل عمل ہے جبھی تو آپ نے اس کے برخلاف قول کیا لہٰذا جب راوی خود ایک حدیث کو قابل عمل نہیں جانتے تو اسے بطور حجت پیش کرنا بھی درست نہیں۔

وجہ سوم: مذکورہ روایت ضعیف ہے، اس روایت کو مخالفین کے محقق" البانی نے بھی ضعیف کہا ہے۔

(الجامع الصغیر، ج1، ص6395، مکتبہ شاملہ)

ایک روایت جامع ترمذی کی ہے: ((عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: »كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَحَضَرَ الأَضْحَى، فَاشْتَرَكْنَا فِي البَقَرَةِ سَبْعَةً، وَفِي الجَزُورِ عَشَرَةً«: »هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ))

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے ساتھ تھے، قربانی کا وقت آگیا تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس دس افراد شریک ہوئے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن الترمذي، باب ماجاء في الاشتراك في البدنة والبقر، ج3، ص40، مکتبہ مصطفی البابي الحلبي)

یہ روایت بھی قابل عمل نہیں۔ اس کی چند وجوہ ہیں:

وجہ اول: اس روایت میں اضطراب ہے۔ کیونکہ صحیح ابن حبان میں یہی روایت شک کے ساتھ مروی ہے کہ سات افراد شریک ہوئے یا دس، جبکہ سات والی روایتیں یقینی ہیں لہذا سات والی روایات پر عمل کیا جائے گا اور شک والی روایت کو ترک کر دیں گے (اس جواب کا افادہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے مرقاۃ میں فرمایا ہے)۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب في الاضحیة، الفصل الثاني، ج3، ص1086، دار الفکر، بیروت)

صحیح ابن حبان کی وہ روایت یہ ہے: ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: »كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَحَضَرَ النَّحْرُ، فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً، وَفِي الْبَعِيرِ سَبْعَةً أَوْ عَشَرَةً«))

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ تھے قربانی کا وقت آیا تو ہم سات افراد ایک گائے میں اور سات یا دس افراد ایک اونٹ میں شریک ہوئے۔

(صحیح ابن حبان، بات الھدی، ذکر خبر ثان یصرح بإباحۃ ماذکرناہ، ج9، ص318، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

وجہ دوم: یہ حدیث حسن غریب ہے جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا اور سات والی کئی روایتیں نہایت صحیح ہیں لہٰذا ان کے مقابل یہ روایت متروک ہے۔ (یہ جواب **مفتی احمد یار خان نعیمی** رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا ہے۔)

(مراۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، قربانی کا بیان، فصل ثانی، تحت حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما، جلد 2، صفحہ 374، نعیمی کتب خانہ)

وجہ سوم: جمہور کے نزدیک یہ حدیث **منسوخ** ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حجۃ الوداع والی حدیث اس کے لئے ناسخ ہے۔ شیخ محقق شاہ **عبدالحق محدث دہلوی** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "**والجمہور علی انہ منسوخ**" جمہور کے نزدیک یہ حدیث **منسوخ** ہے۔

(لمعات التنقیح في شرح مشکوۃ المصابیح، ج4، ص228 مکتبہ حقانیہ، کوئٹہ)

علی سبیل التنزل اس روایت کی یہ تاویل ہے کہ قیمت میں شرکت مراد ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں: "**و أما ما أخرجه الحاكم عن جابر: نحرنا يوم الحديبية سبعين بدنة، البدنة عن عشرة، و أخرج الترمذي و قال: حسن غريب و النسائي عن ابن عباس قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه و سلم في سفر فحضر الأضحى فاشتركنا في البقرة سبعة و في الجزور عشرة، محمول على الاشتراک في القيمة، لا في التضحية**"

ترجمہ: حضرت جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی احادیث جن میں دس افراد کا ایک اونٹ میں شریک ہونے کا ذکر ہے وہ اضحیہ میں شرکت کے بجائے قیمت میں شریک ہونے پر محمول ہیں۔

(التعلیق الممجد علی مؤطا الامام محمد، ج2، ص625، دار القلم، دمشق)

یہی حال اس بارے میں پیش کی جانے والی دیگر روایتوں کا بھی ہے۔ (حضرت ابراہیم اور سنت ابراہیمی ص255-260)

کیا ایک بکری کی قربانی تمام گھر والوں کی طرف سے کافی ہے؟

اعتراض: کچھ وہابی یہ کہتے ہیں کہ ایک بکری کی قربانی تمام گھر والوں کی طرف سے کافی ہے، ہر ایک کی طرف سے الگ الگ بکری کی قربانی کرنا ضروری نہیں اور اس پر وہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔ اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے کافی نہیں بلکہ جس پر قربانی واجب ہے صرف اسی فرد کی طرف سے قربانی ہوسکتی ہے۔

وہابی کی طرف سے پیش کی جانے والی دلیل کا جواب:

وہابی کہتے ہیں کہ ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے کافی ہے۔

اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک بکری ذبح فرمائی تو یوں فرمایا(»بِاسْمِ اللهِ، اللهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ ضَحَّى بِهِ«)

ترجمہ: اللہ کے نام سے، اے اللہ اسے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آل محمد کی طرف سے قبول فرما اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما۔ پھر اس جانور کو ذبح کیا۔(صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب استحباب الاضحیة، وذبحها مباشرة بلا توکیل، والتسمیة والتکبیر، جلد3، صفحہ 1557، حدیث 1967، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

اس حدیث میں اہل بیت اور امت کی طرف سے قربانی کا مطلب انہیں ثواب پہنچانا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ قربانی گھر کے ہر فرد پر واجب ہو اور ایک ہی فرد قربانی کردے تو سب کی ادا ہوجائے گی۔

البنایۃ شرح الہدایہ میں ابو محمد محمود بن احمد الحنفی بدرالدین العینی (المتوفی 855ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "(قال: ويذبح عن كل واحد منهم شاة) أي قال القدوري: من كل واحد عن نفسه وأولاده شاة (أو يذبح بقرة أو بدنة عن سبعة) أي سبعة أنفس، واعلم أن الشاة لا تجزئ إلا عن واحد وأنها أقل ما تجب، وذكر الأترازي أن هذا إجماع وقال الكاكي: وقال مالک وأحمد والليث والأوزاعي: يجوز الشاة عن أهل بيت واحد، وكذا بقرة أو بدنة، لأنه - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - »لما ضحى كبشين وقرب أحدهما، قال:" اللهم هذا عن محمد، وأهل بيته" وقرب الآخر وقال: "إن هذا منک ولک عمن وجد من أمتي« . وعن

أبي هريرة لما ضحى بالشاة جاءت ابنته وتقول: عني فقال: وعنک. قلت: هذا لا يدل على وقوعه من اثنين بل هذا هبةثوابه. وقدروي عن ابن عمر -رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنهُمَا- أنه قال: الشاة عن واحد، انتهى"

ترجمہ: امام قدوری نے فرمایا: ہرکوئی اپنی اور اولاد کی طرف سے الگ بکری قربانی کرے گا اور گائے اور اونٹ میں سات لوگ شریک ہو سکتے ہیں۔ جان لو کہ ایک بکری فقط ایک کی طرف سے جس پر قربانی واجب ہے کافی ہے اور اترازی نے کہا کہ اس پر اجماع ہے۔ کاکی نے کہا امام مالک اور امام احمد اور لیث اور اوزاعی نے کہا ایک بکری سارے گھر کی طرف سے کافی ہے اور اسی طرح اونٹ اور گائے اسلئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دو مینڈھوں کو ذبح کیا اور ایک مینڈھے پر فرمایا: اے اللہ اسے محمد اور اہل بیت کی طرف سے قبول فرما اور دوسرے مینڈھے پر فرمایا: (یا اللہ) یہ تیری طرف سے اور تیرے لئے اور میری ہر امتی کی طرف سے ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے جب آپ نے بکری ذبح کی اور آپ کی شہزادی آئیں اور عرض کی میری طرف سے تو آپ نے فرمایا اور تیری طرف سے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ احادیث اس پر دلیل نہیں کہ ایک بکری دو کی طرف سے کافی ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک بکری کا ثواب دوسروں کو ایصال کر سکتے ہیں۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: ایک بکری ایک کی طرف سے ہے۔ (البناية شرح الهداية، كتاب الاضحية من تجزىءعنه الأضحية وحكم الإشتراک في الأضحية، جلد 12، صفحه 15، 14، دار الكتب العلمية بيروت)

جامع ترمذی میں محمد بن عیسی الترمذی ابوعیسیٰ (المتوفی 279ھ) رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں " حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الحَنَفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الضَّحَّاکُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ: سَأَلْتُ أَبَا أَيُّوبَ الأَنْصَارِيَّ: كَيْفَ كَانَتِ الضَّحَايَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: »كَانَ الرَّجُلُ يُضَحِّي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، فَيَأْكُلُونَ وَيُطْعِمُونَ حَتَّى تَبَاهَى النَّاسُ، فَصَارَتْ كَمَا تَرَى«: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَعُمَارَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ مَدِينِيٌّ، وَقَدْ رَوَى عَنْهُ مَالِکُ بْنُ أَنَسٍ وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وَاحْتَجَّا بِحَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ضَحَّى بِكَبْشٍ، فَقَالَ: »هَذَا عَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي«، وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ: لَا تُجْزِي الشَّاةُ إِلَّا عَنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ، وَهُوَ قَوْلُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ المُبَارَكِ، وَغَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ"

ترجمہ: عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوایوب سے پوچھا کہ رسول اللہ کے زمانے میں قربانیاں کیسے ہوا کرتی تھیں؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک آدمی اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی کیا کرتا تھا۔ وہ اس سے خود بھی کھاتے اور لوگوں کو بھی کھلایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ لوگ فخر کرنے لگے اور اس طرح تم آج کل دیکھ رہے ہو۔ (یعنی ایک گھر میں کئی قربانیاں کی جاتی ہیں) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ عمارہ بن عبداللہ مدینی ہیں۔ مالک بن انس نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے ان کی دلیل نبی اکرم کی وہی حدیث ہے کہ آپ نے ایک مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا یہ میری امت میں سے ہر اس شخص کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ ایک بکری صرف ایک آدمی کے لئے کافی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک اور دیگر اہل علم کا یہی قول ہے۔

(سنن الترمذی، ابواب الاضاحی، باب ما جاء أن الشاة الواحدة تجزی من أهل البيت، جلد3، صفحه143، دار الغرب الإسلامي، بيروت)

جامع ترمذی کی اس روایت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ایک بکری تمام گھر والوں کو کفایت کرتی تھی بلکہ حضور علیہ السلام کے دور مبارک میں غیر غنی یعنی جس پر قربانی واجب نہ ہوتی تھی وہ بھی قربانی کیا کرتا تھا اور خود بھی قربانی کا گوشت کھاتا اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلاتا تھا۔

موطا مالک بروایت محمد بن الحسن الشیبانی میں صحیح سند کے ساتھ ہے " أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، أَخْبَرَنَا عُمَارَةُ بْنُ صَيَّادٍ، أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ، صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ، قَالَ: »كُنَّا نُضَحِّي بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ يَذْبَحُهَا الرَّجُلُ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، ثُمَّ تَبَاهَى النَّاسُ بَعْدَ ذَلِكَ، فَصَارَتْ مُبَاهَاةً«، -[217]- قَالَ مُحَمَّدٌ: كَانَ الرَّجُلُ يَكُونُ مُحْتَاجًا فَيَذْبَحُ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ يُضَحِّي بِهَا عَنْ نَفْسِهِ، فَيَأْكُلُ وَيُطْعِمُ أَهْلَهُ، فَأَمَّا شَاةٌ وَاحِدَةٌ تُذْبَحُ عَنِ اثْنَيْنِ، أَوْ ثَلاثَةٍ أُضْحِيَةً فَهَذَا لا يُجْزِئُ، وَلا يَجُوزُ شَاةٌ إِلا عَنِ الْوَاحِدِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا"

ترجمہ: حضرت ابوایوب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم ایک بکری ذبح کرتے جسے ایک شخص اپنے اور گھر والوں کی طرف سے کرتا تھا۔ پھر اس کے بعد لوگ فخر کرنے لگے تو یہ قربانی فخر ہوگئی۔ امام محمد نے فرمایا: آدمی محتاج ہوتا تھا تو وہ ایک بکری اپنی طرف سے قربانی کرتا تھا اور اس کا گوشت خود کھاتا اور گھر والوں کو کھلاتا تھا۔ باقی ایک بکری دو کی طرف سے یا تین کی طرف قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک بکری صرف ایک کی طرف سے قربان ہوگی۔ یہ امام اعظم اور دیگر فقہاء کرام کا قول ہے۔

(موطأ مالک بروایۃ محمد بن الحسن الشیبانی باب: مایجزء من الضحایا عن أکثر من واحد، صفحہ 216ء المکتبۃ العلمیۃ بیروت)

شرح معانی الآثار میں ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی (التوفی 321ھ) اس مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”وَافْتَرَقَ أَهْلُ هَذِهِ الْمَقَالَةِ عَلَى فِرْقَتَيْنِ: فَقَالَتْ فِرْقَةٌ: لَا تُجْزِئُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الَّذِينَ يُضَحَّى بِهَا عَنْهُمْ مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ وَاحِدٍ. وَقَالَتْ فِرْقَةٌ: إِنَّ ذَلِكَ تُجْزِئُ، كَانَ الْمُضَحَّى بِهَا عَنْهُمْ مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ وَاحِدٍ، أَوْ مِنْ أَهْلِ أَبْيَاتٍ شَتَّى، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحَّى بِالْكَبْشِ الَّذِي ضَحَّى بِهِ عَنْ جَمِيعِ أُمَّتِهِ، وَهُمْ أَهْلُ أَبْيَاتٍ شَتَّى، فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ ثَابِتًا، لِمَنْ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ يُجْزِئُ عَمَّنْ أَجْزَأَهُ، بِذَبْحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَثَبَتَ بِهَذَا، قَوْلُ الَّذِينَ قَالُوا: يُضَحَّى بِهَا عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ، وَعَنْ غَيْرِهِمْ. ثُمَّ كَانَ الْكَلَامُ بَيْنَ أَهْلِ هَذَا الْقَوْلِ وَبَيْنَ الْفِرْقَةِ الَّتِي تُخَالِفُ هَؤُلَاءِ جَمِيعًا، وَتَقُولُ: إِنَّ الشَّاةَ لَا تُجْزِئُ عَنْ أَكْثَرَ مِنْ وَاحِدٍ، وَتَذْهَبُ إِلَى أَنَّ مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا احْتَجَّتْ بِهِ الْفِرْقَتَانِ الْأُولَيَانِ لِقَوْلِهِمَا، مَنْسُوخٌ أَوْ مَخْصُوصٌ. فَمِمَّا دَلَّ عَلَى ذَلِكَ أَنَّ الْكَبْشَ، لَمَّا كَانَ يُجْزِئُ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ، لَا وَقْتَ فِي ذَلِكَ وَلَا عَدَدَ، كَانَتِ الْبَقَرَةُ وَالْبَدَنَةُ أَحْرَى أَنْ تَكُونَا كَذَلِكَ، وَأَنْ تَكُونَا تَجْزِيَانِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ، لَا وَقْتَ فِي ذَلِكَ وَلَا عَدَدَ. ثُمَّ قَدْ رَوَيْنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ دَلَّ عَلَى خِلَافِ ذَلِكَ، مِمَّا قَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي الْبَابِ الَّذِي قَبْلَ هَذَا، مِنْ نَحْرِ أَصْحَابِهِ مَعَهُ الْجَزُورَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ عَلَى التَّوْقِيفِ مِنْهُ لَهُمْ، عَلَى أَنَّ الْبَقَرَةَ وَالْبَدَنَةَ، لَا تُجْزِئُ وَاحِدَةٌ مِنْهُمَا عَنْ أَكْثَرَ مِمَّا ذُبِحَتْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ، وَتَوَاتَرَتْ عَنْهُمُ الرِّوَايَاتُ بِذَلِكَ“

ترجمہ: اس مسئلہ میں دو گروہ ہیں ایک گروہ نے کہا کہ جائز ہے کہ ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے قربانی کی جائے اور دوسرے گروہ نے کہا یہ جائز ہے کہ ایک بکری ایک یا دیگر گھروں کی طرف سے کی جائے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام امت اور متفرق اہل بیت کی طرف سے قربانی کی ہے۔ اگر یہ اسی طرح ثابت ہو تو وہ ان لوگوں کی طرف سے کفایت کرے گی جن کے لئے آپ کے ذبح کرنے سے کافی ہوئی۔ پس اس سے ان لوگوں کی بات ثابت ہوگئی جو کہتے ہیں کہ ایک گھر والوں اور ان کے علاوہ دوسروں کی طرف سے بھی قربانی کی جاسکتی ہے۔ جو ایک بکری کو ایک آدمی سے زائد کی طرف سے نہیں مانتے ہیں وہ ان دو گروہوں کی روایات کو منسوخ قرار دیتے ہیں یا آپ کی خصوصیت قرار دیتے ہیں اور اس پر دلالت یہ ہے جب مینڈھا ایک سے زائد افراد کی طرف سے بغیر وقت وعدد جائز ہے تو گائے اور اونٹ کا کثیر افراد کے لئے ہونا بدرجہ اولی ثابت ہو جائے گا۔ پھر ہم نے پچھلے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس کے خلاف روایات بیان فرمائی کہ آپ نے صحابہ کرام کے ساتھ مل کر اونٹ وگائے سات کی طرف سے ذبح کیا اور آپ کا یہ عمل اس بات کی وضاحت کے لئے تھا کہ اونٹ اور گائے میں ان سات سے ایک فرد بھی زائد نہیں ہوسکتا جتنوں کی طرف سے ان کو ذبح کیا گیا چنانچہ اس سلسلہ کی متواتر روایات نقل کی گئی ہیں۔

(شرح معاني الآثارة كتاب الصيد والذبائح والأضاحي، باب الشاة عن كم تجزء أن يضحى بها؟، جلد 4، صفحه 178، عالم الكتب بحواله دلائل احناف ص 527-531)

باب ہفتم

مسائل شرعیہ

وجوب قربانی کا بیان

سوال: قربانی کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: (اگر قربانی کی شرائط پائی جائیں تو) قربانی واجب ہے۔

وجوب قربانی کے دلائل:

دلیل نمبر(1): اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے (فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ)

ترجمۂ کنزالایمان: توتم اپنے رب کے لئے نماز پڑھواور قربانی کرو۔ (پ٣٠،الکوثر:٢)

تفسیر درمنثور میں ہے:"وَأخرج ابْن جرير وَابْن الْمُنْذر عَن ابْن عَبَّاس {وانحر}قَالَ: الصَّلَاة الْمَكْتُوبَةوَالذّبحيَوْمالأَضْحَى"

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت مبارکہ سے مراد فرض نماز اور عید الاضحیٰ کے دن جانور ذبح کرنا ہے۔ (تفسیر درمنثور، ج٨، ص ٦٥١ بحوالہ قربانی کی اھمیت ص١٢)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ (اِسْتَدَلَّتِ الْحَنَفِيَّةُ عَلَى وُجُوبِ الْأُضْحِيَّةِ)

ترجمہ: حنفی علمائے کرام نے اس آیت سے یہ استدلال فرمایا کہ قربانی واجب ہے۔ (تفسیر کبیر،١١/٣١٨)

حضرت علامہ سید **محمود آلوسی بغدادی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ (والأكثرون على أن المراد بالنحر نحر الأضاحي واستدل به بعضهم على وجوب الأضحية)

ترجمہ: اکثر (علمائے کرام) اس بات پر متفق ہیں کہ نحر سے مراد قربانیوں کا ذبح کرنا ہے اور بعض نے وجوب

قربانی پراس آیت سے استدلال کیا ہے۔ (تفسیر روح المعانی، پ ۳۰، الکوثر، تحت الآیة:۲، ۳۶۶/۰۳)

حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: (يَا أَيُّهَا النَّاسُ، ضَحُّوا وَاحْتَسِبُوا بِدِمَائِهَا، فَإِنَّ الدَّمَ وَإِنْ وَقَعَ فِي الْأَرْضِ، فَإِنَّهُ يَقَعُ فِي حِرْزِ اللَّهِ جَلَّ وَعَزَّ)

ترجمہ: **لوگو!** قربانی کرواوران کے خون پرثواب کی امید کرو کیونکہ خون اگرزمین پرگرے تو اللہ عزوجل کی حفاظت میں گرتا ہے۔(طبرانی اوسط، ج8، ص176، دارالحرمین، القاہرہ*الترغیب الترہیب للمنذری، کتاب العیدین والاضحیۃ، ج2، ص100، دارالکتب العلمیہ، بیروت77مجمع الزوائد، باب فضل الاضحیہ، ج4، ص17، مکتبۃ القدسي، القاہرہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: (ضَحُّوا، وَطَيِّبُوا بِهَا أَنْفُسَكُمْ)

ترجمہ: قربانی کرواورخوش دلی سے کرو۔(مصنف عبدالرزاق، 4، ص388، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

مذکورہ بالادلیلوں میں امرہےیعنی قربانی کاحکم دیاگیاہےاورامرجب مطلق ہوتووجوب کے لئے ہوتاہے۔

جیسا کی بدائع الصنائع میں ہے(وَالْأَمْرُ الْمُطْلَقُ عَنْ الْقَرِينَةِ يَقْتَضِي الْوُجُوبَ فِي حَقِّ الْعَمَلِ)

ترجمہ: اورامرجب قرینہ سے خالی ہوتوحق عمل میں وجوب کا متقاضی ہوتا ہے۔

(بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، 9/277)

مبسوط میں ہے''وَحُجَّتُنَا فِي ذَلِكَ قَوْله تَعَالَى {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} [الکوثر: 2] أَيْ وَانْحَرْ الْأُضْحِيَّةَ وَالْأَمْرُ يَقْتَضِي الْوُجُوبَ''

ترجمہ: ہماری دلیل قربانی کے وجوب میں اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ}یعنی قربانی کرو، اورامروجوب کا تقاضا کرتا ہے۔ (مبسوط، باب الاضحیہ، ج12، ص11، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

دلیل نمبر(2): قربانی نہ کرنے پرحدیث میں وعیدواردہےاوریہ بھی دلیل وجوب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا(مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا)

ترجمہ: جس میں وسعت ہواورقربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

(ابن ماجہ، باب الاضاحی واجبۃ ام لا، ص226، رقم الحدیث3123، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

بدائع الصنائع میں اس حدیث کے تحت ہے (**وَهَذَا خَرَجَ مَخْرَجَ الْوَعِيدِ عَلَى تَرْكِ الْأُضْحِيَّةِ، وَلَا وَعِيدَ إلَّا بِتَرْكِ الْوَاجِبِ**)

ترجمہ: یہ حدیث ترک قربانی پر وعید بیان کرنے کے لئے آئی ہے اور وعید نہیں ہوتی مگر ترک واجب ہی پر۔
(بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، 9/279)

مبسوط میں ہے" وَإِلْحَاقُ الْوَعِيدِ لَا يَكُونُ إلَّا بِتَرْكِ الْوَاجِبِ "

ترجمہ: وعید کا الحاق ترک واجب پر ہی ہوتا ہے۔ (مبسوط، باب الاضحیہ، ج12، ص 11، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

دلیل نمبر (3): جو وقت سے پہلے کرلے اس کے لئے اعادہ کا حکم حدیث پاک میں موجود ہے، جو کہ قربانی کے واجب کی دلیل ہے۔

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (»**مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَلْيَذْبَحْ شَاةً مَكَانَهَا، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ ذَبَحَ، فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللهِ**«)

ترجمہ: جس نے عید کی نماز سے پہلے ذبح کیا تو وہ اس کی جگہ اور بکری ذبح کرے۔ اور جس نے ابھی تک ذبح نہیں کیا تو وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے۔ (صحیح مسلم، ج3، ص 1551، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

بدائع الصنائع میں اسی حدیث کے تحت ہے (**أَمَرَ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - بِذَبْحِ الْأُضْحِيَّةِ وَإِعَادَتِهَا إذَا ذُبِحَتْ قَبْلَ الصَّلَاةِ، وَكُلُّ ذَلِكَ دَلِيلُ الْوُجُوبِ**)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کا جانور ذبح کرنے کا حکم دیا اور جب وہ نماز عید سے پہلے ذبح کر دیا جائے تو اس کے اعادے کا حکم دیا۔ اور یہ سب قربانی کے وجوب کی دلیل ہے (بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، 9/280)

سوال: قربانی کا انکار کرنا کیسا ہے؟

جواب: قربانی کا انکار کرنا گمراہی ہے

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "قربانی کا انکار ضلالت ہے" (فتاویٰ رضویہ 324/14)

سوال: قربانی واجب ہونے کے لئے کیا شرائط ہیں؟

جواب: قربانی واجب ہونے کے شرائط یہ ہیں۔(1)اسلام یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں،(2)اقامت یعنی مقیم ہونا، مسافر پر واجب نہیں ،(3)تونگری یعنی مالک نصاب ہونا(جوشخص ساڑھے سات تولہ سونے یا ساڑھے باون تولے چاندی یاان میں سے کسی کی قیمت برابر رقم یا حاجت اصلیہ کے علاوہ اتنی مالیت کی کسی چیز کا مالک ہو، وہ قربانی کے معاملے میں مالک نصاب ہے۔ حاجت اصلیہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کی انسان کوحاجت رہتی ہے جیسے مکان، خانہ داری کے سامان ،سواری، خادم، پہننے کے کپڑے، کام کی کتابیں وغیرہ ضروریات زندگی) جونصاب کا مالک نہیں اس پرقربانی واجب نہیں۔(4)حریت یعنی آزاد ہونا جوآزاد نہ ہواس پرقربانی واجب نہیں۔(5)بالغ ہونا، نابالغ پر واجب نہیں۔ (ملخصاً بہارشریعت،قربانی کا بیان332/3)

بدائع الصنائع میں ہے (**وَأَمَّا شَرَائِطُ الْوُجُوبِ فَمِنْهَا الْإِسْلَامُ فَلَا تَجِبُ عَلَى الْكَافِرِ وَمِنْهَا الْحُرِّيَّةُ فَلَا تَجِبُ عَلَى الْعَبْدِ وَمِنْهَا الْإِقَامَةُ فَلَا تَجِبُ عَلَى الْمُسَافِرِ وَمِنْهَا الْغِنَى فَلَا بُدَّ مِنْ اعْتِبَارِ الْغِنَى وَهُوَ أَنْ يَكُونَ فِي مِلْكِهِ مِائَتَا دِرْهَمٍ أَوْ عِشْرُونَ دِينَارًا أَوْ شَيْءٌ تَبْلُغُ قِيمَتُهُ ذَلِكَ سِوَى مَسْكَنِهِ وَمَا يَتَأَثَّثُ بِهِ وَكِسْوَتِهِ وَخَادِمِهِ وَفَرَسِهِ وَسِلَاحِهِ وَمَا لَا يَسْتَغْنِي عَنْهُ وَهُوَ نِصَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ**)

ترجمہ: شرائط وجوب قربانی یہ ہیں(1)اسلام،قربانی کافر پرواجب نہیں(2)آزادی، غلام پرواجب نہیں (3)اقامت، مسافر پرواجب نہیں(4)مالداری، (قربانی میں) مالداری کا اعتبار ہونا ضروری ہےاور وہ یہ ہے کہ اس کی ملکیت میں دوسو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) یا بیس دینار (ساڑھے سات تولہ سونا) ہو یا رہائش، خانہ داری کے سامان، کپڑے، خادم، گھوڑا، ہتھیار اور وہ اشیاء جن کے بغیر گزارا نہ ہوان کے علاوہ کوئی ایسی چیز ہو، جو اس کی قیمت کو پہنچتی ہواور یہی صدقہ فطر کا نصاب بھی ہے۔ (ماخوذ از بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، ج6،ص 281-283)

تنویرالابصار میں ہے (**فَتَجِبُ وَشَرَائِطُهَا: الْإِسْلَامُ وَالْإِقَامَةُ وَالْيَسَارُ الَّذِي يَتَعَلَّقُ بِهِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ**)

ترجمہ: اوروجوب قربانی کی شرائط یہ ہیں۔اسلام، اقامت، وہ مالداری جس سے صدقہ فطر متعلق ہے۔

(فتاویٰ شامی، کتاب الاضحیۃ، 9/520)

سوال: دورحاضر میں ساڑھے باون تولہ چاندی اور ساڑھے سات تولہ سونا کا کتنا گرام ہوگا اور کتنے روپے پر

آدمی مالک نصاب ہوگا؟

جواب: دور حاضر میں ساڑھے باون تولہ چاندی 653.184 گرام ہوتا ہے اور ساڑھے سات تولہ سونا 93.312 گرام ہوتا ہے۔ قیمت نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کی قیمت معلوم کریں اس کے بعد قیمت کو ایک ہزار میں تقسیم کریں، پھر سونا ہے تو 93.312 گرام اور اگر چاندی ہے تو 653.184 گرام میں ضرب کریں۔ حاصل ضرب اس کی قیمت ہوگی۔

مثلاً چاندی کی قیمت 69000 روپے فی کلو ہے 69000 ÷ 1000 = 6969 × 653.184 = 45069.69 یعنی اگر چاندی کی قیمت 69000 روپے فی کلو ہے اور کسی کے پاس 45069.69 روپے ہو تو وہ مالک نصاب ہے۔

سوال: قربانی اور زکوۃ کے نصاب میں کیا فرق ہے؟

جواب: قربانی اور زکوۃ کے نصاب میں دو طرح کا فرق ہے۔

(1) زکوۃ کے نصاب میں صرف مال نامی (سونا، چاندی، سکہ رائج الوقت اور مال تجارت) کا اعتبار ہے جب کہ قربانی کے نصاب میں حاجت اصلیہ کے علاوہ ہر چیز داخل ہوتی ہے۔

(2) زکوۃ کے لئے نصاب پر سال گزرنا شرط ہے جبکہ قربانی کے لئے سال گزرنا شرط نہیں۔ یعنی اگر کوئی مالک نصاب ہوا تو اس پر زکوۃ اسی وقت واجب ہوگی جب وہ مال اس کے پاس سال بھر رہے گا جبکہ قربانی میں ایسا نہیں ہے اگر وہ قربانی کے ایام میں بھی مالک نصاب ہو گیا تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی کیونکہ اس میں سال بھر گزرنا شرط نہیں۔

(حاشیہ طحطاوی ص723، قدیمی کتب خانہ کراچی بحوالہ حضرت ابراہیم اور سنت ابراہیمی ص226)

سوال: شرعی فقیر پر قربانی واجب نہیں لیکن کوئی ایسی بھی صورت ہے جس کی وجہ سے فقیر پر قربانی واجب ہو؟

جواب: اس کی کل تین صورتیں ہیں۔ ایک صورت میں فقیر پر قربانی واجب نہیں، باقی دو صورتوں میں فقیر پر قربانی واجب ہے۔

تینوں صورتیں یہ ہیں:

(1)غنی اورفقیر دونوں پرواجب ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ قربانی کی منت مانی، یہ کہا کہ اللہ عزوجل کے لئے مجھ پر بکری یا گائے کی قربانی کرنا ہے یا اس بکری یا اس گائے کی قربانی کرنا ہے۔

(2)فقیر پرواجب ہواورغنی پرواجب نہ ہو۔

اس کی صورت یہ ہے کہ فقیر نے قربانی کیلئے جانور خریدا اس پراس جانور کی قربانی واجب ہے، اورغنی اگرخریدتا تواس خریدنے سے قربانی واجب نہ ہوتی۔

(3)غنی پرواجب ہوفقیر پرواجب نہ ہو۔

اس کی صورت یہ ہے کہ قربانی کا وجوب نہ خریدنے سے ہو، نہ منت ماننے سے بلکہ خدانے جواسے زندہ رکھا ہے اس کے شکریہ میں اورحضرت ابراہیم علیہ السلام کے سنت کے احیاء(زندہ کرنے)میں جوقربانی واجب ہے وہ صرف غنی پرہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَالْوَاجِبُ مِنْهَاأَنْوَاعٌ:مِنْهَامَايَجِبُ عَلَى الْغَنِيِّ وَالْفَقِيرِ،وَمِنْهَامَايَجِبُ عَلَى الْفَقِيرِ دُونَ الْغَنِيِّ،وَمِنْهَامَايَجِبُ عَلَى الْغَنِيِّ دُونَ الْفَقِيرِ.أَمَّاالَّذِي يَجِبُ عَلَى الْغَنِيِّ وَالْفَقِيرِ فَالْمَنْذُورُ بِهِ بِأَنْ قَالَ: لِلّٰهِ عَلَيَّ أَنْ أُضَحِّيَ شَاةً أَوْ بَدَنَةً أَوْ هَذِهِ الشَّاةَ أَوْ هَذِهِ الْبَدَنَةَ وَأَمَّا الَّذِي يَجِبُ عَلَى الْفَقِيرِ دُونَ الْغَنِيِّ فَالْمُشْتَرَى لِلْأُضْحِيَّةِ إذَا كَانَ الْمُشْتَرِي فَقِيرًا ، بِأَنْ اشْتَرَى فَقِيرٌ شَاةً يَنْوِي أَنْ يُضَحِّيَ بِهَا ، وَإِنْ كَانَ غَنِيًّا لَا تَجِبُ عَلَيْهِ بِشِرَاءِشَيْءٍ ، وَلَوْ مَلَكَ إنْسَانٌ شَاةً فَنَوَى أَنْ يُضَحِّيَ بِهَا ، أَوْ اشْتَرَى شَاةً وَلَمْ يَنْوِ الْأُضْحِيَّةَ وَقْتَ الشِّرَاءِثُمَّ نَوَى بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ يُضَحِّيَ بِهَا لَا تَجِبُ عَلَيْهِ سَوَاءٌ كَانَ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا . وَأَمَّا الَّذِي يَجِبُ عَلَى الْغَنِيِّ دُونَ الْفَقِيرِ فَمَايَجِبُ مِنْ غَيْرِ نَذْرٍ وَلَا شِرَاءٍلِلْأُضْحِيَّةِ بَلْ شُكْرًا لِنِعْمَةِ الْحَيَاةِوَإِحْيَاءًلِمِيرَاثِ الْخَلِيلِ حِينَ أَمَرَهُ اللّٰهُ بِذَبْحِ الْكَبْشِ فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ)

ترجمہ: وجوب قربانی کی چندقسمیں ہیں (1)غنی اورفقیر دونوں پرواجب ہو(2)فقیر پرواجب ہو،غنی پر نہ ہو(3)غنی پرواجب ہو،فقیر پرنہ ہو۔رہاغنی اورفقیر دونوں پرواجب ہوتووہ نذر کی قربانی ہے مثلاً کہا اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ

پر واجب ہے کہ میں ایک بکری یا ایک بدنہ یا یہ بکری یا یہ بدنہ کی قربانی کروں ۔ اور جو قربانی فقیر پر واجب ہے غنی پر واجب نہیں وہ ہے جس کو فقیر نے قربانی کے لئے خریدا ہو۔ جیسے فقیر نے بکری قربانی کی نیت سے خریدی، اور اگر غنی نے خریدا تو خریدنے سے اس پر واجب نہ ہوگی۔ اور اگر کسی شخص کے ملک میں ایک بکری ہے اس نے نیت کی کہ میں اس کی قربانی کروں گا یا کسی نے ایک بکری خریدی مگر خریدنے کے وقت اس کی قربانی کرنے کی نیت نہ کی کہ اس کی قربانی کروں گا تو قربانی واجب نہیں خواہ وہ شخص فقیر ہو یا غنی۔ اور وہ قربانی جو صرف غنی پر واجب ہے، فقیر پر نہیں وہ ہے جو نذر اور قربانی کی نیت سے جانور خریدنے سے واجب نہ ہو بلکہ زندگی کی نعمت کے شکریہ اور طریقہ موروثی حضرت خلیل اللہ علیہ السلام زندہ کرنے کی غرض سے واجب ہو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالی نے ان ایام میں ایک مینڈھا ذبح کرنے کا حکم دیا تھا۔ (ملخصاًفتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیة 5/291)

سوال: ایک شخص کے پاس اتنا مال نہیں کہ نصاب کو پہنچ سکے لیکن اس کے پاس کھیتی کی زمین یا کرائے پر دیا ہوا مکان ہو جس سے اس کے گھر کا خرچہ چلتا ہو اگر وہ اس زمین یا مکان کو بیچ دے تو نصاب سے کئی گنا زیادہ ہو جائے گا تو کیا ایسے شخص پر قربانی واجب ہوگی؟

جواب: اگر اس شخص کے پاس اتنا مال بھی نہیں کہ نصاب کو پہنچ سکے اور نہ اس کے پاس آمدنی کا کوئی اور سبب موجود ہو اور کھیتی کی زمین یا کرائے پر دیئے ہوئے مکان کی آمدنی سے صرف اس کے گھر کا خرچہ چلتا ہو، فاضل بچتا نہ ہو تو اس پر قربانی واجب نہ ہوگی اگر چہ وہ نصاب سے کئی گنا زیادہ مالیت کا ہو اور وہ زکوۃ بھی لے سکتا ہے۔ ہاں اگر اس کے پاس کوئی اور ذریعہ آمدنی ہو یا اس سے ملنے والی آمدنی بچتی ہو اور وہ نصاب کے برابر ہو یا حاجت اصلیہ سے زائد کسی چیز سے مل کر نصاب کو پہنچ جائے تو قربانی واجب ہوگی۔

ردالمحتار میں ہے (**سُئِلَ مُحَمَّدٌ عَمَّنْ لَهُ أَرْضٌ يَزْرَعُهَا أَوْ حَانُوتٌ يَسْتَغِلُّهَا أَوْ دَارٌ غَلَّتُهَا ثَلَاثُ آلَافٍ وَ لَا تَكْفِي لِنَفَقَتِهِ وَ نَفَقَةِ عِيَالِهِ سَنَةً؟ يَحِلُّ لَهُ أَخْذُ الزَّكَاةِ وَإِنْ كَانَتْ قِيمَتُهَا تَبْلُغُ أُلُوفًا وَ عَلَيْهِ الْفَتْوَى**)

ترجمہ: امام محمد علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ جس کے پاس زمین ہو اور وہ اس میں کھیتی باڑی کرتا ہو یا کرائے پر دی ہوئی دوکان یا گھر ہو اور اس کی آمدنی تین ہزار روپے ہو اور یہ آمدنی اسے اور اس کے اہل وعیال کے لئے کافی نہ ہو،

تو اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟ (آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا) اسے زکوۃ لینا حلال ہے اگر چہ اس جائیداد کی قیمت نصاب کے برابر ہو اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الزکوۃ، باب المصرف 2/65، دار احیاء التراث العربی بیروت)

فتاوی عالمگیری میں ہے (لَوْ كَانَ لَهُ حَوَانِيتُ أَوْ دَارُ غَلَّةٍ تُسَاوِي ثَلَاثَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ وَغَلَّتُهَا لَا تَكْفِي لِقُوتِهِ وَقُوتِ عِيَالِهِ يَجُوزُ صَرْفُ الزَّكَاةِ إلَيْهِ فِي قَوْلِ مُحَمَّدٍ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى -، وَلَوْ كَانَ لَهُ ضَيْعَةٌ تُسَاوِي ثَلَاثَةَ آلَافٍ، وَلَا تُخْرِجُ مَا يَكْفِي لَهُ وَلِعِيَالِهِ اخْتَلَفُوا فِيهِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ يَجُوزُ لَهُ أَخْذُ الزَّكَاةِ)

ترجمہ: اگر دکانیں اور مکان کرایہ پر دیئے ہوں جن کی آمدنی تین ہزار درہم کے برابر ہو اور یہ آمدنی اس کو اور اس کے عیال کو کافی نہ ہو تو امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کو زکوۃ دینا جائز ہے اور اگر زرعی زمین ہو جس کی قیمت تین ہزار ہو اور اس سے حاصل ہونے والا اتنا نہ ہو کہ اس کو اور اس کے عیال کو کافی ہو، اس صورت میں اختلاف ہے محمد بن مقاتل نے کہا اس کو زکوۃ لینا جائز ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الزکاۃ، الباب السابع في المصارف، ۱/۱۸۹، ط: دار الفکر)

اعلی حضرت **امام احمد رضا خان** رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے متعلق سوال ہوا جس کے پاس کرائے پر دی ہوئی جائیداد ہے اور اس کی تمام آمدنی خرچ ہو جاتی ہے، تو اس پر زکوۃ، فطرہ و قربانی واجب ہے یا نہیں؟

تو آپ **علیہ الرحمۃ** نے ارشاد فرمایا: "شوہر پر صدقہ واضحیہ بھی نہیں، اگر چہ زیور مذکور بھی اسی کی ملک ہو کہ تمام کا قرض محیط ہے، مگر ان علماء کے نزدیک کہ ایجاب صدقہ واضحیہ میں قیمت جائداد کا اعتبار کرتے ہیں، اور راجح و مفتی بہ اول ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے۔ (إِنْ كَانَ لَهُ عَقَارٌ وَمُسْتَغَلَّاتٌ مِلْكٍ اخْتَلَفَ الْمَشَايِخُ الْمُتَأَخِّرُونَ - رَحِمَهُمْ اللَّهُ تَعَالَى - فَالزَّعْفَرَانِيُّ وَالْفَقِيهُ عَلِيٌّ الرَّازِيّ اعْتَبَرَا قِيمَتَهَا، وَأَبُو عَلِيٍّ الدَّقَّاقُ وَغَيْرُهُ اعْتَبَرُوا الدَّخْلَ، وَاخْتَلَفُوا فِيمَا بَيْنَهُمْ قَالَ أَبُو عَلِيٍّ الدَّقَّاقُ إنْ كَانَ يَدْخُلُ لَهُ مِنْ ذَلِكَ قُوتُ سَنَةٍ فَعَلَيْهِ الْأُضْحِيَّةُ، وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ: قُوتُ شَهْرٍ، وَمَتَى فَضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَدْرُ مِائَتَي دِرْهَمٍ فَصَاعِدًا فَعَلَيْهِ الْأُضْحِيَّةُ)

ترجمہ: اگر کسی کی زمین اور آمدنی والی ملکیت ہو، تو اس میں متاخرین مشائخ کا اختلاف ہے۔ زعفرانی اور فقیہ علی رازی نے قیمت کا اعتبار کیا ہے اور ابو علی الدقاق وغیرہ نے آمدن کا اعتبار کیا ہے اور ان کا آپس میں اختلاف ہوا اور

ابوعلی الدقاق نے کہا اگر اس کو ان اشیاء سے سال بھر کے خرچہ کی آمدن ہوتو اس پر قربانی واجب ہے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ماہانہ خرچہ کی آمدن ہو اور جب سال بھر میں دوسو درہم یا زائد فاضل بچ جائے تو اس پر قربانی واجب ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج20،ص367، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سوال: کسی پر اتنا قرض ہے کہ اگر اس کے اموال سے قرض کی مقدار نکالی جائے تو وہ مالک نصاب نہ رہے تو کیا ایسی صورت میں اس پر قربانی واجب ہے

جواب: اگر اس شخص پر اتنا قرض ہو کہ اس کے اموال سے قرض کی مقدار نکالنے کے بعد وہ مالک نصاب نہیں رہتا تو اس پر قربانی واجب نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَلَوْ کَانَ عَلَیْہِ دَیْنٌ بِحَیْثُ لَوْ صُرِفَ فِیْہِ نَقَصَ نِصَابُہُ لَا تَجِبُ)

ترجمہ: اگر اس پر اتنا دین ہے کہ مال موجودہ دین میں صرف کرے تو نصاب پورا نہ رہے کم ہو جائے تو قربانی واجب نہ ہوگی۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرھا، 5/292)

بدائع الصنائع میں ہے (وَلَوْ کَانَ عَلَیْہِ دَیْنٌ بِحَیْثُ لَوْ صَرَفَ إِلَیْہِ بَعْضَ نِصَابِہِ لَا یَنْقُصُ نِصَابُہُ لَا تَجِبُ لِأَنَّ الدَّیْنَ یَمْنَعُ وُجُوبَ الزَّکَاۃِ فَلَأَنْ یَمْنَعَ وُجُوبَ الْأُضْحِیَۃَ أَوْلَی؛ لِأَنَّ الزَّکَاۃَ فَرْضٌ وَالْأُضْحِیَۃَ وَاجِبَۃٌ وَالْفَرْضُ فَوْقَ الْوَاجِبِ) (بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، 6/283)

بہار شریعت میں ہے: "اس شخص پر دَین ہے اور اس کے اموال سے دَین کی مقدار مُجرا کی جائے تو نصاب نہیں باقی رہتی، اس پر قربانی واجب نہیں" (بہار شریعت، قربانی کا بیان ص333/3)

سوال: کسی پر قربانی واجب ہے لیکن اس کے پاس قربانی کرنے کے لئے پیسہ نہیں ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں اس پر قربانی کرنا ضروری ہے، یا تو وہ کوئی چیز فروخت کر کے قربانی کرے یا قرض لے کر قربانی کرے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "اور جس پر قربانی ہے، اور اس وقت نقد اس کے پاس نہیں، وہ چاہے قرض لے کر کرے یا اپنا کچھ مال بیچے" (فتاوی رضویہ 370/20)

فتاوی امجدیہ میں ہے: "اگر قربانی اس پر واجب ہے اور اس وقت اس کے پاس روپیہ نہیں تو قرض لے کر یا کوئی چیز فروخت کر کے قربانی کا جانور حاصل کرے اور قربانی کرے" (فتاوی امجدیہ 3/315)

سوال: کسی کے پاس اتنا روپیہ تھا کہ مالک نصاب ہو اس نے وہ رقم کسی کو بطور قرض اس شرط پر دے دیا کہ قرض ایام قربانی سے پہلے واپس کر دے گا لیکن اب ایام قربانی قریب ہے مقروض ایام قربانی کے بعد روپیہ واپس کرنے کو کہہ رہا ہے اور اس کے پاس کوئی اور مال نہیں تو ایسے شخص پر کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس صورت میں اس پر لازم وضروری ہے کہ مقروض سے کم از کم اتنی رقم کا مطالبہ کرے جس سے قربانی ہو سکے، اگر وہ دے دے تو قربانی کرے اور اگر ایام قربانی میں رقم نہ مل سکے اور نہ ہی اس کے پاس کوئی اور مال ہو جس سے قربانی کا جانور خرید سکے تو اس پر قربانی واجب نہیں، نہ قرض لے کر اور نہ ہی قرض ملنے کے بعد قربانی کے جانور کی قیمت صدقہ کرنا لازم ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَلَوْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ بِحَيْثُ لَوْ صُرِفَ فِيهِ نَقَصَ نِصَابُهُ لَا تَجِبُ، وَكَذَا لَوْ كَانَ لَهُ مَالٌ غَائِبٌ لَا يَصِلُ إلَيْهِ فِي أَيَّامِهِ)

ترجمہ: اگر کسی پر اتنا قرض ہو کہ وہ اپنا مال اس قرض کی ادائیگی میں خرچ کرے تو نصاب باقی نہ رہے، تو اس پر قربانی نہیں ہے۔ اسی طرح اس کا مال یہاں موجود نہیں اور ایام قربانی میں وہ مال اسے ملے گا بھی نہیں تو اس پر بھی قربانی واجب نہیں۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرھا، 5/292)

مزید **فتاویٰ عالمگیری** میں ہے (لَهُ دَيْنٌ حَالٌّ أَوْ مُؤَجَّلٌ عَلَى مُقِرٍّ مَلِيٍّ وَلَيْسَ فِي يَدِهِ مَا يُمَكِّنُهُ شِرَاءَ الْأُضْحِيَّةِ لَا يَلْزَمُهُ أَنْ يَسْتَقْرِضَ فَيُضَحِّيَ، وَلَا يَلْزَمُهُ قِيمَتُهَا إذَا وَصَلَ إلَيْهِ الدَّيْنُ، لَكِنْ يَلْزَمُهُ أَنْ يَسْأَلَ مِنْهُ ثَمَنَ الْأُضْحِيَّةِ إذَا غَلَبَ عَلَى ظَنِّهِ أَنَّهُ يَدْفَعُهُ)

ترجمہ: صاحب نصاب کا کسی ایسے مالدار شخص پر قرض معجّل، مؤجل ہے جس کا وہ اقرار کرتا ہے اور اس کے پاس کوئی ایسی شئی نہیں کہ جس سے وہ قربانی کیلئے جانور خرید سکے تو اس پر لازم نہیں کہ قرض لے کر قربانی کرے اور نہ ہی قرض واپس ملنے پر قربانی کے جانور کی قیمت صدقہ کرنا لازم ہے، لیکن اس کے لئے قربانی کی قیمت جتنی رقم مانگنا لازم ہے

جبکہ اس کوظن غالب ہو کہ وہ دے دے گا۔(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرھا، 5/307)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے (**لَهُ دَيْنٌ حَالٌّ عَلَى مُقِرٍّ وَ لَيسَ عنده مَا يشتريها به لَا يَلْزَمُهُ الْإِسْتِقْرَاضُ ، وَلَا قِيمَةُ الْأُضْحِيَّةِ إِذَا وَصَلَ الدَّيْنُ إِلَيْهِ، ولكِنْ يَلْزَمُهُ أَنْ يَسْأَلَ مِنْهُ ثَمَنَ الْأُضْحِيَّةِ إِذَا غَلَبَ عَلَى ظَنِّهِ أَنَّهُ يُعْطِيهِ**)

ترجمہ: صاحب نصاب کا کسی ایسے شخص پر قرض معجّل ہے جس کا وہ اقرار کرتا ہے اور اس کے پاس کوئی ایسی شئ نہیں کہ جس سے وہ قربانی کیلئے جانور خرید سکے تو اس پر قربانی کے لئے قرض لینا لازم نہیں اور نہ ہی قرض واپس ملنے پر قربانی کے جانور کی قیمت صدقہ کرنا لازم ہے، لیکن اس کے لئے قربانی کی قیمت جتنی رقم مانگنا لازم ہے جبکہ اس کو ظن غالب ہو کہ وہ دے دے گا۔(فتاویٰ بزازیہ 2/406 مطبوعہ کراچی)

بہار شریعت میں ہے "اور اگر اس کا مال یہاں موجود نہیں ہے اور ایام قربانی گزرنے کے بعد وہ مال اسے وصول ہوگا تو قربانی واجب نہیں" (بہار شریعت، قربانی کا بیان، 3/333)

سوال: اگر کسی کے پاس صرف ایک تولہ سونا اور ایک تولہ چاندی، یا ایک تولہ سونا اور کچھ نقدی یا حاجت اصلیہ کے علاوہ کچھ سامان ہو تو کیا اس پر قربانی واجب ہوگی؟

جواب: اگر کسی کے پاس صرف سونا ہو تو مالک نصاب اسی وقت ہوگا جب وہ ساڑھے سات تولہ (مروجہ وزن 93.312 گرام) سونا کا مالک ہوگا اور اگر صرف چاندی ہے تو مالک نصاب کے لئے ساڑھے باون تولہ (مروجہ وزن 653.184 گرام) چاندی کی ضرورت ہے۔اور اگر سونا اور چاندی ہو یا پیسہ ہو، یا حاجت اصلیہ کے علاوہ سامان ہو، یا سونا اور پیسہ ہو یا سونا اور حاجت اصلیہ کے علاوہ سامان ہو یا چاندی اور پیسہ ہو یا چاندی اور حاجت اصلیہ کے علاوہ سامان ہو تو ان سب صورتوں میں اگر وہ ساڑھے باون تولہ (مروجہ وزن 653.184 گرام) چاندی کی قیمت کے برابر ہے تو قربانی واجب ہے۔

لہذا صورت مسئولہ میں اس پر قربانی واجب ہوگی کیونکہ پوچھی گئی صورت میں نہ تو صرف سونا ہے اور نہ ہی صرف چاندی ہے بلکہ ان کے ساتھ اور بھی چیز ہیں لہذا اس میں ساڑھے باون تولہ (مروجہ وزن 653.184 گرام) چاندی کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔چونکہ اس دور میں چاندی سستی ہے اور سونا مہنگا ہے، اس لئے اگر آج ایک تولہ سونا ہو تو وہ ساڑھے

باون تولہ(مروجہ وزن 653.184 گرام) چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے گا۔لہذا وہ ایک تولہ سونا چاندی کے ساتھ ہو یا نقدی یا کسی اور حاجت اصلیہ کے علاوہ سامان کے ساتھ ہو وہ شخص مالک نصاب ہو جائے گا اور قربانی واجب ہوگی۔

ہدایہ میں ہے (وَتُضَمُّ قِيمَةُ الْعُرُوضِ إلَى الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ حَتَّى يَتِمَّ النِّصَابُ وَيُضَمُّ الذَّهَبُ إلَى الْفِضَّةِ لِلْمُجَانَسَةِ مِنْ حَيْثُ الثَّمَنِيَّةُ، وَمِنْ هَذَا الْوَجْهِ صَارَ سَبَبًا، ثُمَّ يُضَمُّ بِالْقِيمَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ)

ترجمہ: سامان کی قیمت کو سونے اور چاندی کی قیمت کے ساتھ ملایا جائے گا تا کہ نصاب مکمل ہو جائے اور ثمن کی بنا پر ہم جنس ہونے کی وجہ سے سونے کو چاندی کے ساتھ ملایا جائے گا اور اسی وجہ سے یہ سبب وجوب ہوگا پھر امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک قیمت کے لحاظ سے ملایا جائے گا۔(ھدایہ، کتاب الزکوۃ، فصل فی العروض 1/176)

فتح القدیر میں ہے (النَّقْدَانِ يُضَمُّ أَحَدُهُمَا إلَى الْآخَرِ فِي تَكْمِيلِ النِّصَابِ عِنْدَنَا)

ترجمہ: ہمارے نزدیک تکمیل نصاب کے لئے دونوں نقود (سونے و چاندی) کو ایک دوسرے کے ساتھ ملایا جائے گا۔ (فتح القدیر، فصل فی العروض 2/169)

تبیین الحقائق میں ہے (وَيُضَمُّ الذَّهَبُ إلَى الْفِضَّةِ بِالْقِيمَةِ فَيَكْمُلُ بِهِ النِّصَابُ لِأَنَّ الْكُلَّ جِنْسٌ وَاحِدٌ)

ترجمہ: سونے کو چاندی کے ساتھ قیمت کے اعتبار سے ملایا جائے گا تا کہ نصاب مکمل ہو جائے کیونکہ یہ آپس میں ہم جنس ہیں۔(تبیین الحقائق، باب زکوۃ المال 1/281)

خلاصہ میں ہے (اصل هَذَا ان الذَّهَبَ يُضَمُّ إلَى الْفِضَّةِ فِي تَكْمِيلِ النِّصَابِ عِنْدَنَا وهَذَا استحسان)

ترجمہ: ہمارے نزدیک تکمیل نصاب کی خاطر سونے کو چاندی کے ساتھ ملانا یہ اصل ہے اور یہ بطور استحسان ہے۔(خلاصۃ الفتاوی، الفصل الخامس فی زکوۃ المال 1/237)

نقایہ میں ہے (يُضَمُّ الذَّهَبُ إلَى الْفِضَّةِ بِالْقِيمَةِ لِإتْمَامِ النِّصَابِ)

ترجمہ: اتمام نصاب کے لئے سونے کو چاندی کے ساتھ قیمت کے اعتبار سے ملایا جائے گا۔

(النقایہ، کتاب الزکوۃ ص34 بحوالہ فتاویٰ رضویہ مترجم 10/118)

سوال: کسی کے پاس ساڑھے باون تولہ (مروجہ وزن 653.184 گرام) چاندی کی قیمت کا قرآن یا کتابیں ہوں تو کیا اس پر قربانی واجب ہوگی؟

جواب: اگر وہ قرآن کو دیکھ کر اچھی طرح تلاوت کر سکتا ہے تو قربانی واجب نہیں ہے چاہے وہ تلاوت کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔ اور اگر اچھی طرح دیکھ کر تلاوت نہیں کر سکتا تو واجب ہے۔ اور کتابیں بھی اگر اس کے کام کی ہیں تو قربانی واجب نہیں ورنہ واجب ہے۔ (ملخصاً بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/334)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَإِنْ كَانَ لَهُ مُصْحَفٌ قِيمَتُهُ مِائَتَا دِرْهَمٍ وَهُوَ مِمَّنْ يُحْسِنُ أَنْ يَقْرَأَ مِنْهُ فَلَا أُضْحِيَّةَ عَلَيْهِ سَوَاءٌ كَانَ يَقْرَأُ مِنْهُ أَوْ يَتَهَاوَنُ وَلَا يَقْرَأُ، وَإِنْ كَانَ لَا يُحْسِنُ أَنْ يَقْرَأَ مِنْهُ فَعَلَيْهِ الْأُضْحِيَّةُ، ..... وَكُتُبُ الْعِلْمِ وَالْحَدِيثِ مِثْلُ مُصْحَفِ الْقُرْآنِ فِي هَذَا الْحُكْمِ، كَذَا فِي الظَّهِيرِيَّةِ)

ترجمہ: اگر کسی کے پاس دوسو درہم کا مصحف ہو اور یہ شخص ایسا ہے کہ اچھی طرح پڑھ سکتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں خواہ وہ اس مصحف سے پڑھتا ہو یا سستی کرتا ہو نہ پڑھتا ہو۔ اور اگر وہ اس سے نہ پڑھ سکتا ہو تو قربانی واجب ہے۔ اور کتب علم وحدیث اس حکم میں مثل مصحف کے ہیں۔ ایسے ہی ظہیریہ میں ہے۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرھا، 5/292)

سوال: کسی کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر پیسہ یا سامان تجارت تھا، سال پورا ہوا اس نے ان میں سے کچھ زکوۃ دے دیا یا اپنی ضرورت میں خرچ کر دیا اور ایام قربانی میں نصاب سے کم ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس نے زکوٰۃ دیا ہے تو قربانی واجب ہے اور اگر اپنی ضرورت میں خرچ کیا تو قربانی واجب نہیں۔

فتاوی عالمگیری میں ہے (وَلَوْ كَانَ لَهُ مِائَتَا دِرْهَمٍ فَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَزَكَّى خَمْسَةَ دَرَاهِمَ، ثُمَّ حَضَرَ أَيَّامَ النَّحْرِ وَمَالُهُ مِائَةٌ وَخَمْسَةٌ وَتِسْعُونَ لَا رِوَايَةَ فِيهِ، ذَكَرَ الزَّعْفَرَانِيُّ أَنَّهُ تَجِبُ عَلَيْهِ الْأُضْحِيَّةُ، لِأَنَّهُ انْتَقَصَ بِالصَّرْفِ إِلَى جِهَةٍ هِيَ قُرْبَةٌ فَيُجْعَلُ قَائِمًا تَقْدِيرًا، حَتَّى لَوْ صَرَفَ خَمْسَةً مِنْهَا إِلَى النَّفَقَةِ لَا تَجِبُ)

ترجمہ: اوراگرکسی کے پاس دوسو درہم ہے اوراس پر سال بھر گزر گیا اس نے پانچ درہم زکوۃ دی پھر ایام قربانی آیا تو اس کے پاس ایک سو پچانوے درہم بچا، اس کے بارے میں کوئی روایت نہیں ہے۔ زعفرانی نے بیان کیا ہے کہ ایسی صورت میں اس پر قربانی واجب ہوگی، کیونکہ مال میں کمی ایسے طریقے سے آئی ہے کہ وہ خود قربت ہے پس اس مال کو تقدیراً موجود قرار دیا جائے گا یہاں تک کہ اگر اس نے اس میں سے پانچ درہم نفقہ میں خرچ کر دیا ہو تو اس پر قربانی واجب نہ ہوگی۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرھا، 5/292)

بدائع الصنائع میں ہے (وَلَوْ كَانَ لَهُ مِائَتَا دِرْهَمٍ فَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَزَكَّاهَا بِخَمْسَةِ دَرَاهِمَ ثُمَّ حَضَرَتْ أَيَّامُ النَّحْرِ وَمَالُهُ مِائَةٌ وَخَمْسَةٌ وَتِسْعُونَ لَا رِوَايَةَ فِيهِ، وَذَكَرَ الزَّعْفَرَانِيُّ أَنَّهُ تَجِبُ عَلَيْهِ الْأُضْحِيَّةُ لِأَنَّ النِّصَابَ وَإِنْ انْتَقَصَ لَكِنَّهُ انْتَقَصَ بِالصَّرْفِ إلَى جِهَةٍ هِيَ قُرْبَةٌ فَيُجْعَلُ قَائِمًا تَقْدِيرًا حَتَّى لَوْ صَرَفَ خَمْسَةً مِنْهَا إلَى النَّفَقَةِ لَا تَجِبُ لِانْعِدَامِ الصَّرْفِ إلَى جِهَةِ الْقُرْبَةِ فَكَانَ النِّصَابُ نَاقِصًا حَقِيقَةً وَتَقْدِيرًا فَلَا يَجِبُ) (بدائع الصنائع کتاب التضحیة 6/283)

بہارِشریعت میں ہے "ایک شخص کے پاس دوسو درہم تھے سال پورا ہوا اور اس میں سے پانچ درہم زکوۃ میں دیے ایک سو پچانوے باقی رہے اب قربانی کا دن آیا تو قربانی واجب ہے اور اگر اپنی ضروریات میں پانچ درہم خرچ کرتا تو قربانی واجب نہیں ہوتی"۔ (بہارِشریعت، قربانی کا بیان، 3/333)

سوال: کسی نے حرام مال سے جانور خرید کر قربانی کی تو کیا اس کی قربانی ہوجائے گی؟

جواب: حرام مال کمانا اور اس کو دنیوی یا دینی کام میں استعمال کرنا حرام ہے، لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص حرام مال سے جانور خرید کر قربانی کرتا ہے تو مال حرام کی نحوست ونجاست جانور تک سرایت نہیں ہوگی، اس کی قربانی ہو جائے گی۔

اس لئے کہ **فقہ کا ایک قاعدہ** ہے: "خریدتے وقت عقد ونقد دونوں مال حرام پر جمع ہو جائیں تو مال کی خباثت خریدے ہوئے سامان میں سرایت کرتی ہے اور سامان بھی خبیث اور ناپاک ہوجاتا ہے اور اگر مال حرام پر عقد ونقد

دونوں جمع نہ ہوں بلکہ صرف مال حرام پر عقد ہو یا مال حرام کو صرف نقد میں ادا کرے تو اس کی نجاست وخباثت خریدے ہوئے مال میں اثر نہیں کرتی"۔

عقد ونقد جمع ہونے کا مطلب یہ ہے مثلاً: یہ دس ہزار روپئے ہیں اور وہ روپئے حرام تھے، کسی سے چھین کر یا چوری کر کے لایا تھا اسے دکھا کر کہا کہ اس دس ہزار روپئے کے عوض میں نے آپ سے یہ بکری خریدی، بیچنے والے نے اسے منظور کرلیا تو عقد ہوا مال حرام پر اور پھر اس نے یہی مال حرام نقد میں بھی دے دیا، تو خریداری میں عقد ونقد دونوں جمع ہو گئے مال حرام پر، اور جب عقد ونقد دونوں مال حرام پر جمع ہو جائیں تو اس کی نجاست وخباثت خریدے ہوئے سامان میں اثر کر جاتی ہے۔لیکن آج کل خریداری کا جو طریقہ ہے اس میں عقد ونقد ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے کیونکہ کوئی روپیہ دکھا کر یہ نہیں کہتا کہ یہ جو میرے ہاتھ میں روپیہ ہے اس کے بدلے میں میں نے تم سے جانور خریدا، بلکہ سامان خرید لیتا ہے اور جیب سے روپیہ نکال کر دے دیتا ہے، اس طرح نقد تو مال حرام پر پایا جا سکتا ہے لیکن عقد مال حرام پر نہیں پایا جاتا۔ اور جب صرف نقد مال حرام پر پایا جائے ،عقد نہ پایا جائے تو اس کی خباثت خاص اسی مال تک محدود رہتی ہے، خریدے ہوئے مال تک نہیں پہنچتی۔(ملخصاً فتاوی رضویہ 16/298)

ایک اور جگہ **فتاوی رضویہ** میں ہے: "اگر اس نے زمین اور مکان کی اینٹ، کڑی وغیرہ اپنے روپئے دکھا کر نہ خریدی بلکہ مطلق روپئے کو خریدی اور پھر وہ مال حرام زرِ ثمن میں دیا اور بیشک آجکل عام خریداریاں اسی طرح پر ہوتی ہیں تو وہ زمین ومکان اس کے لئے حرام نہیں، **لان الدراھم لاتتعین فی العقود فاذا لم یجتمع علیھا العقد و النقد لم یسر الخبث الی البدل کماھو قول الامام الکرخی و علیہ الفتوی۔**

ترجمہ: اس لئے کہ عقد کے معاملات میں دراہم متعین نہیں ہوتے، پھر جب اُن پر عقد اور نقد جمع نہ ہوں تو خباثت بدل کی طرف سرایت نہیں کرتی، جیسا کہ امام کرخی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔"

(فتاوی رضویہ 23/561)

لہذا اس کی قربانی تو ہو جائے گی، مگر قربانی عبادت ہے اس میں صاف وشفاف مال لگانا چاہئے۔ بلکہ وہ حرام مال جو اس کے پاس ہے اس پر لازم وضروری ہے کہ جس کا مال ناجائز طریقے سے لیا ہے اسے واپس کرے، اگر اس کا

انتقال ہو گیا ہے تو اس کے وارثین کو واپس کرے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو غریبوں میں تقسیم کر دے۔
(ملخصاً ماہ نامہ اشرفیہ، اگست ۲۰۱۸ء، ص ۲۰)

سوال: کیا عورت پر بھی قربانی واجب ہے؟

جواب: اگر عورت مالک نصاب ہے تو مرد کی طرح اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَجَمِيعُ مَاذَكَرْنَامِنَ الشُّرُوطِ يَسْتَوِي فِيهِ الرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ)

ترجمہ: ہم نے جو تمام (قربانی کی) شرطوں کو بیان کیا ان میں مرد و عورت برابر ہیں۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرھا، 5/292، ھکذا فی بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ 6/283)

بہار شریعت، قربانی کے بیان میں ہے: "مرد ہونا اس (قربانی) کے لئے شرط نہیں۔ عورتوں پر واجب ہوتی ہے جس طرح مردوں پر واجب ہوتی ہے" (بہار شریعت، قربانی کا بیان، 3/332)

سوال: اگر کسی شخص کے ذمہ بیوی کا مہر مؤجل ہو تو کیا مہر کی رقم نکالنے کے بعد قربانی کا نصاب شمار کیا جائے گا یا بغیر نکالے شمار کیا جائے گا اور اس مہر کی وجہ سے بیوی مالک نصاب سمجھی جائے گی یا نہیں؟

جواب: مذکورہ بالا صورت میں مہر کی رقم نکالے بغیر شوہر کی قربانی کا نصاب شمار کیا جائے گا۔ اس لئے کہ جس طرح مہر مؤجل شوہر پر وجوب زکوٰۃ کے لئے مانع نہیں اسی طرح وجوب قربانی کے لئے بھی مانع نہیں۔

درمختار مع ردالمحتار میں ہے (أَوْ مُؤَجَّلًا وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ غَيْرُ مَانِعٍ)

ترجمہ: اور صحیح ہے کہ مہر مؤجل وجوب زکوۃ سے مانع نہیں۔

(در المختار علی ردالمحتار، کتاب الزکوۃ 3/177، مطبوعہ ملتان)

فتاوی رضویہ میں ہے: "آج کل عورتوں کا مہر عام طور پر مہر مؤخر ہوتا ہے جس کا مطالبہ بعد موت یا طلاق ہوگا۔ مرد کو اپنے تمام مصارف میں کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ مجھ پر یہ دین ہے، ایسا مہر مانع وجوب زکوٰۃ نہیں ہوتا"
(فتاوی رضویہ 10/143)

بہار شریعت میں ہے: "جو دَین میعادی ہو وہ مذہب صحیح میں وجوب زکاۃ کا مانع نہیں۔ چونکہ عادۃً دَینِ مہر کا مطالبہ نہیں ہوتا، لہٰذا اگرچہ شوہر کے ذمہ کتنا ہی دَینِ مہر ہو جب وہ مالکِ نصاب ہے، زکاۃ واجب ہے۔ خصوصاً مہر مؤخر

جو عام طور پر یہاں رائج ہے جس کی ادا کی کوئی میعاد معیّن نہیں ہوتی، اس کے مطالبہ کا تو عورت کو اختیار ہی نہیں، جب تک موت یا طلاق واقع نہ ہو۔" (بہارشریعت 1/879)

لہذا اگر اس کے پاس مہر کی رقم نکالے بغیر اتنا مال ہے کہ قربانی کے نصاب کو پہنچے تو قربانی واجب ہوگی۔ اور اس کی بیوی مہر کی وجہ سے خواہ معجّل ہو یا مؤجل مالک نصاب نہیں ہوگی۔ اور اگر اس کی بیوی کے پاس مہر کے علاوہ بقدر نصاب مال نہیں تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (**وَالْمَرْأَةُ تُعْتَبَرُ مُوسِرَةً بِالْمَهْرِ إِذَا كَانَ الزَّوْجُ مَلِيًّا عِنْدَهُمَا، وَعَلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - الْآخَرِ لَا تُعْتَبَرُ مُوسِرَةً بِذَلِكَ قِيلَ: هَذَا الِاخْتِلَافُ بَيْنَهُمْ فِي الْمُعَجَّلِ الَّذِي يُقَالُ لَهُ بِالْفَارِسِيَّةِ (دست بيمان)، وَأَمَّا الْمُؤَجَّلُ الَّذِي سُمِّيَ بِالْفَارِسِيَّةِ (كابين) فَالْمَرْأَةُ لَا تُعْتَبَرُ مُوسِرَةً بِذَلِكَ بِالْإِجْمَاعِ**)

ترجمہ: جب شوہر مالدار ہو تو عورت کو مہر کی وجہ سے صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مالدار سمجھا جائے گا، اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق عورت کو اس کی وجہ سے مالدار نہیں سمجھا جائے گا اور کہا گیا کہ یہ اختلاف مہر معجّل کے بارے میں ہے، جسے فارسی میں "**دست بیمان**" کہا جاتا ہے۔ اور رہا مہر مؤجل جسے فارسی میں "**کابین**" کہا جاتا ہے اس کی وجہ سے عورت کو مالدار نہیں سمجھا جائے گا۔ اس پر اجماع ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرھا، 5/292)

بہار شریعت میں ہے: "عورت کا مَہر شوہر کے ذمہ باقی ہے اور شوہر مالدار ہے تو اس مَہر کی وجہ سے عورت کو مالک نصاب نہیں مانا جائے گا اگرچہ مَہر معجّل ہو اور اگر عورت کے پاس اس کے سوا بقدر نصاب مال نہیں ہے تو عورت پر قربانی واجب نہیں ہوگی" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/333)

سوال: کیا نابالغ پر بھی قربانی واجب ہے اگر وہ صاحب نصاب ہو؟

جواب: نابالغ پر قربانی واجب نہیں ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "نابالغ اگرچہ کسی قدر مالدار ہو، نہ اس پر قربانی ہے، نہ اس کی طرف سے اس کے باپ وغیرہ پر" (فتاوی رضویہ 20/369)

بہار شریعت میں ہے: "ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نہ خود نابالغ پر واجب ہے اور نہ اس کی طرف سے اس کے باپ پر واجب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے" (بہارشریعت،قربانی کا بیان،3/332)

سوال: کیا صاحب نصاب پر جس طرح اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے اسی طرح قربانی بھی کرنی واجب ہے؟

جواب: صاحب نصاب پر اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں۔ہاں اگر ان کی طرف سے کرے تو مستحب ہے،ثواب پائے گا۔

درمختار میں ہے (**فَتَجِبُ عَنْ نَفْسِهِ لَا عَنْ طِفْلِهِ عَلَى الظَّاهِرِ ,بِخِلَافِ الْفِطْرَةِ**)

ترجمہ: والد پر اپنی طرف سے قربانی واجب ہے،اپنے چھوٹے بچے کی طرف سے واجب نہیں۔ایسا ہی ظاہر الروایہ میں ہے برخلاف صدقہ فطر کے کہ وہ اپنے بچوں کی طرف سے بھی واجب ہے۔

(در المختار مع رد المحتار، کتاب الاضحیہ 9/524)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (**وَفِي الْوَلَدِ الصَّغِيرِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى - رِوَايَتَانِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ تُسْتَحَبُّ وَلَا تَجِبُ بِخِلَافِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ ,وَفِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى - أَنَّهُ يَجِبُ أَنْ يُضَحِّيَ عَنْ وَلَدِهِ الصَّغِيرِ وَوَلَدِ وَلَدِهِ الَّذِي لَا أَبَ لَهُ وَالْفَتْوَى عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ**)

ترجمہ: نابالغ بچے پر قربانی واجب ہونے کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دو روایتیں ہیں ظاہر الروایہ میں ہے کہ والد پر بچے کی طرف سے قربانی مستحب ہے،واجب نہیں بخلاف صدقہ فطر کے۔اور امام حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی کہ والد پر اپنے چھوٹے بچے اور ایسا پوتا جس کے والد نہ ہوں ان کی طرف سے قربانی واجب ہے۔ اور فتوی ظاہر الروایہ پر ہے کہ قربانی واجب نہیں۔(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرھا، 5/293)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "اولاد صغار کی طرف سے قربانی اپنے مال سے کرنا واجب نہیں،ہاں مستحب ہے"

(فتاویٰ رضویہ 20/454)

بہارشریعت میں ہے: " ظاہرالروایۃ یہ ہے کہ نہ خودنابالغ پرواجب ہےاور نہ اس کی طرف سےاس کے باپ پرواجب ہےاوراسی پرفتویٰ ہے " (بہارشریعت،قربانی کابیان،3/332)

سوال: جن پرقربانی واجب نہیں جیسے مسافر،فقیروغیرہ اگرانہوں نےقربانی کی تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں اگر انہوں نے نہ منت مانی ہواور نہ ہی قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہوتو ان کی قربانی نفلی ہوگی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے(وَأَمَّا التَّطَوُّعُ: فَأُضْحِيَةُ الْمُسَافِرِ وَالْفَقِيرِ الَّذِي لَمْ يُوجَدْ مِنْهُ النَّذْرُ بِالتَّضْحِيَةِ وَلَا شِرَاءُ الْأُضْحِيَةِ)

ترجمہ: اوررہانفل تو وہ مسافرکی قربانی ہےاوراس فقیرکی قربانی ہےجس نے نہ قربانی کی نذر مانی ہواور نہ ہی قربانی کی نیت سےخریدا ہو۔(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرھا، 5/293)

بہارشریعت میں ہے: " مسافرپرقربانی واجب نہیں اگرمسافرنےقربانی کی یہ تطوّع (نفل) ہےاورفقیر نے اگرنہ منت مانی ہو،نہ قربانی کی نیت سےجانورخریداہو،اس کاقربانی کرنابھی تطوّع ہے۔" (بہارشریعت،قربانی کابیان،3/332)

سوال: اگرابتدائی وقت میں وجوب قربانی کی شرائط نہیں پائی گئیں،آخری وقت میں پائی گئیں یا اس کے برعکس ہواتوکیاحکم ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں آخری وقت کااعتبار ہوگا۔اگرآخری وقت میں وجوب قربانی کی شرائط پائی گئیں تو قربانی واجب اوراگرآخری وقت میں نہیں پائی گئیں توقربانی واجب نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (مَا إذَا لَمْ يَكُنْ أَهْلًا لِلْوُجُوبِ فِي أَوَّلِ الْوَقْتِ، ثُمَّ صَارَ أَهْلًا فِي آخِرِهِ، بِأَنْ كَانَ كَافِرًا أَوْ عَبْدًا أَوْ فَقِيرًا أَوْ مُسَافِرًا فِي أَوَّلِ الْوَقْتِ، ثُمَّ صَارَ أَهْلًا فِي آخِرِهِ فَإِنَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِ، وَلَوْ كَانَ أَهْلًا فِي أَوَّلِهِ ثُمَّ لَمْ يَبْقَ أَهْلًا فِي آخِرِهِ بِأَنْ ارْتَدَّ أَوْ أَعْسَرَ أَوْ سَافَرَ فِي آخِرِهِ لَا تَجِبُ)

ترجمہ: اگرکوئی قربانی کےاول وقت میں وجوب قربانی کااہل نہ ہوپھرآخروقت میں اہل ہوجائے جیسے کہ اول

وقت میں کافر یا غلام یا فقیر یا مسافر تھا پھر آخر وقت میں اہل ہوگیا تو اس پر قربانی واجب ہے اور اگر اول وقت میں اہل تھا پھر آخر وقت میں نہ رہا جیسے کہ آخر وقت میں مرتد یا تنگدست یا مسافر ہو گیا تو قربانی واجب نہیں۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرھا، 5/293)

درمختار میں ہے (وَالْمُعْتَبَرُ آخِرُ وَقْتِهَا لِلْفَقِيرِ وَضِدِّهِ وَالْوِلَادَةِ (أَيْ عَلَى الْقَوْلِ بِوُجُوبِهَا فِي مَالِ الصَّغِيرِ أَوْ الْأَبِ وَهُوَ خِلَافُ الْمُعْتَمَدِ كَمَا مَرَّ) وَالْمَوْتِ، فَلَوْ كَانَ غَنِيًّا فِي أَوَّلِ الْأَيَّامِ فَقِيرًا فِي آخِرِهَا لَا تَجِبُ عَلَيْهِ، وَإِنْ وُلِدَ فِي يَوْمِ الْآخِرِ تَجِبُ عَلَيْهِ، وَإِنْ مَاتَ فِيهِ لَا تَجِبُ عَلَيْهِ)

ترجمہ: اعتبار قربانی کے آخری وقت کا ہے فقیر اور اس کی ضد اور ولادت (ان کے قول پر جو بچے یا اس کے باپ کے مال سے قربانی کے وجوب کے قائل ہیں حالانکہ یہ معتمد کے خلاف ہے جیسا کہ گزرا) اور موت کے لئے۔ تو اگر شروع ایام میں غنی تھا آخر میں فقیر ہو گیا تو قربانی واجب نہیں اور اگر آخر وقت میں پیدا ہوا تو قربانی واجب ہے اور اگر آخری وقت میں مرا تو واجب نہیں۔ (در المختار مع رد المحتار، کتاب الاضحیہ 9/529)

بہار شریعت میں ہے: "اگر ابتدائے وقت میں اس کا اہل نہ تھا وجوب کے شرائط نہیں پائے جاتے تھے اور آخر وقت میں اہل ہو گیا یعنی وجوب کے شرائط پائے گئے تو اس پر واجب ہو گئی اور اگر ابتدائے وقت میں واجب تھی اور ابھی کی نہیں اور آخر وقت میں شرائط جاتے رہے تو واجب نہ رہی" (بہار شریعت، قربانی کا بیان، 3/334)

سوال: ایک شخص فقیر تھا اس نے قربانی کر لی ابھی وقت باقی تھا کہ غنی ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس کو پھر دوبارہ قربانی کرنی چاہیے اس لئے کی پہلی قربانی جو اس نے کی وہ واجب نہیں تھی اور اب غنی ہونے کی وجہ سے اس پر واجب ہو گی اس لئے دوبارہ قربانی کرنا چاہیے، ہاں بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ پہلی قربانی کافی ہے دوسری کرنا واجب نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَلَوْ ضَحَّى فِي أَوَّلِ الْوَقْتِ وَهُوَ فَقِيرٌ فَعَلَيْهِ أَنْ يُعِيدَ الْأُضْحِيَةَ وَهُوَ الصَّحِيحُ)

ترجمہ: اور اگر اس نے اول وقت میں قربانی کی اس حال میں کہ وہ فقیر تھا تو اب اس پر قربانی دوبارہ کرنا ضروری ہے اور یہی صحیح ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرھا، 5/293)

بہارشریعت میں ہے: "ایک شخص فقیر تھا مگر اس نے قربانی کر ڈالی اس کے بعد ابھی وقت قربانی کا باقی تھا کہ غنی ہوگیا تو اس کو پھر قربانی کرنی چاہیے کہ پہلے جو کی تھی وہ واجب نہ تھی اور اب واجب ہے بعض علماء نے فرمایا کہ وہ پہلی قربانی کافی ہے" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 335/3)

سوال: فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو کیا اس پر قربانی واجب ہوجائے گی؟ اور اگر اس کے پاس جانور موجود تھا اب قربانی کی نیت کی یا جانور خریدتے وقت تو نیت نہ کی تھی بعد میں نیت کی تو کیا حکم ہے؟

جواب: فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو اس پر اسی جانور کی قربانی کرنا واجب ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے (وَأَمَّا الَّذِي يَجِبُ عَلَى الْفَقِيرِ دُونَ الْغَنِيِّ فَالْمُشْتَرِي لِلْأُضْحِيَةِ إذَا كَانَ الْمُشْتَرِي فَقِيرًا بِأَنْ اشْتَرَى فَقِيرٌ شَاةً يَنْوِي أَنْ يُضَحِّيَ بِهَا)

ترجمہ: اور وہ قربانی جو فقیر پر واجب ہے غنی پر نہیں تو وہ جانور ہے جس کو قربانی کے لئے خریدا گیا ہو جبکہ مشتری فقیر ہو جیسے فقیر نے بکری خریدی یہ نیت کرتے ہوئے کہ اس کی قربانی کرے گا۔ (بدائع الصنائع کتاب التضحية 6/275)

بہارشریعت میں ہے: "فقیر نے قربانی کے لئے جانور خریدا اس پر اس کی قربانی واجب ہے"

(بہارشریعت، قربانی کا بیان، 331/3)

اور اگر فقیر کے پاس جانور موجود تھا اب قربانی کی نیت کی یا جانور خریدتے وقت تو نیت نہ کی تھی بعد میں نیت کی تو قربانی واجب نہ ہوگی۔

فتاوی عالمگیری میں ہے (وَأَمَّا الَّذِي يَجِبُ عَلَى الْفَقِيرِ دُونَ الْغَنِيِّ فَالْمُشْتَرَى لِلْأُضْحِيَةِ إذَا كَانَ الْمُشْتَرِي فَقِيرًا، بِأَنْ اشْتَرَى فَقِيرٌ شَاةً يَنْوِي أَنْ يُضَحِّيَ بِهَا، وَإِنْ كَانَ غَنِيًّا لَا تَجِبُ عَلَيْهِ بِشِرَاءِ شَيْءٍ، وَلَوْ مَلَكَ إنْسَانٌ شَاةً فَنَوَى أَنْ يُضَحِّيَ بِهَا، أَوْ اشْتَرَى شَاةً وَلَمْ يَنْوِ الْأُضْحِيَةَ وَقْتَ الشِّرَاءِ ثُمَّ نَوَى بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ يُضَحِّيَ بِهَا لَا تَجِبُ عَلَيْهِ سَوَاءٌ كَانَ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا)

ترجمہ: اور وہ جو فقیر پر واجب ہے غنی پر نہیں وہ ہے جس کو قربانی کے لئے خریدا گیا ہو جبکہ مشتری فقیر ہو جیسے فقیر نے بکری اس نیت سے خریدی ہو کہ اس کی قربانی کرے گا۔ اور اگر غنی ہے تو کسی چیز کے خریدنے سے اس پر قربانی

واجب نہ ہوگی۔اور اگر کوئی شخص بکری کا مالک تھا اب اس نے قربانی کی نیت کی، یا بکری خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ کی، بعد میں قربانی کی نیت کی تو اس پر قربانی واجب نہ ہوگی چاہے وہ غنی ہو یا فقیر۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرھا، 5/291)

فتاوی رضویہ میں ہے: "فقیر اگر بہ نیت قربانی خریدے اس پر خاص اس جانور کی قربانی واجب ہو جاتی ہے۔ اگر جانور اس کی ملک میں تھا اور قربانی کی نیت کر لی یا خرید امگر خریدتے وقت نیت قربانی نہ تھی، تو اس پر وجوب نہ ہوگا" (فتاوی رضویہ 20/451)

بہارشریعت میں ہے: "بکری کا مالک تھا اور اس کی قربانی کی نیت کر لی یا خریدنے کے وقت قربانی کی نیت نہ تھی بعد میں نیت کر لی تو اس نیت سے قربانی واجب نہیں ہوگی۔" (بہار شریعت، قربانی کا بیان، 3/332)

سوال: چار بھائی ایک ساتھ رہتے ہیں، باپ نہیں ہے، بڑا بھائی مالک ہے، تو کیا سب پر قربانی واجب ہے یا صرف بڑے بھائی پر؟

جواب: اگر چاروں بھائی ایک ساتھ رہتے ہیں اور چاروں بھائیوں کا مشترکہ مال چار نصاب پورا نہیں ہے تو کسی پر قربانی واجب نہیں اور اگر چار نصاب پورا ہے تو ہر بھائی پر قربانی واجب ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں ان میں کا ہر ایک مالک نصاب ہے اور بڑا بھائی مالک بمعنی انتظام کار ہے نہ کہ حقیقی مالک۔ ایسا ہی **فتاویٰ فیض الرسول** میں ہے۔ (فتاوی فیض الرسول 2/439)

سوال: کسی پر قربانی واجب ہو اس نے اپنے نام سے قربانی نہ کی بلکہ مرحوم والدین یا کسی وصال شدہ بزرگ کے نام سے کی تو کیا یہ جائز ہے اور کیا اس سے اس کی اپنی قربانی ہو جائے گی؟

جواب: اگر کسی شخص پر قربانی واجب ہو اور وہ اپنی طرف سے قربانی کرنے کے بجائے مرحوم والدین یا وصال شدہ بزرگ کی طرف سے قربانی کرے تو یہ جائز ہے اور اس کا اپنا واجب ادا ہو جائے گا یعنی اس کی اپنی قربانی ہو جائے گی اور فوت شدہ کو اس کا ثواب پہنچ جائے گا۔

ردالمحتار میں ہے (وَإِنْ تَبَرَّعَ بِهَا عَنْهُ لَهُ الْأَكْلُ لِأَنَّهُ يَقَعُ عَلَى مِلْكِ الذَّابِحِ وَالثَّوَابُ لِلْمَيِّتِ، وَلِهَذَا لَوْ كَانَ عَلَى الذَّابِحِ وَاحِدَةٌ سَقَطَتْ عَنْهُ أُضْحِيَّتُهُ)

ترجمہ: اوراگراس شخص نے میت کی طرف سے قربانی کی بغیر میت کی وصیت کے تواس کے لئے گوشت کھانا جائز ہے، اس لئے کہ وہ ذابح کے ملک پر ہوا اور ثواب میت کے لئے ہے، لہذا اگر ذابح پر قربانی واجب تھی تو اس کی طرف سے قربانی ادا ہوگئی۔ (ردالمحتار، کتاب الاضحیہ 9/406)

بزازیہ میں ہے (وَلَوْ ضَحَى عَنْ مَيِّتٍ مِنْ مَالِ نَفْسِهِ بِغَيْرِ أمرِ الميتِ جَازَ، وَلَه أَن يَتَنَاوَلَ مِنْه، ولا يَلْزَمُه أَن يَتصَدقَ به لأنها لم تصر ملكاً للميتِ، بل الذبح حصل على ملكِه، ولهذا لو كان على الذابحِ اضحية سقطتْ عنه)

ترجمہ: اگر کسی نے اپنے مال سے میت کی طرف سے بغیر میت کے حکم کے قربانی کی تو جائز ہے اور اس کے لئے اس قربانی کا گوشت کھانا بھی جائز ہے، اس کا اس پر صدقہ کرنا لازم نہیں۔ اس لئے کہ قربانی میت کی ملک سے نہیں ہوئی بلکہ ذبح تو اس شخص کی ملک میں ہوا اس لئے اگر ذابح کے اوپر قربانی واجب تھی تو ساقط ہوگئی۔

(بزازیہ علی هامش الهندیہ 3/352)

سوال: زید کے والد زندہ ہیں مگر گھر کی ساری ذمہ داری زید کے ہاتھ میں ہے۔ اب قربانی کس کے نام سے ہوگی زید کے یا والد کے؟

جواب: صورت مسئولہ میں گھر کی ذمہ داری زید پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سارا کاروبار وہی کرتا ہے مگر مالک دراصل باپ ہی ہے، اس کو صرف لین دین بیچ کھوچ کا اختیار رہتا ہے۔ تب تو قربانی لڑکے پر واجب نہ ہوگی، والد پر ہی واجب ہوگی۔ اور اگر لڑکے کو ذمہ دار بنا دینے کا یہ مطلب ہے کہ باپ نے اسی کو سب کچھ ہبہ کر دیا اور اس پر قبضہ دے دیا ہو، باپ کے مرنے کے بعد دوسرے بھائیوں کو کوئی حق نہ ملے گا، یہ مالک ہوگیا اور قربانی اس پر واجب ہوگی۔ ایسا ہی **فتاویٰ بحرالعلوم** میں ہے (فتاویٰ بحرالعلوم 5/202)

سوال: کیا قربانی میں نیابت ہوسکتی ہے یعنی دوسرے سے کرا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں قربانی میں نیابت ہوسکتی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَمِنْهَا أَنَّهُ تَجْرِي فِيهَا النِيَابَةُ فَيَجُوزُ لِلْإِنْسَانِ أَنْ يُضَحِّيَ بِنَفْسِهِ أَوْ بِغَيْرِهِ

بِإِذْنِهِ، لِأَنَّهَا قُرْبَةٌ تَتَعَلَّقُ بِالْمَالِ فَتَجْرِي فِيهَا النِّيَابَةُ)

ترجمہ: قربانی میں نیابت جاری ہوتی ہے، انسان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ خود قربانی کرے یا اس کی اجازت سے کوئی دوسرا کرے۔ اس لئے کہ یہ ایسی عبادت ہے جو مال سے متعلق ہے اس وجہ سے اس میں نیابت جاری ہوگی۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرھا، 5/294)

بہارِشریعت میں ہے: "اس میں نیابت ہوسکتی ہے یعنی خود کرنا ضروری نہیں بلکہ دوسرے کو اجازت دے دی اس نے کردی یہ ہوسکتا ہے" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/335)

سوال: کیا کوئی اپنی اولاد یا بیوی کی طرف سے قربانی کرسکتا ہے؟

جواب: اگر اس کی اولاد نابالغ ہے تو ان کی طرف سے قربانی کرنا جائز و مستحب ہے اجازت بھی ضروری نہیں اور اگر اولاد بالغ ہو تو بالغ اولاد یا زوجہ کی طرف سے قربانی ان کی اجازت سے ہی ہوسکتی ہے اگر بغیر ان کی اجازت ان کی طرف سے قربانی کردی تو ان کی طرف سے واجب ادا نہ ہوگا۔

ردالمحتار میں ہے ((قَوْلُهُ لَا عَنْ طِفْلِهِ) أَيْ مِنْ مَالِ الْأَبِ ط (قَوْلُهُ عَلَى الظَّاهِرِ) قَالَ فِي الْخَانِيَةِ: فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ وَلَا يَجِبُ، بِخِلَافِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ. وَرَوَى الْحَسَنُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ يَجِبُ أَنْ يُضَحِّيَ عَنْ وَلَدِهِ وَوَلَدِ وَلَدِهِ الَّذِي لَا أَبَ لَهُ، وَالْفَتْوَى عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ اهـ وَلَوْ ضَحَّى عَنْ أَوْلَادِهِ الْكِبَارِ وَزَوْجَتِهِ لَا يَجُوزُ إلَّا بِإِذْنِهِمْ)

ترجمہ: باپ کے مال سے نابالغ بچے کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں اور ظاہر الروایہ میں ہے نابالغ کی طرف سے قربانی کرنا مستحب ہے واجب نہیں برخلاف صدقہ فطر کے اور حسن نے ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ باپ پر قربانی کرنا واجب ہے اپنے نابالغ لڑکے کی طرف سے اور اپنے اس پوتے کی طرف سے جس کا باپ نہ ہو، اور فتوی ظاہر الروایہ پر ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی بالغ اولاد اور اپنی بیوی کی طرف سے قربانی کی تو جائز نہیں مگر جبکہ وہ قربانی کی اجازت دیں۔ (ردالمحتار، کتاب الاضحیہ 9/382)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَلَيْسَ عَلَى الرَّجُلِ أَنْ يُضَحِّيَ عَنْ أَوْلَادِهِ الْكِبَارِ وَامْرَأَتِهِ إلَّا بِإِذْنِهِ، وَفِي

الْوَلَدِالصَّغِيرِعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ -رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى- رِوَايَتَانِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ تُسْتَحَبُّ وَلَا تَجِبُ)

ترجمہ: اور کسی شخص پر یہ لازم نہیں کہ اپنے بالغ اولاد کی طرف سے یا اپنی بیوی کی طرف سے قربانی کرے لیکن اگران میں سے کسی نے اس کو اذن دیا ہوتو قربانی کرسکتا ہے اور نابالغ فرزند کی طرف سے قربانی کرنے میں امام اعظم رحمہ اللہ سے دوروایتیں ہیں ظاہر الروایہ میں ہے مستحب ہے واجب نہیں۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرھا، 5/293)

بہارشریعت میں ہے: "بالغ لڑکوں یابی بی کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو ان سے اجازت حاصل کرے بغیر ان کے کہے اگر کردی تو ان کی طرف سے واجب ادا نہ ہوا اور نابالغ کی طرف سے اگرچہ واجب نہیں ہے مگر کردینا بہتر ہے۔" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 334/3)

اجازت دوطرح سے ہوتی ہے

(1) صراحۃً: مثلاً ان میں سے کوئی واضح طور پر کہہ دے کہ میری طرف سے قربانی کردو۔

(2) دلالۃً: مثلاً یہ اپنی زوجہ یا اولاد کی طرف سے قربانی کرتا ہے اور انہیں اس کا علم ہے اور وہ راضی ہیں۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "قربانی وصدقہ الفطر عبادت ہے اور عبادت میں نیت شرط ہے تو بلا اجازت ناممکن ہے، ہاں اجازت کے لئے صراحۃً ہونا ضروری نہیں دلالت کافی ہے، مثلاً زید اس کے عیال میں ہے، اس کا کھانا پہننا سب اس کے پاس سے ہوتا ہے، یا یہ اس کا وکیل مطلق ہے، اس کا کاروبار یہ کیا کرتا ہے، ان صورتوں میں ادا ہوجائے گی۔

درمختار میں ہے ((لَا عَنْ زَوْجَتِهِ) وَوَلَدِهِ الْكَبِيرِ الْعَاقِلِ، وَلَوْ أَدَّى عَنْهُمَا بِلَا إِذْنٍ أَجْزَأَ اسْتِحْسَانًا لِلْإِذْنِ عَادَةً أَيْ لَوْ فِي عِيَالِهِ وَإِلَّا فَلَا)

ترجمہ: بیوی اور عاقل بالغ بیٹے کی طرف سے اس پر واجب نہیں، اور اگران دونوں کی طرف سے اجازت کے بغیر ادا کردے تو استحسانًا جائز ہے عادتًا اجازت کی بنا پر یعنی جب عاقل بالغ بیٹا اس کی عیال میں شامل ہو، ورنہ اجازت کے بغیر نہیں۔ (فتاوی رضویہ 453/20)

سوال: کیاباپ کی موجودگی میں بیٹے پرقربانی واجب ہے؟

جواب: اگر بیٹا مالک نصاب ہےتو ہر حال میں قربانی واجب ہوگی۔خواہ باپ موجود ہو یا نہ ہو۔

فتاوی بحرالعلوم میں ہے: "اگر لڑکے کے پاس اس کی ذاتی رقم باپ کی ملکیت سے الگ نصاب کے برابر ہے تو لڑکے پر الگ سے قربانی واجب ہے۔" (فتاویٰ بحرالعلوم 5/175)

سوال: فقیر نے قربانی کیلئے جانور خریدا اب اس کو بدلنا چاہتا ہے تو کیا بدل سکتا ہے؟

جواب: اگر فقیر نے قربانی کے لئے جانور خریدا ہے تو اس پر اسی جانور کی قربانی کرنا واجب ہے، اس کا بدلنا جائز نہیں۔

فتاوی رضویہ میں ہے: " بلکہ بہ نیت قربانی جانور خریدے گا تو اس پر بھی خاص اس جانور کی قربانی واجب ہو جائے گی، نہ کرے گا تو گنہگار رہوگا، اور اس جانور کو دوسرے سے بدل نہیں سکتا کہ اس پر اسی جانور کی قربانی واجب ہوئی۔

درمختار میں ہے (**وَفَقِيرٌ مَاشَرَاهَالَهَالِوُجُوبِهَاعَلَيْهِ بِذَلِكَ حَتَّى يَمْتَنِعَ عَلَيْهِ بَيْعُهَا**)

ترجمہ: اور فقیر نے واجب نہ ہونے کے باوجود خریدی ہے اس لئے اس کو فروخت ممنوع ہے۔

(فتاویٰ رضویہ 20/372)

بہار شریعت میں ہے: "فقیر نے قربانی کے لئے جانور خریدا اس پر اس جانور کی قربانی واجب ہے" (بہار شریعت، قربانی کا بیان، 3/331)

فتاوی فیض الرسول میں ہے: " قربانی کے خصی خریدنے والا اگر مالک نصاب نہیں تھا تو اس پر خصی کی قربانی واجب تھی اسے بیچ کر تیس روپے گائے کی قربانی کے دو حصے میں صرف کرنا اور تیس روپے بچا کر اپنی ضروریات میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ (فتاوی فیض الرسول 2/468)

سوال: فقیر نے قربانی کے لئے جانور خریدا بعد میں عیب دار ہوگیا، یا کم عمر یا عیب دار جانور ہی قربانی کے لئے خریدا تو کیا وہ اس جانور کی قربانی کرسکتا ہے، یا دوسرے جانور کی قربانی کرے؟

جواب: فقیر اسی جانور کی قربانی کرسکتا ہے اگر چہ جانور عیب دار ہوگیا ہو یا عیب دار یا کم عمر قربانی کیلئے خریدا ہی ہو، بدلنے کی ضرورت نہیں۔

تنویرالابصار مع درالمختار میں ہے ” (وَلَوْ) (اشْتَرَاهَا سَلِيمَةً ثُمَّ تَعَيَّبَتْ بِعَيْبٍ مَانِعٍ) كَمَا مَرَّ (فَعَلَيْهِ إقَامَةُ غَيْرِهَا مَقَامَهَا إنْ) كَانَ (غَنِيًّا، وَإِنْ) كَانَ (فَقِيرًا أَجْزَأَهُ ذَلِكَ) وَكَذَا لَوْ كَانَتْ مَعِيبَةً وَقْتَ الشِّرَاءِ لِعَدَمِ وُجُوبِهَا عَلَيْهِ بِخِلَافِ الْغَنِيِّ)

ترجمہ: اگرکسی نے قربانی کا جانور صحیح سلامت خریدا پھر اس میں ایسا عیب پیدا ہوگیا جو مانع قربانی ہے جیسا کہ گزرا پس اگر وہ غنی ہے تو اس پر اس کی جگہ دوسرے جانور کی قربانی کرنا واجب ہے اور اگر فقیر ہے تو وہی عیب دار کی قربانی اس کے لئے کافی ہے اور اسی طرح اگر فقیر نے عیب دار جانور ہی قربانی کیلئے خریدا تو وہ اس کی قربانی کرسکتا ہے کیونکہ اس پر قربانی واجب نہیں ہے، اس کے برعکس اگر مالدار نے ایسا کیا تو اس عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں۔

(تنویر الابصار مع در المختار 9/539)

بہارشریعت میں ہے: " جانور کو جس وقت خریدا تھا اس وقت اس میں ایسا عیب نہ تھا جس کی وجہ سے قربانی ناجائز ہوتی بعد میں وہ عیب پیدا ہوگیا تو اگر وہ شخص مالک نصاب ہے تو دوسرا جانور کی قربانی کرے اور مالک نصاب نہیں ہے تو اسی کی قربانی کرے"

اس کے نیچے مزید لکھا ہے: "فقیر نے جس وقت جانور خریدا تھا اسی وقت اس میں ایسا عیب تھا جس سے قربانی ناجائز ہوتی ہے اور وہ عیب قربانی کے وقت تک باقی رہا تو اس کی قربانی کرسکتا ہے اور غنی عیب دار ہی خریدے اور عیب دار ہی کی قربانی کرے تو ناجائز ہے" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/342)

سوال: اگرکسی نے قربانی کا جانور خریدا وہ جانور مرگیا یا گم ہوگیا یا چوری ہوگیا تو کیا دوسرے جانور کی قربانی کرنی پڑے گی؟

جواب: اگر فقیر ہے تو اس کے ذمہ دوسرے جانور کی قربانی واجب نہیں۔ اور مالک نصاب ہے تو دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے۔

درمختار میں ہے (وَكَذَا لَوْ مَاتَتْ فَعَلَى الْغَنِيِّ غَيْرُهَا لَا الْفَقِيرِ)

ترجمہ: اور اسی طرح اگر جانور مرگیا تو غنی پر دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے، فقیر پر واجب نہیں

(در المختار 9/539)

بہارشریعت میں ہے: "قربانی کا جانور مر گیا تو غنی پر لازم ہے کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے اور فقیر کے ذمہ دوسرا جانور واجب نہیں" (بہارشریعت،قربانی کا بیان،342/3)

سوال: کسی نے قربانی کیلئے جانور خریدا، وہ گم ہو گیا اس نے دوسرا جانور خرید لیا پھر گم شدہ جانور مل گیا اب کیا کرے؟

جواب: اگر وہ غنی ہے تو اس کو اختیار ہے دونوں میں سے جس کو بھی چاہے قربان کرے۔لیکن اگر پہلے جانور کی قربانی کی تو کوئی حرج نہیں اگرچہ اس کی قیمت دوسرے سے کم اور اگر دوسرے جانور کی قربانی کی اور اس کی قیمت پہلے سے کم ہے تو جتنی کم ہے اتنی رقم صدقہ کرے، ہاں اگر پہلے کی بھی قربانی کر دی ہے اب وہ صدقہ واجب نہ رہا۔

اور اگر فقیر ہے تو اس پر دونوں جانور کی قربانی واجب ہے۔

درمختار میں ہے (**وَلَوْ ضَلَّتْ أَوْ سُرِقَتْ فَشَرَى أُخْرَى فَظَهَرَتْ فَعَلَى الْغَنِيِّ إحْدَاهُمَا وَعَلَى الْفَقِيرِ كِلَاهُمَا**)

ترجمہ: اور اگر قربانی کا جانور غائب ہو گیا یا چوری ہو گیا، اس نے دوسرا جانور خرید لیا پھر پہلا جانور مل گیا تو غنی پر دونوں میں سے کسی ایک کی قربانی واجب ہے اور فقیر پر دونوں کی قربانی واجب ہے۔

(در المختار، کتاب الاضحیہ 9/539)

ردالمحتار میں (**فَعَلَى الْغَنِيِّ إحْدَاهُمَا**) کے تحت ہے (**مِنْ أَنَّهُ لَوْ ضَحَّى بِالْأُولَى أَجْزَأَهُ وَلَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ وَلَوْ قِيمَتُهَا أَقَلَّ، وَإِنْ ضَحَّى بِالثَّانِيَةِ وَقِيمَتُهَا أَقَلُّ تَصَدَّقَ بِالزَّائِدِ. قَالَ فِي الْبَدَائِعِ إلَّا إذَا ضَحَّى بِالْأُولَى أَيْضًا فَتَسْقُطُ الصَّدَقَةُ لِأَنَّهُ أَدَّى الْأَصْلَ فِي وَقْتِهِ فَيَسْقُطُ الْخَلَفُ**)

ترجمہ: اگر اس نے پہلے کی قربانی کی تو اس کے لئے کافی ہے مزید اس پر کچھ لازم نہیں اگرچہ اس کی قیمت دوسرے کی قیمت سے کم ہو، اور اگر دوسرے کی قربانی کی اور اس کی قیمت پہلے جانور سے کم ہے تو زائد رقم صدقہ کر دے۔ بدائع میں صاحب بدائع نے کہا کہ" ہاں اگر پہلے کی بھی قربانی کی تو صدقہ کرنا ساقط ہو جائے گا۔اس لئے کہ اس نے اصل

کواس کے وقت میں ادا کردیا ہے تو بعد والا ساقط ہو جائے گا۔ (ردالمحتار، کتاب الاضحیہ 9/539)

بہارشریعت میں ہے: "اور اگر قربانی کا جانور گم ہو گیا یا چوری ہو گیا اور اس کی جگہ دوسرا جانور خرید لیا اب وہ مل گیا تو غنی کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس ایک کو چاہے قربان کرے اور فقیر پر واجب ہے کہ دونوں کی قربانیاں کرے مگر غنی نے اگر پہلے جانور کی قربانی کی تو اگرچہ اس کی قیمت دوسرے سے کم ہو حرج نہیں اور اگر دوسرے کی قربانی کی اور اس کی قیمت پہلے سے کم ہے تو جتنی کم ہے اتنی رقم صدقہ کرے ہاں اگر پہلے کو بھی قربان کر دیا تو اب وہ تصدق واجب نہ رہا۔" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/342)

سوال: اگر فقیر نے قربانی کا گوشت غیر مسلم کو دیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر فقیر نے قربانی کی اور اس کا گوشت غیر مسلم کو دیا تو اتنے گوشت کا تاوان دینا لازم ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "قربانی کا گوشت کافر کو دینا جائز نہیں اگر دے گا تو اتنے گوشت کا تاوان دینا لازم ہوگا" (فتاوی رضویہ 20/456)

سوال: ایک فقیر ہے جس پر قربانی واجب نہیں، وہ ایام قربانی میں قربانی کی قیمت صدقہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے صدقہ افضل ہے یا قربانی؟

جواب: اس کے لئے ایام قربانی میں قربانی کرنا صدقہ کرنے سے افضل ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (**وَالتَّضْحِيَةُ فِيهَا أَفْضَلُ مِنَ التَّصَدُّقِ بِثَمَنِ الْأُضْحِيَةِ، لِأَنَّهَا تَقَعُ وَاجِبَةً أَوْ سُنَّةً، وَالتَّصَدُّقُ تَطَوُّعٌ مَحْضٌ فَيَفْضُلُ**)

ترجمہ: ایام قربانی میں قربانی افضل ہے قربانی کی قیمت کو صدقہ کرنے سے، اس لئے کہ قربانی یا تو واجب ہوتی ہے یا سنت اور صدقہ نفل محض ہے۔ اس لئے قربانی افضل ہے۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الثالث فی وقت الاضحیۃ، 5/295)

بہارشریعت میں ہے: "ایام نحر میں قربانی کرنا اتنی قیمت کے صدقہ کرنے سے افضل ہے کیونکہ قربانی واجب ہے یا سنت ہے اور صدقہ تطوع محض ہے لہٰذا قربانی افضل ہوئی۔" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/336)

سوال: صاحب نصاب قربانی نہ کرکے اس جگہ قربانی کا جانور یا اتنی رقم صدقہ کرے،تو کیا ایسا کرسکتا ہے؟

جواب: نہیں ایسا نہیں کرسکتا، اس پر ایام قربانی میں قربانی ہی واجب ہے۔ اگر اس کی جگہ جانور یا اتنی رقم صدقہ کیا تو واجب ساقط نہ ہوگا۔

فتاوی عالمگیری میں ہے (**لا يَقُومُ غَيْرُهَا مَقَامَهَا فِي الْوَقْتِ، حَتَّى لَوْ تَصَدَّقَ بِعَيْنِ الشَّاةِ أَوْ قِيمَتِهَا فِي الْوَقْتِ لَا يُجْزِئُهُ عَنْ الْأُضْحِيَةِ**)

ترجمہ: قربانی کے وقت میں دوسری چیز قربانی کا قائم مقام نہیں ہوسکتی یہاں تک کہ اگر قربانی کے وقت میں بکری یا اس کی قیمت صدقہ کردیا جائے تو کافی نہ ہوگا۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرھا، 5/293)

بہارشریعت میں ہے: "قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازم ہے کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی مثلا بجائے قربانی اس نے بکری یا اس کی قیمت صدقہ کردی یہ نا کافی ہے" (بہارشریعت،قربانی کا بیان، 3/335)

بہارشریعت میں دوسری جگہ پر ہے: "اور وجوب کی صورت میں بغیر قربانی کئے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا"

(بہارشریعت،قربانی کا بیان، 3/336)

سوال: اگر کوئی قربانی نہ کرسکا اب کیا کرے ؟غنی وفقیر دونوں کا حکم ایک ہے یا الگ الگ ہے؟

جواب: اگر کوئی قربانی نہ کرسکا اور ایام قربانی گزر گئے تو اب قربانی نہیں ہوسکتی بلکہ اگر وہ فقیر ہے اور اس نے قربانی کی نیت سے ہی جانور خریدا تھا تو اسی جانور کو صدقہ کرے، اگر اس جانور کو بیچ دیا تو اس کا ثمن صدقہ کرے، اگر ذبح کرڈالا تو گوشت صدقہ کرے اس میں سے کچھ نہ کھائے، اور اگر کچھ کھالیا ہے تو جتنا کھایا ہے اس کی قیمت صدقہ کرے اور اگر ذبح شدہ جانور کی قیمت زندہ جانور سے کم ہے تو جتنی کمی ہے اسے بھی صدقہ کرے، اور اگر اس نے قربانی کیلئے جانور نہ خریدا بلکہ اس کے پاس پہلے سے تھا اس نے اس میں قربانی کی نیت کرلی یا خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کی تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں اس لئے کہ اس پر قربانی ہی واجب نہیں ہوئی۔

تنویر الابصار مع درمختار میں ہے (**وَلَوْ تُرِكَتْ التَّضْحِيَةُ وَمَضَتْ أَيَّامُهَا تَصَدَّقَ بِهَا حَيَّةً نَاذِرٌ لِمُعَيَّنَةٍ وَلَوْ ذَبَحَهَا تَصَدَّقَ بِلَحْمِهَا، وَلَوْ نَقَصَهَا تَصَدَّقَ بِقِيمَةِ النُّقْصَانِ أَيْضًا وَلَا يَأْكُلُ النَّاذِرُ مِنْهَا؛ فَإِنْ أَكَلَ تَصَدَّقَ بِقِيمَةِ مَا**

أَكَلَ وَفَقِيرٌ شَرَاهَا لَهَا)

ترجمہ: اور اگر قربانی چھوٹ گئی اور ایام قربانی گزر گئے تو منت ماننے والا اسی معین قربانی کے جانور کو زندہ صدقہ کرے اور اگر اسے ذبح کر دیا تو اس کا گوشت صدقہ کرے، اگر اس کی قیمت زندہ جانور سے کم ہو تو اس کمی کو بھی صدقہ کرے اور منت ماننے والا اس سے کچھ نہ کھائے اگر کھالیا تو جتنا کھایا اس کی قیمت صدقہ کرے اور فقیر کا بھی یہی حکم ہے جبکہ جانور کو قربانی کے لئے ہی خریدا ہو۔ (ملخصاً تنویر الابصار مع در المختار 9/531)

ردالمحتار میں (شَرَاهَا لَهَا) کے تحت ہے (فَلَوْ كَانَتْ فِي مِلْكِهِ فَنَوَى أَنْ يُضَحِّيَ بِهَا أَوْ اشْتَرَاهَا وَلَمْ يَنْوِ الْأُضْحِيَةَ وَقْتَ الشِّرَاءِ ثُمَّ نَوَى بَعْدَ ذَلِكَ لَا يَجِبُ)

ترجمہ: تو اگر جانور اس کی ملک میں تھا اس نے قربانی کی نیت کی یا خریدتے وقت تو قربانی کی نیت نہ کی پھر بعد میں نیت کی تو واجب نہیں۔ (ردالمحتار 9/532)

بہار شریعت میں ہے: "اور فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہے اور قربانی کے دن نکل گئے چونکہ اس پر بھی اسی معین جانور کی قربانی واجب ہے لہذا اس جانور کو زندہ صدقہ کر دے اور اگر ذبح کر ڈالا تو وہی حکم ہے جو منت میں مذکور ہوا۔ یہ حکم اسی صورت میں ہے کہ قربانی ہی کے لئے خریدا ہو، اور اگر اس کے پاس پہلے سے کوئی جانور تھا اور اس نے اس کے قربانی کرنے کی نیت کر لی یا خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کی تو اس پر قربانی واجب نہیں"

(بہار شریعت، قربانی کا بیان، 3/338)

اگر غنی ہے قربانی نہ کر سکا ایام قربانی گزر گئے، پس اگر وہ قربانی کے لئے جانور خرید چکا ہے تو وہی جانور زندہ صدقہ کرے، اگر ذبح کر ڈالا ہے تو وہی حکم ہے جو مذکور ہوا، اور جانور خریدا نہیں ہے تو بکری کی قیمت صدقہ کرے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَإِنْ كَانَ أَوْجَبَ شَاةً بِعَيْنِهَا أَوْ اشْتَرَى شَاةً لِيُضَحِّيَ بِهَا فَلَمْ يَفْعَلْ حَتَّى مَضَتْ أَيَّامُ النَّحْرِ تَصَدَّقَ بِهَا حَيَّةً وَلَا يَجُوزُ الْأَكْلُ مِنْهَا، فَإِنْ بَاعَهَا تَصَدَّقَ بِثَمَنِهَا فَإِنْ ذَبَحَهَا وَتَصَدَّقَ بِلَحْمِهَا جَازَ، فَإِنْ كَانَتْ قِيمَتُهَا حَيَّةً أَكْثَرَ تَصَدَّقَ بِالْفَضْلِ، وَلَوْ أَكَلَ مِنْهَا شَيْئًا غَرِمَ قِيمَتَهُ)

ترجمہ: اگر کسی خاص بکری کو واجب کر لیا یا قربانی کے لئے کوئی بکری خریدی، اس نے قربانی نہ کی یہاں تک

کہ ایام نحر گزر گئے تو اس کو زندہ صدقہ کردے اور اس میں سے کھانا جائز نہیں اور اگر اس کو فروخت کر دیا تو اسکا دام صدقہ کرے اور اگر اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کر دیا تو جائز ہے، مگر اس بکری کے زندہ ہونے کی حالت کی قیمت اگر ذبح کی ہوئی سے زیادہ ہو تو جس قدر زائد ہو وہ بھی صدقہ کرے اور اگر اس میں سے کچھ کھالیا تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الرابع، 5/296)

ردالمحتار میں ہے (ذَكَرَ فِي الْبَدَائِعِ أَنَّ الصَّحِيحَ أَنَّ الشَّاةَ الْمُشْتَرَاةَ لِلْأُضْحِيَةِ إذَا لَمْ يُضَحِّ بِهَا حَتَّى مَضَى الْوَقْتُ يَتَصَدَّقُ الْمُوسِرُ بِعَيْنِهَا حَيَّةً كَالْفَقِيرِ بِلَا خِلَافٍ بَيْنَ أَصْحَابِنَا)

ترجمہ: بدائع میں مذکور ہے کہ قربانی کے لئے خریدی گئی بکری کی اگر قربانی نہ ہوسکی یہاں تک کہ وقت گزر گیا تو غنی بعینہ اسی بکری کو زندہ صدقہ کردے جیسا کہ فقیر صدقہ کرے۔ اس میں ہمارے اصحاب کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ (ردالمحتار 9/533)

اسی صفحہ پر یہ بھی ہے (وَلَمْ يَشْتَرِ وَهُوَ مُوسِرٌ وَقَدْ مَضَتْ أَيَّامُهَا تَصَدَّقَ بِقِيمَةِ شَاةٍ تُجْزِي لِلْأُضْحِيَةِ)

ترجمہ: (اگر) جانور خریدا نہیں ہے اور وہ غنی ہے ایام قربانی گزر بھی گئے ہیں تو بکری کی قیمت صدقہ کرنا قربانی کے لئے کافی ہوگا۔ (ردالمحتار 9/533)

بہارشریعت میں ہے: " اور غنی نے قربانی کے لئے جانور خرید لیا ہے تو وہی جانور صدقہ کردے اور ذبح کرڈالا ہے تو وہی حکم ہے جو مذکور ہوا اور خریدا نہ ہو تو بکری کی قیمت صدقہ کرے۔ " (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/338)

بہارشریعت میں یہ بھی ہے: " ایام نحر گزرنے کے بعد اسے بیچ ڈالا تو ثمن کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ " (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/339)

سوال: کیا مالدار قربانی کا جانور خرید کر بیچ سکتا ہے ؟

جواب: اگر مالدار نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہے تو اس کو بیچنے کی تین صورتیں ہیں ایک صورت جائز ہے اور دو صورتیں ناجائز ہیں۔

(1) اگر جانور بیچ کر اس سے بہتر جانور خریدنا چاہتا ہے تو بیچنا جائز ہے۔

(2) اگر اس جانور کو بیچ کر اس کے مثل دوسرا جانور خریدنا چاہتا ہے تو بیچنا مکروہ تحریمی اور ناجائز و گناہ ہے اس صورت میں بیچا تو توبہ اس پر لازم ہے۔

(3) اگر اس جانور کو بیچ کر اس سے سستا جانور خریدنا چاہتا ہے تو مکروہ تحریمی، ناجائز و گناہ ہے، اگر اس نے اس صورت میں بیچا تو توبہ بھی کرے اور بچی ہوئی رقم صدقہ بھی کرے۔

جدالممتار میں ہے (**: اقول: تقدم فيها اذا ضلت فشرى اخرى فوجد الاولى فذبح الثانية وهي اقل قيمة من الاولى تصدق بالفضل، وذلک لانها و ان لم تتعين في حق الغنى الغير الناذر لكنه لما شراها للاضحية فقد نوى اقامة القربة بها، فاذا ابدلها بما دونها كان رجوعاً عن بعض ما نوى فامر بالتصدق، و قد مر فى الشرح بلفظ: (ضمن الزائد) و في حاشية عن البدائع بلفظ: (عليه ان يتصدق بافضلها)۔۔۔ و قال في الهداية و التبيين: (انها تعينت للاضحية حتى وجب ان يضحى بها بعينها في ايام النحر، ويكره ان يبدل بها غيرها) قال في العناية: (بعينها في ايام النحر فيما اذا كان المضحى فقيراً أو يكره ان يبدل اذا كان غنيا) و مطلق الكراهة التحريم بل زاد سعدى افندى بعد قوله: "اذا كان غنيا" (ولكن يجوز استبدالها بخير منها عند ابي حنيفة و محمد رحمهما الله تعالى) خصهما لانها عند ابى يوسف كالوقف، فدل على ان الاستبدال بغير الخير لا يجوز۔**

و قال في العناية (لو اشترى اضحية ثم باعها و اشترى مثلها لم يكن به بأس) فافهم ان لو كانت ادون منها كان به بأس، و لا بأس في المكروه تنزيها فيكره تحريما بل قال عليه سعدى افندى: (اقول: فيه بحث) اى: في المثل ايضاً بأس بل يشترط للجواز الخيرة كما قدمنا عنه"

ترجمہ: میں کہتا ہوں: پہلے جو مسئلہ گزرا کہ جب قربانی کا جانور گم ہو گیا اور مالک نے دوسرا جانور خرید لیا اور پھر پہلا مل گیا اور اس نے دوسرا جانور، جو پہلے سے کم قیمت کا ہے، ذبح کر دیا، تو وہ شخص (پہلے جانور کی دوسرے سے) زائد قیمت صدقہ کر دے اور یہ حکم اس لئے ہے کہ اگرچہ پہلا جانور جس غنی نے نذر نہ مانی ہو، اس کے حق میں متعین نہیں ہوا تھا، لیکن جب اس نے قربانی کے لئے جانور خریدا، تو اس جانور کے ذریعے اس نے قربت قائم کرنے کی نیت کر لی اور

جب وہ اس سے کم تر کے ساتھ بدلے گا، تو یہ (بدلنا) اس کے بعض سے رجوع کرنا ہوگا، جس میں اس نے (قربت کی) نیت کی تھی، لہذا اسے صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا اور شرح میں ان الفاظ کے ساتھ گزرا ہے کہ وہ زائد کا ضامن ہے اور حاشیہ میں بدائع کے حوالے سے یہ الفاظ ہیں کہ اس پر لازم ہے، وہ دونوں کے درمیان جو زیادتی ہے، اس کو صدقہ کرے۔ ہدایہ اور تبیین میں فرمایا: (جو جانور پہلے خریدا تھا) وہ قربانی کے لئے معین ہو گیا حتی کہ اس پر واجب ہے کہ قربانی کے دنوں میں بعینہ اس جانور کی قربانی کرے اور اس کو دوسرے جانور سے بدلنا مکروہ ہے۔ عنایہ میں فرمایا: اگر قربانی کرنے والا شخص فقیر ہے، تو قربانی کے دنوں میں بعینہ اسی جانور کی قربانی کرے اور اگر غنی ہے، تو اس کے لئے جانور بدلنا مکروہ ہے اور مطلق مکروہ، مکروہ تحریمی ہوتا ہے۔ بلکہ سعدی آفندی علیہ الرحمہ نے صاحب عنایہ کے قول: ''اذا کان غنیا'' کے بعد یہ زائد کیا۔ ''لیکن امام اعظم و محمد رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک قربانی کے لئے خریدے ہوئے جانور کو اس سے بہتر سے بدلنا جائز ہے۔'' تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بہتر کے علاوہ سے بدلنا جائز نہیں اور سعدی آفندی نے بہتر سے بدلنے کے جواز کو ان دونوں (یعنی امام ابو حنیفہ اور امام محمد) کے ساتھ خاص اس لئے کیا، کیونکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک قربانی کا جانور وقف کی طرح ہے۔

اور عنایہ میں فرمایا: اگر قربانی کا جانور خریدا، پھر اسے بیچ دیا اور اس کی مثل خریدا، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ تو تم اس بات کو سمجھو کہ اگر دوسرا جانور پہلے سے کم تر ہو، تو اس میں حرج ہے اور (حرج ہونا قرار دینے کا مطلب ہوا کہ یہ مکروہ تحریمی ہوگا کیونکہ) مکروہ تنزیہی میں کوئی حرج نہیں ہوتا، لہذا (حرج قرار دینے کا مطلب ہوا کہ دوسرے کا پہلے سے کم تر ہونا) مکروہ تحریمی ہے، بلکہ سعدی آفندی علیہ الرحمہ نے فرمایا: میں کہتا ہوں اس مسئلے میں بھی بحث ہے یعنی دوسرے جانور کا پہلے کی مثل ہونے میں بھی حرج ہے، بلکہ (جانور بدلنے) کے جواز کے لئے (دوسرے کا) بہتر ہونا شرط ہے، جیسا کہ ہم ان کے حوالے سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

(جدالممتار، کتاب الاضحیۃ، جلد6، صفحہ459،460، مکتبۃ المدینہ، کراچی بحوالہ فتاویٰ قربانی ص 57)

قربانی کے لئے خریدی ہوئی گائے کو بدلنے سے متعلق **فتاویٰ رضویہ** میں ہے: "وہ گائے کہ بنیت قربانی خریدی، اس کا دوسری گائے سے بدلنا بھی منع ہے کہ اللہ کے واسطے اس کی نیت کر کے پھرنا معیوب ہے" (فتاویٰ رضویہ 578/14)

وقت قربانی کا بیان

سوال: قربانی کا وقت کب سے کب تک؟

جواب: قربانی کا وقت دسویں ذوالحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے یعنی تین دن دوراتیں۔ (بہارشریعت،قربانی کا بیان،336/3)

تنویرالابصار مع درالمختار میں ہے(وَأَوَّلُ وَقْتِهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ إنْ ذَبَحَ فِي مِصْرٍ وَبَعْدَ طُلُوعِ فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ إنْ ذَبَحَ فِي غَيْرِهِ وَآخِرُهُ قُبَيْلَ غُرُوبِ يَوْمِ الثَّالِثِ)

ترجمہ: اورقربانی کا اول وقت نمازعید کے بعد ہے اگرشہرمیں قربانی کررہا ہے اور یوم نحر کے طلوع فجر کے بعد ہے اگر دیہات میں کررہا ہے اورآخری وقت تیسرے دن کے غروب سے پہلے تک ہے۔

(ملخصاًتنویر الابصار مع در المختار 9/527)

سوال: شہراوردیہات میں قربانی کب کرے؟اگرشہرمیں عید کی نماز سے پہلے قربانی کیا تو کیا حکم ہے اوراگر دیہات میں کیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: شہرمیں عید کی نماز ہونے کے بعد قربانی کرے اگرشہرمیں نمازعید سے پہلے قربانی کی تو قربانی نہ ہوئی۔ اوردیہات میں چونکہ نمازعیدنہیں ہے اس لئے یہاں اگرطلوع فجر کے بعد قربانی کی تو قربانی تو ہوجائے گی لیکن دیہات میں بہتر یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد قربانی کی جائے۔

ہدایہ میں ہے(وَوَقْتُ الْأُضْحِيَةِ يَدْخُلُ بِطُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ)، إلَّا أَنَّهُ لَا يَجُوزُ لِأَهْلِ الْأَمْصَارِ الذَّبْحُ حَتَّى يُصَلِّيَ الْإِمَامُ الْعِيدَ، فَأَمَّا أَهْلُ السَّوَادِ فَيَذْبَحُونَ بَعْدَ الْفَجْرِ)

ترجمہ: اورقربانی کا وقت داخل ہوتا ہے یوم نحر کے طلوع فجر سے مگر یہ کہ شہروالوں کواس وقت تک قربانی کرنا جائزنہیں جب تک کہ امام عید کی نماز نہ پڑھادے اوررہے دیہات والے تو فجر کے بعد قربانی کرسکتے ہیں۔

(فتح القدیر، کتاب الاضحیة 9/225)

تنویرالابصار مع درالمختار میں ہے(وَأَوَّلُ وَقْتِهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ إنْ ذَبَحَ فِي مِصْرٍ وَبَعْدَ طُلُوعِ فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ

إنْ ذَبَحَ فِي غَيْرِهِ)

ترجمہ: اور قربانی کا اول وقت نماز عید کے بعد ہے اگر شہر میں قربانی کر رہا ہے اور یوم نحر کے طلوع فجر کے بعد ہے اگر دیہات میں کر رہا ہے۔ (ملخصاً تنویر الابصار مع در المختار 9/527)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (**وَالْوَقْتُ الْمُسْتَحَبُّ لِلتَّضْحِيَةِ فِي حَقِّ أَهْلِ السَّوَادِ بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ**)

ترجمہ: دیہات والوں کے حق میں قربانی کا مستحب وقت طلوع شمس کے بعد ہے۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الثالث، 5/295)

بہارشریعت میں ہے: "شہر میں قربانی کی جائے تو شرط یہ ہے کہ نماز ہو چکے لہٰذا نماز عید سے پہلے شہر میں قربانی نہیں ہوسکتی اور دیہات میں چونکہ نماز عید نہیں ہے یہاں طلوع فجر کے بعد سے ہی قربانی ہوسکتی ہے اور دیہات میں بہتر یہ ہے کہ بعد طلوع آفتاب قربانی کی جائے۔" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/337)

سوال: اگر کسی نے شہر میں نماز عید کے بعد، خطبہ سے پہلے ہی قربانی کر لی تو کیا حکم ہے؟

جواب: قربانی ہو جائے گی مگر ایسا کرنا خلاف مستحب ہے۔

درمختار میں ہے (**وَلَوْ قَبْلَ الْخُطْبَةِ لٰكِنْ بَعْدَهَا أَحَبُّ**)

ترجمہ: اور اگر قبل خطبہ قربانی کی تو جائز ہے لیکن بعد میں کرنا مستحب ہے۔

اسی کے تحت **ردالمحتار** میں ہے (**لَوْ ضَحَّى قَبْلَ الْفَرَاغِ مِنَ الْخُطْبَةِ فَقَدْ أَسَاءَ**)

ترجمہ: اگر خطبہ سے فارغ ہونے سے پہلے قربانی کی تو برا کیا۔ (ردالمحتار 9/528)

بہارشریعت میں ہے: "اور شہر میں بہتر یہ ہے کہ خطبہ ہو چکنے کے بعد قربانی کی جائے یعنی نماز ہو چکی ہے اور ابھی خطبہ نہیں ہوا ہے اس صورت میں قربانی ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/337)

سوال: عید کی نماز کے بعد قربانی ہوئی، بعد میں معلوم ہوا کہ امام نے بغیر وضو کے نماز پڑھا دی ہے تو نماز عید کے ساتھ قربانی کا بھی اعادہ کرنا پڑے گا؟

جواب: ایسی صورت میں صرف نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا، قربانی کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

تنویرالابصار میں ہے (تَبَيَّنَ أَنَّ الْإِمَامَ صَلَّى بِغَيْرِ طَهَارَةٍ) (تُعَادُ الصَّلَاةُ دُونَ الْأُضْحِيَةِ)

ترجمہ: یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر امام نے بغیر طہارت نماز پڑھائی تو نماز کا اعادہ کیا جائے گا نہ کہ قربانی کا۔

(تنویر الابصار مع در مختار 9/539)

فتاوی عالمگیری میں ہے (صَلَّى الْإِمَامُ وَضَحَّوْا، ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ كَانَ صَلَّى بِلَا وُضُوءٍ جَازَتْ الْأُضْحِيَةُ، وَلَوْ تَذَكَّرَ قَبْلَ تَفَرُّقِ النَّاسِ تُعَادُ الصَّلَاةُ وَلَا تُعَادُ الْأُضْحِيَةُ)

ترجمہ: امام نے نماز پڑھائی اور لوگوں نے قربانی کی پھر معلوم ہوا کہ اس نے بغیر وضو کے نماز پڑھا دی ہے تو قربانی جائز ہے اور اگر لوگوں کے منتشر ہونے سے پہلے یاد آیا تو نماز کا اعادہ کیا جائے گا، قربانی کا نہیں۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الثالث، 5/295)

بہارشریعت میں ہے: "امام نے نماز پڑھ لی اس کے بعد قربانی ہوئی پھر معلوم ہوا کہ امام نے بغیر وضو نماز پڑھا دی تو نماز کا اعادہ کیا جائے قربانی کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/338)

سوال: اگر شہر میں چند جگہوں پر عید کی نماز ہوتی ہے تو قربانی کب کرے؟

جواب: اگر شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو تو پہلی جگہ نماز ہونے کے بعد قربانی کر سکتے ہیں۔

ردالمحتار میں ہے (وَلَوْ ضَحَّى بَعْدَمَا صَلَّى أَهْلُ الْمَسْجِدِ وَلَمْ يُصَلِّ أَهْلُ الْجَبَّانَةِ أَجْزَأَهُ اسْتِحْسَانًا لِأَنَّهَا صَلَاةٌ مُعْتَبَرَةٌ، حَتَّى لَوْ اكْتَفَوْا بِهَا أَجْزَأَتْهُمْ، وَكَذَا عَكْسُهُ)

ترجمہ: اور اگر کسی نے مسجد والے کے نماز پڑھنے کے بعد قربانی کی، حالانکہ عیدگاہ والوں نے نماز نہ پڑھی تو اس کی قربانی استحساناً جائز ہے اس لئے کہ ان کی نماز معتبر ہے یہاں تک کہ اگر ان لوگوں نے اسی نماز پر اکتفا کیا تو ان کے لئے کافی ہے اور اسی طرح اس کے برعکس ہے۔ (ردالمحتار 9/528)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (إِذَا اسْتَخْلَفَ الْإِمَامُ مَنْ يُصَلِّي بِالضَّعَفَةِ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ وَخَرَجَ بِنَفْسِهِ إِلَى الْجَبَّانَةِ مَعَ الْأَقْوِيَاءِ فَضَحَّى رَجُلٌ بَعْدَمَا انْصَرَفَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ أَهْلُ الْجَبَّانَةِ، الْقِيَاسُ أَنْ لَا تَجُوزَ وَفِي الِاسْتِحْسَانِ تَجُوزُ إِنْ ضَحَّى بَعْدَمَا فَرَغَ أَهْلُ الْجَبَّانَةِ قَبْلَ أَهْلِ الْمَسْجِدِ، قِيلَ فِي هَذِهِ الصُّورَةِ:

يَجُوزُ قِيَاسًا وَ اسْتِحْسَانًا)

ترجمہ: اگر امام نے ایک شخص کو خلیفہ مقرر کیا کہ جامع مسجد میں ضعیف لوگوں کو نماز پڑھا دے اور خود قوی لوگوں کو لے کر عیدگاہ گیا پھر عیدگاہ والوں کی نماز تمام ہونے سے پہلے جامع مسجد والوں کی نماز تمام ہوجانے کے بعد ایک شخص نے قربانی کر دی تو قیاساً جائز نہیں مگر استحساناً جائز ہے اور عیدگاہ والوں کے فارغ ہونے کے بعد اہل مسجد کے فارغ ہونے سے پہلے اس نے قربانی کی تو قیاساً اور استحساناً جائز ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الثالث، 5/295)

بہارشریعت میں ہے: "اگر شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو تو پہلی جگہ نماز ہو چکنے کے بعد قربانی جائز ہے یعنی یہ ضروری نہیں کہ عیدگاہ میں نماز ہوجائے جب ہی قربانی کی جائے بلکہ کسی مسجد میں ہوگئی اور عیدگاہ میں نہ ہوئی جب بھی ہو سکتی ہے" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/337)

نوٹ: اس صورت میں ضروری ہے کہ پہلی جگہ جہاں عید کی نماز ہوئی ہے وہ مسلک حق اہل سنت والجماعت والوں کی ہو کیونکہ بدمذہبوں کی نماز عید کا کوئی اعتبار نہیں۔

سوال: قربانی کرنے والا شہر میں ہو، مگر اس کی قربانی کا جانور گاؤں میں ہو تو کس وقت قربانی کرے؟

جواب: اس صورت میں قربانی طلوع فجر کے بعد ہوسکتی ہے کیونکہ قربانی کے معاملے میں مقام قربانی کا اعتبار ہوتا ہے، قربانی کرنے والے کا نہیں۔ جب قربانی گاؤں میں ہو رہی ہے تو وہیں کے وقت کا اعتبار ہوگا اگرچہ قربانی کرنے والا شہر میں ہو۔

درمختار میں ہے **(وَالْمُعْتَبَرُ مَكَانُ الْأُضْحِيَّةِ لَا مَكَانُ مَنْ عَلَيْهِ)**

ترجمہ: اور اعتبار مکان قربانی کا ہے، جس پر قربانی واجب ہے اس کی جگہ کا اعتبار نہیں۔

اسی کے تحت **ردالمحتار** میں ہے **(فَلَوْ كَانَتْ فِي السَّوَادِ وَالْمُضَحِّي فِي الْمِصْرِ جَازَتْ قَبْلَ الصَّلَاةِ، وَفِي الْعَكْسِ لَمْ تَجُزْ)**

ترجمہ: تو اگر قربانی دیہات میں ہو اور قربانی کرنے والا شہر میں ہو تو نماز عید سے پہلے قربانی جائز ہے اور اس کے برعکس ہو جائز نہیں۔ (ردالمحتار مع درمختار 9/529)

بہارشریعت میں ہے: " یہ جوشہراور دیہات کا فرق بتایا گیا یہ مقام قربانی کے لحاظ سے ہے قربانی کرنے والے کے اعتبار سے نہیں یعنی دیہات میں قربانی ہوتو وہ وقت ہے اگر چہ قربانی کرنے والا شہر میں ہو اور شہر میں ہوتو نماز کے بعد ہو اگر چہ جس کی طرف سے قربانی ہے وہ دیہات میں ہو۔" (بہارشریعت،قربانی کا بیان،337/3)

سوال: ایک شخص بیرونی ملک میں رہتا ہے وہ ہندوستان میں قربانی کرانا چاہتا ہے کیا کراسکتا ہے

جواب: اگر دونوں جگہ (یعنی جہاں وہ شخص رہتا ہے وہاں اور جہاں وہ قربانی کرانا چاہتا ہے وہاں) قربانی کا وقت ہے تو قربانی کرا سکتا ہے اور اگر دونوں جگہوں میں کہیں بھی وقت شروع نہیں ہوا یا وقت ختم ہو گیا تو قربانی نہیں ہو سکتی۔

جیسے کوئی ہندوستانی شخص تیسرے دن سعودی میں قربانی کرانا چاہے تو نہیں کراسکتا اس لئے کہ عموماً سعودی میں ایک دن پہلے وقت ہو جاتا ہے اور جب ہندوستانی شخص نے تیسرے دن وہاں قربانی کرانا چاہا تو وہاں 13 ذوالحجہ ہو چکی ہوگی اور وقت ختم ہو چکا ہوگا۔ اسی طرح سعودی میں رہنے والا اگر پہلے دن ہندوستان میں قربانی کرانا چاہے تو نہیں کرا سکتا، اس لئے کہ سعودی میں تو قربانی کا وقت شروع ہو چکا ہوگا لیکن ہندوستان میں جہاں وہ قربانی کرا رہا ہے وہاں ابھی وقت ہی شروع نہیں ہوا۔ یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ وجوب قربانی کا سبب وقت ہے اور قربانی کا وقت 10 ذوالحجہ کو صبح صادق سے 12 ذوالحجہ کے غربت آفتاب تک ہے۔ لہذا جب وقت پایا جائے گا تبھی قربانی ہو سکتی ہے۔

درمختار میں ہے (وَسَبَبُهَا الْوَقْتُ وَهُوَ أَيَّامُ النَّحْرِ)

ترجمہ: وجوب قربانی کا سبب وقت ہے اور وہ ایام نحر ہے۔ (درمختار، کتاب الاضحیہ 379/9)

بدائع الصنائع میں ہے (وَأَمَّا وَقْتُ الْوُجُوبِ فَأَيَّامُ النَّحْرِ فَلَا تَجِبُ قَبْلَ دُخُولِ الْوَقْتِ، لِأَنَّ الْوَاجِبَاتِ الْمُؤَقَّتَةَ لَا تَجِبُ قَبْلَ أَوْقَاتِهَا كَالصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ وَنَحْوِهِمَا، ...... وَذَلِكَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ الْيَوْمِ الْأَوَّلِ إلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ مِنْ الثَّانِي عَشَرَ.......... فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ مِنْ الْيَوْمِ الْأَوَّلِ فَقَدْ دَخَلَ وَقْتُ الْوُجُوبِ فَتَجِبُ عِنْدَ اسْتِجْمَاعِ شَرَائِطِ الْوُجُوبِ)

ترجمہ: اور رہا وجوب کا وقت تو وہ ایام نحر ہے۔ اور دخول وقت سے پہلے قربانی واجب نہیں اس وجہ سے کہ

واجبات موقتہ اپنے وقتوں سے پہلے واجب نہیں ہوتی جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔۔۔۔۔۔۔۔اورقربانی کاوقت پہلے دن کے طلوع فجر سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے۔۔۔۔۔۔۔جب پہلے دن کی فجر طلوع ہوئی تو وقت وجوب داخل ہوجائے گا اور تمام شرائط وجوب پائے جائیں تو قربانی واجب ہوجائے گی۔(بدائع الصنائع، کتاب التضحیہ 97/5)

بہارشریعت میں ہے: " قربانی واجب ہونے کا سبب وقت ہے جب وہ وقت آیا اور شرائط وجوب پائے گئے قربانی واجب ہوگئی "(بہارشریعت،قربانی کا بیان،3/333)

ایک اور مقام پر ہے: " قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے "(بہارشریعت،قربانی کا بیان،3/336)

پھر جب دونوں جگہ قربانی کا وقت ہے تو اب قربانی والی جگہ کا اعتبار ہوگا،قربانی کرانے والے کے شہر کا اعتبار نہیں۔یعنی اگر جس شہر میں قربانی کرانے والا موجود ہے وہاں دسویں ذوالحجہ کی طلوع فجر ہوگئی اگرچہ ابھی عید کی نماز نہ ہوئی، اور جہاں قربانی کرارہا ہے وہ اگر دیہات ہے تو طلوع فجر کے فوراً بعد قربانی ہوسکتی ہے اور اگر شہر ہے تو عید کی نماز کے بعد ہی قربانی ہوسکتی ہے پہلے نہیں۔اس لئے کہ اس معاملے میں قربانی کی جگہ کا اعتبار ہے۔اور شہر میں بعد نماز عید قربانی شرط صحت ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (انَّ الرَّجُلَ إذَا كَانَ فِي مِصْرٍ وَأَهْلُهُ فِي مِصْرٍ آخَرَ فَكَتَبَ إلَيْهِمْ لِيُضَحُّوا عَنْهُ، فَإِنَّهُ يُعْتَبَرُ مَكَانُ التَّضْحِيَةِ فَيَنْبَغِي أَنْ يُضَحُّوا عَنْهُ بَعْدَ فَرَاغِ الْإِمَامِ مِنْ صَلَاتِهِ فِي الْمِصْرِ الَّذِي يُضَحَّى عَنْهُ فِيهِ)

ترجمہ: اگر ایک شخص ایک شہر میں ہو اور اس کے اہل خانہ دوسرے شہر میں ہوں، وہ اپنے گھر والوں کو کہے کہ میری طرف سے قربانی کریں،تو اس میں سے قربانی والی جگہ کا اعتبار کیا جائے گا یعنی اس کے اہل خانہ کو اجازت ہوگی کہ وہ جس شہر میں قربانی کررہے ہیں اس شہر میں امام کے نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد اس شخص کی طرف سے قربانی کردیں۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح، 366/5)

بہارشریعت میں ہے: " یہ جو شہر و دیہات کا فرق بتایا گیا یہ مقام قربانی کے لحاظ سے ہے قربانی کرنے والے کے اعتبار سے نہیں یعنی دیہات میں قربانی ہو تو وہ وقت ہے اگرچہ قربانی کرنے والا شہر میں ہو اور شہر میں ہو تو نماز کے بعد

ہوا گرچہ جس کی طرف سے قربانی ہے وہ دیہات میں ہو"۔ (بہارشریعت،قربانی کا بیان،3/337)

سوال: اگر شہر میں کسی وجہ سے نماز عید نہ ہوسکی تو قربانی کب کرے ؟

جواب: اگر بارش وغیرہ کی وجہ سے شہر میں نماز عید نہ ہوسکی تو پہلے دن زوال شروع ہونے کے بعد ہی کریں اور دوسرے یا تیسرے دن نماز عید سے پہلے کر سکتے ہیں۔

بہارشریعت میں ہے:" دسویں کو اگر عید کی نماز نہ ہوئی تو قربانی کے لئے یہ ضرور ہے کہ وقت نماز جاتا رہے یعنی زوال کا وقت آجائے اب قربانی ہوسکتی ہے اور دوسرے یا تیسرے دن نماز عید سے قبل ہوسکتی ہے۔"

(بہارشریعت،قربانی کا بیان،3/337)

اور اگر ایسے فتنے فساد کی وجہ سے نماز نہ ہوئی کہ کوئی نماز پڑھانے والا ہی نہیں تو ایسی صورت میں طلوع فجر کے بعد ہی قربانی کر سکتے ہیں۔

فتاوی عالمگیری میں ہے **(إِذَا تَرَكَ الصَّلَاةَ يَوْمَ النَّحْرِ بِعُذْرٍ أَوْ بِغَيْرِ عُذْرٍ لَا تَجُوزُ الْأُضْحِيَّةُ حَتَّى تَزُولَ الشَّمْسُ وَتَجُوزُ الْأُضْحِيَّةُ فِي الْغَدِ وَبَعْدَ الْغَدِ قَبْلَ الصَّلَاةِ، لِأَنَّهُ فَاتَ وَقْتُ الصَّلَاةِ بِزَوَالِ الشَّمْسِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَالصَّلَاةُ فِي الْغَدِ تَقَعُ قَضَاءً، كَذَا فِي مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ. وَفِي الْوَاقِعَاتِ لَوْ أَنَّ بَلْدَةً وَقَعَتْ فِيهَا فَتْرَةٌ وَلَمْ يَبْقَ فِيهَا وَالٍ لِيُصَلِّيَ بِهِمْ صَلَاةَ الْعِيدِ فَضَحَّوْا بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ جَازَ وَهُوَ الْمُخْتَارُ، لِأَنَّ الْبَلْدَةَ صَارَتْ فِي حَقِّ هَذَا الْحُكْمِ كَالسَّوَادِ)**

ترجمہ: اگر یوم نحر کو کسی عذر کے سبب یا بلا عذر نماز ترک کردیا تو جب تک زوال نہ ہو تب تک قربانی جائز نہیں ہے اور دوسرے یا تیسرے دن نماز سے پہلے قربانی جائز ہے کیونکہ پہلے دن زوال آفتاب سے نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور دوسرے روز جو نماز ادا کی جائے گی وہ قضا ہوگی، ایسا محیط سرخسی میں ہے۔ اور واقعات میں ہے اگر کسی شہر میں فتور واقع ہوا کہ اس میں کوئی والی نہ رہا جو لوگوں کو نماز عید پڑھائے پس لوگوں نے بعد فجر قربانی کردی تو جائز ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ شہر اس حکم میں دیہات کی طرح ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الثالث، 5/295)

درمختار میں ہے **(وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ: بَلْدَةٌ فِيهَا فِتْنَةٌ فَلَمْ يُصَلُّوا وَضَحَّوْا بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ جَازَ فِي الْمُخْتَارِ)**

ترجمہ: بزازیہ میں ہے: شہر میں فتنہ ہوا لوگوں نے نماز نہ پڑھی اور طلوع فجر کے بعد قربانی کردی تو جائز ہے قول مختار میں۔

اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے (لِعَدَمِ وَالٍ يُصَلِّيهَا بِهِمْ۔ لِأَنَّ الْبَلْدَةَ صَارَتْ فِي هَذَا الْحُكْمِ كَالسَّوَادِ)

ترجمہ: اس وجہ سے کہ کوئی والی نہیں جوان کو نماز پڑھائے۔اس لئے شہر اس حکم میں دیہات کی طرح ہو گیا۔
(ردالمحتار مع در مختار 9/530)

سوال: رات میں قربانی کرنا کیسا ہے؟

جواب: رات میں قربانی کرنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اندھیرے کی وجہ سے ذبح میں غلطی ہوسکتی ہے۔

فتح القدیر میں ہے (وَيَجُوزُ الذَّبْحُ فِي لَيَالِيهَا إلَّا أَنَّهُ يُكْرَهُ لِاحْتِمَالِ الْغَلَطِ فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ)

ترجمہ: ایام قربانی کی راتوں میں قربانی کرنا جائز ہے مگر رات کی تاریکی میں غلطی کے احتمال کی وجہ سے مکروہ ہے۔ (فتح القدیر، کتاب الاضحیۃ 9/528)

درمختار میں ہے (وَكُرِهَ تَنْزِيهًا الذَّبْحُ لَيْلًا لِاحْتِمَالِ الْغَلَطِ)

ترجمہ: رات میں ذبح کرنا مکروہ تنزیہی ہے غلطی کے احتمال کی وجہ سے۔(تنویر الابصار مع در مختار 9/531)

فتاوی رضویہ میں ہے: "رات کو ذبح کرنا اندیشہ غلطی کے باعث مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہے"
(فتاوی رضویہ 20/213)

لیکن فی زمانہ لائٹ اور روشنی کا اس قدر معقول انتظام ہوسکتا ہے کہ کسی طرح کی غلطی کا بھی احتمال نہ رہے۔لہذا جہاں رات میں لائٹ اور روشنی کا انتظام ہو تو ان لوگوں کے لئے مکروہ بھی نہیں۔اس لئے کہ جب علت یعنی اندھیرا ختم ہو گیا، تو کراہت کا حکم بھی باقی نہیں رہے گا۔اور جہاں روشنی کا انتظام نہیں وہاں رات میں قربانی کرنا مکروہ تنزیہی ہوگا۔

سوال: اگر کوئی سال گزشتہ قربانی نہ کرسکا امسال اس کی قضا کرنا چاہتا ہے، کیا کرسکتا ہے؟

جواب: اگر کوئی سال گزشتہ قربانی نہ کرسکا امسال اس کی قضا نہیں کرسکتا بلکہ اس پر یہ حکم ہے کہ وہ بکری کی قیمت صدقہ کرے۔اگر اس نے قربانی کردی تو وہ محض نفل ہوگی، گزشتہ سال کی طرف سے ادا نہ ہوگی، اور ایسی صورت

میں پورا گوشت بھی صدقہ کرنا ہوگا۔

بدائع الصنائع میں ہے (**إِنَّهَا لَا تُقْضَى بِالْإِرَاقَةِ، لِأَنَّ الْإِرَاقَةَ لَا تُعْقَلُ قُرْبَةً وَإِنَّمَا جُعِلَتْ قُرْبَةً بِالشَّرْعِ فِي وَقْتٍ مَخْصُوصٍ فَاقْتَصَرَ كَوْنُهَا قُرْبَةً عَلَى الْوَقْتِ الْمَخْصُوصِ فَلَا تُقْضَى بَعْدَ خُرُوجِ الْوَقْتِ**)

ترجمہ: قربانی کی قضاء خون بہانے (یعنی جانور ذبح کرنے) سے نہیں ہوسکتی، کیونکہ خون بہانا عقلاً قربت نہیں ہے، اسے شریعت کی وجہ سے ایک وقت مخصوص میں قربت قرار دیا گیا ہے، تو اس کا قربت ہونا وقت مخصوص تک ہی محدود ہوگا، وقت ختم ہونے کے بعد اس طرح قضا نہیں ہوسکتی۔ (بدائع الصنائع کتاب التضحیۃ 5/101)

مزید **بدائع الصنائع** میں ہے (**وَإِنْ كَانَ لَمْ يُوجِبْ عَلَى نَفْسِهِ وَلَا اشْتَرَى وَهُوَ مُوسِرٌ حَتَّى مَضَتْ أَيَّامُ النَّحْرِ تَصَدَّقَ بِقِيمَةِ شَاةٍ تَجُوزُ فِي الْأُضْحِيَّةِ**)

ترجمہ: اگر قربانی اپنے اوپر خود واجب نہیں کی تھی اور نہ ہی قربانی کے لئے جانور خریدا تھا اور وہ صاحب نصاب بھی تھا (اس نے قربانی نہ کی) یہاں تک کہ ایام نحر گزر گئے، تو اب ایک ایسی بکری کی قیمت صدقہ کرے جس کی قربانی جائز ہوتی ہو۔ (بدائع الصنائع کتاب التضحیۃ 5/102)

ردالمحتار میں ہے (**لَوْ كَانَ أَحَدُهُمْ مُرِيدًا لِلْأُضْحِيَّةِ عَنْ عَامِهِ وَأَصْحَابُهُ عَنْ الْمَاضِي تَجُوزُ الْأُضْحِيَّةُ عَنْهُ وَنِيَّةُ أَصْحَابِهِ بَاطِلَةٌ وَصَارُوا مُتَطَوِّعِينَ، وَعَلَيْهِمْ التَّصَدُّقُ بِلَحْمِهَا وَعَلَى الْوَاحِدِ أَيْضًا**)

ترجمہ: شرکاء میں سے کسی ایک نے موجودہ سال کی قربانی کی نیت کی اور باقیوں نے گزشتہ سالوں کی، تو موجودہ سال والے کی نیت درست ہوگی اور اس کے ساتھیوں کی نیت باطل ہوجائے گی اور ان کی قربانیاں نفل ہوگی، اور اس پر اور اس کے ساتھیوں پر گوشت کا صدقہ کرنا لازم ہوگا۔ (ردالمحتار مع 9/540)

بہارشریعت میں ہے: "قربانی کے دن گزر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی اور جانور یا اس کی قیمت کو صدقہ بھی نہیں کیا یہاں تک کہ دوسری بقرعید آگئی اب یہ چاہتا ہے کہ سال گزشتہ کی قربانی کی قضا اس سال کرے، یہ نہیں ہوسکتا بلکہ اب بھی وہی حکم ہے کہ جانور یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔ (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/339)

سوال: قربانی کے ایام میں کس دن قربانی کرنا سب سے افضل ہے؟

جواب: پہلے دن یعنی دسویں تاریخ کو قربانی کرنا سب سے افضل ہے پھر گیارہویں کو پھر بارہویں کو یعنی آخری دن قربانی کرنا سب میں کم درجہ ہے۔اور اگر تاریخوں میں شک ہو یعنی تیس کا چاند مانا گیا ہے اور انتیس کے ہونے کا بھی شبہہ ہے مثلاً گمان تھا کہ انتیس کا چاند ہوگا مگر ابر وغیرہ کی وجہ سے چاند نہ دکھا یا شہادتیں گزریں مگر کسی وجہ سے قبول نہ ہوئیں اسی صورت میں دسویں کے متعلق یہ شبہہ ہے کہ شاید آج گیارہویں ہو تو بہتر یہ ہے کہ قربانی کو بارہویں تک مؤخر نہ کرے یعنی بارہویں سے پہلے کرڈالے کیونکہ بارہویں کے متعلق تیرہویں ہونے کا شبہہ ہوگا تو یہ شبہہ ہوگا کہ وقت کے بعد قربانی ہوئی۔اوراس صورت میں اگر بارہویں کو قربانی کی جس کے متعلق تیرہویں ہونے کا شبہہ ہے تو بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت صدقہ کردے بلکہ ذبح کی ہوئی بکری اور زندہ بکری میں قیمت کا تفاوت ہو اور زندہ کی قیمت کچھ زیادہ ہو تو اس زیادتی کو بھی صدقہ کردے۔ (ملخصاً بہارشریعت،قربانی کا بیان،3/336)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (أَوَّلُهَا أَفْضَلُهَا وَآخِرُهَا أَدْوَنُهَا..........وَإِذَا شَكَّ فِي يَوْمِ الْأَضْحَى فَالْمُسْتَحَبُّ أَنْ لَا يُؤَخِّرَ إِلَى الْيَوْمِ الثَّالِثِ، فَإِنْ أَخَّرَ يُسْتَحَبُّ أَنْ لَا يَأْكُلَ مِنْهُ، وَيَتَصَدَّقَ بِالْكُلِّ فَيَتَصَدَّقُ بِفَضْلِ مَابَيْنَ الْمَذْبُوحِ وَغَيْرِ الْمَذْبُوحِ)

ترجمہ: پہلے دن قربانی کرنا سب سے افضل ہے اور آخری دن قربانی کرنا سب سے کم درجہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور جب یوم اضحیٰ میں شک ہو تو مستحب یہ ہے کہ تیرہویں تک مؤخر نہ کرے اور اگر مؤخر کیا تو مستحب یہ ہے کہ اس کے گوشت کو نہ کھائے، پورا کا پورا صدقہ کردے بلکہ ذبح کیا ہوا جانور اور زندہ جانور کی قیمت میں جو تفاوت ہو وہ قیمت بھی صدقہ کردے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الثالث، 5/295)

قربانی کے جانور کا بیان

سوال: کن جانوروں کی قربانی ہوسکتی ہے؟

جواب: قربانی کے جانور کی تین قسمیں ہیں (1) اونٹ، (2) گائے، (3) بکری، ہر قسم میں اس کی جتنی نوعیں ہیں سب داخل ہیں، نر اور مادہ، خصی اور غیر خصی سب کا حکم ایک ہے یعنی سب کی قربانی ہوسکتی ہے۔بھینس گائے میں شمار

ہےاس کی بھی قربانی ہوسکتی ہے، بھیڑ اور دنبہ بکری میں داخل ہے ان کی بھی قربانی ہوسکتی ہے۔

(ملخصاً بہار شریعت، قربانی کا بیان، 339/3)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (أَمَّا جِنْسُهُ فَهُوَ أَنْ يَكُونَ مِنْ الْأَجْنَاسِ الثَّلَاثَةِ الْغَنَمِ أَوْ الْإِبِلِ أَوْ الْبَقَرِ ، وَيَدْخُلُ فِي كُلِّ جِنْسٍ نَوْعُهُ وَالذَّكَرُ وَالْأُنْثَى مِنْهُ وَالْخَصِيُّ وَالْفَحْلُ لِانْطِلَاقِ اسْمِ الْجِنْسِ عَلَى ذَلِكَ ، وَالْمَعْزُ نَوْعٌ مِنْ الْغَنَمِ ، وَالْجَامُوسُ نَوْعٌ مِنْ الْبَقَرِ)

ترجمہ: واضح ہو کہ جنس واجب میں یہ چاہئے کہ قربانی کا جانور تین جنس یعنی بکری، اونٹ اور گائے سے ہو اور ہر جنس میں اس کے نوع اور مذکر و مونث اور خصی و غیر خصی سب داخل ہیں کیونکہ اسم جنس کا اطلاق ان سب پر ہوتا ہے اور بھیڑ و دنبہ نوع غنم ہیں اور بھینس نوع بقر ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/297)

بدائع الصنائع میں ہے (أَمَّا جِنْسُهُ فَهُوَ أَنْ يَكُونَ مِنْ الْأَجْنَاسِ الثَّلَاثَةِ الْغَنَمِ أَوْ الْإِبِلِ أَوْ الْبَقَرِ ، وَيَدْخُلُ فِي كُلِّ جِنْسٍ نَوْعُهُ وَالذَّكَرُ وَالْأُنْثَى مِنْهُ وَالْخَصِيُّ وَالْفَحْلُ لِانْطِلَاقِ اسْمِ الْجِنْسِ عَلَى ذَلِكَ ، وَالْمَعْزُ نَوْعٌ مِنْ الْغَنَمِ ، وَالْجَامُوسُ نَوْعٌ مِنْ الْبَقَرِ)

ترجمہ: رہا جانور کی جنس (جس کی قربانی ہوسکتی ہے) تو اجناس ثلاثہ یعنی بکری اونٹ گائے میں سے ہو اور ہر جنس میں اس کی نوع داخل ہے، مذکر و مونث، خصی و غیر خصی داخل ہے اس لئے کہ اسم جنس کا اطلاق ان سب پر ہے اور بھیڑ و دنبہ بکری کی قسم سے ہیں، اور بھینس گائے کی قسم سے ہے۔ (بدائع الصنائع کتاب التضحیة 5/103)

سوال: قربانی کے جانور کی عمر کتنی ہونی چاہئے اور اس میں شمسی سال کا اعتبار ہے یا قمری؟

جواب: قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہئے اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، بکری ایک سال کی، اس سے کم عمر ہو تو قربانی جائز نہیں، زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے۔ ہاں دنبہ یا بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ (بہار شریعت، قربانی کا بیان، 340/3)

جانور کی عمر میں قمری سال کا اعتبار ہوگا۔ اس لئے کہ شریعت میں قمری مہینہ و سال کا اعتبار ہوتا ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "شرع مطہرہ کے سب احکام عبادات و معاملات انہیں (یعنی قمری مہینے) پر مبنی ہیں۔

معالم میں ہے (وَالْمُرَادُ مِنْهُ الشُّهُورُ الْهِلَالِيَةُ، وَهِيَ الشُّهُورُ الَّتِي يَعْتَدُّ بِهَا الْمُسْلِمُونَ فِي صِيَامِهِمْ وَحَجِّهِمْ وَأَعْيَادِهِمْ وَسَائِرِ أُمُورِهِم)

ترجمہ: اس سے مرادقمری مہینے ہیں اوران مہینوں کے ذریعے مسلمان اپنے روزوں، حج،عیدین اورتمام امور کاحساب لگاتے ہیں۔

نسفی میں ہے (والمرادُ بيانُ أنَّ أحكامَ الشرعِ تَبْتَنِى على الشهورِ القمريةِ المحسوبةِ بالأهلةِ دون الشمسيةِ)

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ شرعی احکام قمری مہینوں پر مبنی ہیں جو چاند کے حساب سے ہوتے ہیں شمسی مہینوں پر نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب الاجارہ 448/19)

سوال: بکری کا چھ ماہ کا بچہ اگر اتنا فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو کیا اس کی بھی قربانی جائز ہوگی جس طرح دنبہ اور بھیڑ کی جائز ہے؟

جواب: اگر بکری کا بچہ سال بھر سے کم ہے اگر چہ خوب فربہ ہو دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں جواز کا حکم صرف دنبہ اور بھیڑ کے ساتھ خاص ہے اس کے علاوہ اور جانور میں پوری عمر ہونا چاہئے اگر ایک دن بھی کم ہوگا تو قربانی جائز نہ ہوگی۔

ردالمحتار میں ہے (فَلَوْ ضَحّٰى بِسِنٍّ أَقَلَّ لَا يَجُوزُ)

ترجمہ: اگر عمر سے کم پر قربانی کی تو جائز نہیں۔ (ردالمحتار مع درمختار 9/534)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (لَوْ ضَحّٰى بِأَقَلَّ مِنْ ذٰلِکَ شَيْئًا لَا يَجُوزُ)

ترجمہ: (ہم نے جو عمر بیان کیا) اس سے کم عمر کا جانور قربان کرنا جائز نہیں۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/297)

مبسوط سرخسی میں ہے (وَلَا خِلَافَ أَنَّ الْجَذَعَ مِنَ الْمَعْزِ لَا يَجُوزُ، وَإِنَّمَا ذٰلِکَ مِنَ الضَّأْنِ خَاصَّةً)

ترجمہ: اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بکری کا چھ ماہہ بچہ قربان کرنا جائز نہیں (چھ ماہہ بچے کی اجازت) بھیڑ

یادنبہ میں ہی ہے۔ (مبسوط للسرخسی، کتاب الاضحیۃ12/13)

فتاوی فیض الرسول میں ہے: "قربانی کے لئے بکری کے بچے کی عمر کم سے کم ایک سال ہونا ضروری ہے لہٰذا وہ بچہ جو عیدالاضحیٰ کے پندرہ یا اٹھارہ دن بعد پیدا ہوا خواہ وہ اتنا فربہ کہ سال بھر والے سے بہتر نظر آتا ہو دوسرے سال اس کی قربانی جائزنہیں۔ (فتاوی فیض الرسول 461/2)

سوال: کیا وحشی جانور جیسے نیل گائے، ہرن وغیرہ کی قربانی ہوسکتی ہے؟

جواب: وحشی جانور کی قربانی نہیں ہوسکتی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (**وَلَا يَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ شَيْءٌ مِنْ الْوَحْشِيِّ**)

ترجمہ: کسی وحشی جانور کی قربانی جائزنہیں۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/297)

بہارشریعت میں ہے: "وحشی جانور جیسے نیل گائے اور ہرن کی قربانی نہیں ہوسکتی"

(بہارشریعت، قربانی کا بیان، 340/3)

سوال: اگر کوئی وحشی جانور جیسے نیل گائے، ہرن کو پکڑ کر قربانی کی نیت سے پرورش کرے تو کیا اب اس کی قربانی ہوسکتی ہے؟

جواب: وحشی جانور کی قربانی نہیں ہوسکتی اگرچہ بانیت قربانی اس کی پرورش کرے۔

بدائع الصنائع میں ہے (**وَإِنْ ضَحَّى بِظَبْيَةٍ وَحْشِيَّةٍ أُلِفَتْ أَوْ بِبَقَرَةٍ وَحْشِيَّةٍ أُلِفَتْ لَمْ يَجُزْ؛ لِأَنَّهَا وَحْشِيَّةٌ فِي الْأَصْلِ وَالْجَوْهَرِ فَلَا يَبْطُلُ حُكْمُ الْأَصْلِ بِعَارِضٍ نَادِرٍ**)

ترجمہ: اور اگر کسی نے ہرن کی قربانی کی جو مانوس ہوگئی ہو یا مانوس نیل گائے کی قربانی کی تو جائزنہیں۔اس لئے کہ وہ حقیقت واصل میں وحشی ہے اور اصل کا حکم نادر کے عارض سے باطل نہیں ہوتا۔

(بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ5/104)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے: "ہرن یا نیل گائے وغیرہ وحشی جانور کی قربانی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اگر وہ انسان میں رہتے رہتے مانوس ہوگیا وحشت جاتی رہی جب بھی اس کی قربانی جائزنہیں۔" (ملخصاً فتاوی امجدیہ 309/3)

سوال: اگر وحشی اور گھریلو جانور سے مل کر بچہ پیدا ہوا جیسے ہرن اور بکری سے، تو کیا اس کی قربانی ہوسکتی ہے؟

جواب: اس میں ماں کا اعتبار ہوگا اگر اس بچے کی ماں گھریلو ہے تو جائز ہے اور اگر ماں وحشی ہے تو جائز نہیں۔

بدائع الصنائع میں ہے (فَإِنْ كَانَ مُتَوَلِّدًا مِنْ الْوَحْشِيِّ وَالْإِنْسِيِّ فَالْعِبْرَةُ بِالْأُمِّ فَإِنْ كَانَتْ أَهْلِيَّةً يَجُوزُ وَإِلَّا فَلَا حَتَّى إنَّ الْبَقَرَةَ الْأَهْلِيَّةَ إذَا نَزَا عَلَيْهَا ثَوْرٌ وَحْشِيٌّ فَوَلَدَتْ وَلَدًا فَإِنَّهُ يَجُوزُ أَنْ يُضَحَّى بِهِ، وَإِنْ كَانَتْ الْبَقَرَةُ وَحْشِيَّةً وَالثَّوْرُ أَهْلِيًّا لَمْ يَجُزْ؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي الْوَلَدِ الْأُمُّ)

ترجمہ: اگر وحشی اور انسی سے مل کر بچہ پیدا ہوا تو ماں کا اعتبار ہوگا، اگر ماں گھریلو ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں یہاں تک کہ اگر گھریلو گائے سے وحشی بیل نے جماع کیا اور بچہ پیدا ہوا تو اس کی قربانی کرنا جائز ہے اور اگر وحشی گائے اور گھریلو بیل سے بچہ پیدا ہوا تو جائز نہیں اس لئے کہ بچے میں اصل ماں ہے۔ (بدائع الصنائع کتاب التضحیۃ 5/103)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (فَإِنْ كَانَ مُتَوَلِّدًا مِنْ الْوَحْشِيِّ وَالْإِنْسِيِّ فَالْعِبْرَةُ لِلْأُمِّ، فَإِنْ كَانَتْ أَهْلِيَّةً تَجُوزُ وَإِلَّا فَلَا، حَتَّى لَوْ كَانَتْ الْبَقَرَةُ وَحْشِيَّةً وَالثَّوْرُ أَهْلِيًّا لَمْ تَجُزْ)

ترجمہ: اگر وحشی اور انسی جانور سے بچہ پیدا ہوا تو ماں کا اعتبار ہوگا، اگر ماں گھریلو ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں، یہاں تک کہ اگر گائے وحشی اور بیل گھریلو ہو تو قربانی جائز نہیں۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/297)

بہار شریعت میں ہے: "وحشی اور گھریلو جانور سے مل کر بچہ پیدا ہوا مثلاً ہرن اور بکری سے اس میں ماں کا اعتبار ہے یعنی اس بچے کی ماں بکری ہے تو جائز ہے اور بکرے اور ہرن سے پیدا ہوا ہے تو ناجائز ہے۔"
(بہار شریعت، قربانی کا بیان، 3/340)

سوال: کس جانور کی قربانی کرنا افضل ہے؟

جواب: بکری کی قیمت اور گوشت اگر گائے کے ساتویں حصہ کے برابر ہو تو بکری افضل ہے اور گائے کے ساتویں حصہ میں بکری سے زیادہ گوشت ہو تو گائے افضل ہے۔ یعنی جب دونوں کی ایک ہی قیمت ہو اور مقدار بھی ایک ہی ہو تو جس کا گوشت اچھا ہے وہ افضل ہے اور اگر گوشت کی مقدار میں فرق ہو تو جس میں گوشت زیادہ ہو وہ افضل ہے اور

مینڈھا بھیڑ سے، اور دنبہ دنبی سے افضل ہے جبکہ دونوں کی ایک قیمت ہو اور دونوں میں گوشت برابر ہو، بکری بکرے سے افضل ہے مگر خصی بکرا بکری سے افضل ہے اور اونٹنی اونٹ سے اور گائے بیل سے افضل ہے جبکہ گوشت اور قیمت میں برابر ہوں۔ (بہارشریعت،قربانی کا بیان،3/340)

درمختار میں ہے (الشَّاةُ أَفْضَلُ مِنْ سُبْعِ الْبَقَرَةِ إذَا اسْتَوَيَا فِي الْقِيمَةِ وَاللَّحْمِ, وَالْكَبْشُ أَفْضَلُ مِنْ النَّعْجَةِ إذَا اسْتَوَيَا فِيهِمَا, وَالْأُنْثَى مِنْ الْمَعْزِ أَفْضَلُ مِنْ التَّيْسِ إذَا اسْتَوَيَا قِيمَةً, وَالْأُنْثَى مِنْ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ أَفْضَلُ)

ترجمہ: بکری افضل ہے گائے کے ساتویں حصہ سے جبکہ بکری اور گائے کا ساتواں حصہ قیمت اور گوشت میں برابر ہو اور مینڈھا بھیڑ سے، دنبہ دنبی سے افضل ہے جبکہ وہ قیمت اور گوشت میں برابر ہوں، بکری بکرا سے افضل ہے جبکہ وہ دونوں قیمت میں برابر ہوں اور اونٹنی اونٹ سے اور گائے بیل سے افضل ہے۔

ردالمحتار میں (إذَا اسْتَوَيَا فِي الْقِيمَةِ وَاللَّحْمِ) کے تحت ہے (فَإِنْ كَانَ سُبْعُ الْبَقَرَةِ أَكْثَرَ لَحْمًا فَهُوَ أَفْضَلُ, وَالْأَصْلُ فِي هَذَا إذَا اسْتَوَيَا فِي اللَّحْمِ وَالْقِيمَةِ فَأَطْيَبُهُمَا لَحْمًا أَفْضَلُ, وَإِذَا اخْتَلَفَا فِيهِمَا فَالْفَاضِلُ أَوْلَى)

ترجمہ: تو اگر گائے کے ساتویں حصہ میں گوشت زیادہ ہو تو گائے افضل ہے۔ اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ جب گائے اور بکری دونوں گوشت اور قیمت میں برابر ہوں تو ان دونوں میں سے جس کا گوشت زیادہ اچھا ہوگا وہ افضل ہے اور اگر گائے اور بکری ان دونوں میں مختلف ہوں تو جس میں گوشت زیادہ ہوگا وہ افضل واولیٰ ہوگا۔

ردالمختار میں (وَالْأُنْثَى مِنْ الْمَعْزِ أَفْضَلُ) کے تحت ہے (مَشَى ابْنُ وَهْبَانَ عَلَى أَنَّ الذَّكَرَ فِي الضَّأْنِ وَالْمَعْزِ أَفْضَلُ لَكِنَّهُ مُقَيَّدٌ بِمَا إذَا كَانَ مَوْجُوءًا, أَيْ مَرْضُوضَ الْأُنْثَيَيْنِ: أَيْ مَدْقُوقَهُمَا. قَالَ الْعَلَّامَةُ عَبْدُ الْبَرِّ: وَمَفْهُومُهُ أَنَّهُ إذَا لَمْ يَكُنْ مَوْجُوءًا لَا يَكُونُ أَفْضَلَ)

ترجمہ: ابن وہبان اس طرف گئے ہیں کہ بکرا اور دنبہ افضل ہے لیکن انہوں نے اسے اس قید سے مقید کیا ہے کہ جبکہ وہ خصی ہو۔ علامہ عبدالبر نے کہا کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب وہ خصی نہ ہو تو افضل نہیں۔

(ردالمحتار مع درمختار 9/534)

سوال: بکری کے بچے نے کتیا یا عورت کے دودھ سے پرورش پائی تو کیا اس کی قربانی ہو سکتی ہے؟

جواب: بکری کا بچہ اگر کتیا یا عورت کا دودھ چھوڑ کر کچھ دن گھاس وغیرہ کھاتا رہا تو اس کی قربانی جائز ہے۔ بلکہ خنزیر جو اشد حرام ہے اس کا دودھ پیا ہو تو بھی قربانی جائز ہے بشرطیکہ اس کا دودھ چھوڑ کر کچھ دن تک گھاس وغیرہ کھایا ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (الْجَدْيُ إِذَا كَانَ يُرَبَّى بِلَبَنِ الْأَتَانِ, وَالْخِنْزِيرِ إِنْ اعْتَلَفَ أَيَّامًا فَلَا بَأْسَ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْجَلَّالَةِ وَالْجَلَّالَةُ إِذَا حُبِسَتْ أَيَّامًا فَعُلِفَتْ لَا بَأْسَ بِهَا فَكَذَا هَذَا)

ترجمہ: بکری کے بچے نے اگر گدھی کے دودھ سے یا خنزیر کے دودھ سے پرورش پائی اور پھر چندروز چارہ کھایا تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ گندگی کھانے والے جانور کی طرح ہے کہ جب اس کو چندروز قید کرر کھا اور اس نے چارہ کھایا تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور یہ بھی ایسے ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الثانی، 5/290)

بہار شریعت میں ہے: "بکری کے بچہ کو کتیا کا دودھ پلاتا رہا اس کا بھی حکم جلالہ کا ہے کہ چندروز تک اسے باندھ کر چارہ کھلائیں کہ وہ اثر جاتا رہے"۔ (بہار شریعت، قربانی کا بیان، 3/325)

فتاوی فیض الرسول میں ہے: "بکری کے بچے اگر کتیا کا دودھ چھوڑ کر کچھ دنوں گھاس کھاتے رہے تو ان کا گوشت کھانا عند الشرع جائز ہے اور ان کی قربانی کرنا بھی جائز ہے بلکہ خنزیر جو اشد حرام ہے اس کے دودھ سے پرورش یافتہ بکرے کے گوشت کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس کا دودھ چھوڑ کر کچھ دنوں تک گھاس کھایا ہو"

(فتاوی فیض الرسول 2/452)

سوال: کیا جرسی گائے کی قربانی جائز ہے؟

جواب: جرسی گائے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب خنزیر گائے سے جفتی کرتا ہے تو جرسی گائے پیدا ہوتی ہے اگر واقعی ایسا ہی ہو تو بھی جرسی گائے کی قربانی جائز ہے کیونکہ جانور میں نسب ماں کی طرف سے مانا جاتا ہے۔ ماں گائے ہے تو اس کا بچہ بھی گائے ہی ہے۔ جو حکم اس کا ہے وہی حکم بچہ کا ہے، باپ حلال جانور ہو یا حرام اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (فَإِنْ كَانَ مُتَوَلِّدًا مِنَ الْوَحْشِيِّ وَالْإِنْسِيِّ فَالْعِبْرَةُ لِلْأُمِّ)

ترجمہ: اگر وحشی اور گھریلو جانور سے بچہ پیدا ہو تو ماں کا اعتبار ہوگا۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/297)

فتاوی بحر العلوم میں ہے: " جرسی گائے کے بارے میں ہماری کوئی تحقیق نہیں۔ سنا جاتا ہے کہ نر خنزیر سے جفتی کے نتیجے میں ہی یہ نسل وجود میں آتی ہے، اگر واقعی یہی ہو تو بھی جرسی گائے اور اس کا دودھ حلال ہے کہ شریعت میں جانوروں کا نسب ماں کی طرف سے مانا جاتا ہے۔ ماں گائے ہے تو اس کا بچہ بھی گائے ہی ہے۔ جو حکم اس کا وہی حکم بچہ کا، باپ حلال جانور ہو یا حرام اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ حکم فتوی کا ہے، اگر کسی کی طبیعت اس دودھ سے انکار کرتی ہے تو اس پر بھی جبر اور زبردستی نہیں" (فتاوی بحر العلوم 5/342)

فتاوی برکاتیہ میں ہے: " جرسی گائے اور بیل جب کہ گائے کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں تو ان کی قربانی کرنا، ان کا گوشت کھانا جائز ہے اور جرسی گائے کا دودھ پینا بھی جائز ہے۔ اس لئے کہ جانوروں میں ماں کا اعتبار ہے"

(فتاویٰ برکاتیہ ص229)

سوال: کیا وزن سے جانور خرید کر قربانی کرنا جائز ہے؟

جواب: جی! وزن سے جانور خرید کر قربانی کرنا جائز ہے۔

زندہ جانور وزن کر کے بیچنے خریدنے کے تعلق سے **مفتی اختر حسین علیمی** صاحب قبلہ کی تحقیق پیش کی جاتی ہے۔

آپ سے سوال ہوا کہ: "کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ مرغیوں اور بکروں کو زندہ تول کر بیچنا کیسا ہے؟ بعض حضرات اسے ناجائز کہتے ہیں آپ تحقیق فرما کر رہنمائی فرمائیں۔

باسمہ تعالی و تقدس الجواب بعون الملک الوهاب کسی چیز کی خرید و فروخت کے لئے شریعت مطہرہ میں متعدد شرطیں ہیں ان میں ایک شرط یہ ہے کہ وہ چیز موجود ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ مملوک ہو، تیسری شرط یہ ہے کہ مال متقوم و چوتھی شرط یہ ہے کہ مقدر التسلیم ہو

فتاوی عالمگیری میں ہے (وَمِنْهَا فِي الْمَبِيعِ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ مَوْجُودًا فَلَا يَنْعَقِدُ بَيْعُ الْمَعْدُومِ وَمَا لَهُ خَطَرُ

الْعَدَمِ كَبَيْعِ نِتَاجِ النِّتَاجِ وَالْحَمْلِ كَذَا فِي الْبَدَائِعِ وَأَنْ يَكُونَ مَمْلُوكًا فِي نَفْسِهِ وَأَنْ يَكُونَ مِلْكَ الْبَائِعِ فِيمَا يَبِيعُهُ لِنَفْسِهِ فَلَا يَنْعَقِدُ بَيْعُ الْكَلَإِ وَلَوْ فِي أَرْضٍ مَمْلُوكَةٍ لَهُ وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ مَمْلُوكًا لَهُ وَإِنْ مَلَكَهُ بَعْدَهُ إلَّا السَّلَمَ، وَالْمَغْصُوبُ لَوْ بَاعَهُ الْغَاصِبُ ثُمَّ ضَمِنَهُ نَفَذَ بَيْعُهُ هَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ وَأَنْ يَكُونَ مَالًا مُتَقَوِّمًا شَرْعًا مَقْدُورَ التَّسْلِيمِ فِي الْحَالِ أَوْ فِي تَالِي الْحَالِ كَذَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ)

یعنی کچھ شرطیں مبیع میں ہیں وہ یہ ہے کہ مبیع موجود ہولہذا معدوم کی بیع نہیں ہوگی یونہی جس کے معدوم ہونے کا خطرہ اور اندیشہ ہومثلاً حمل کے حمل اور حمل کی بیع بھی نہیں ہوگی ایسا ہی بدائع میں ہے اور وہ شئی فی نفسہ مملوک اور مشروعاً مال متقوم ہواور فوراً یا بعد میں قابل تسلیم ہوجیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ (فتاوی عالمگیری 3/2)

بہار شریعت میں ہے: "بیع کے لئے چند شرائط ہیں۔مبیع کا موجود ہونا، مال متقوم ہونا، مملوک ہونا، مقدورالتسلیم ہونا ضروری ہے" (بہار شریعت 2/616)

ان شرائط کے ساتھ ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ مبیع اور ثمن معلوم اور متعین ہوں تا کہ آپس میں نزاع نہ ہونے پائے

درمختار میں ہے (وَشُرِطَ لِصِحَّتِهِ مَعْرِفَةُ قَدْرِ مَبِيعٍ وَثَمَنٍ وَوَصْفُ ثَمَنٍ)۔(ردالمحتار مع درمختار 7/36)

بہار شریعت میں ہے: "مبیع اور ثمن دونوں اس طرح معلوم ہو کہ نزاع پیدا نہ ہوسکے اگر مجہول ہو کہ نزاع پیدا ہوسکتی ہے تو بیع صحیح نہیں" (بہار شریعت 2/617)

اس تفصیل کے بعد زندہ جانوروں کوتول کر بیچنے میں غور کریں تو صاف طور پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں صحت بیع کی تمام شرطیں پائی جارہی ہیں کیونکہ مرغے اور بکرے سب مال متقوم ہیں اور وزن کرنے سے ان کی مقدار بھی معلوم ہو جارہی ہے اس طرح مبیع اور ثمن یعنی جانور کا وزن اور اس کا دام متعین ہو جاتا ہے لہذا مذکورہ جانوروں کو نقد تول کر بیچنے اور خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے

غالباً بعض حضرات کو صاحب ہدایہ امام اجل علامہ مرغینانی قدس سرہ الربانی کی درج ذیل عبارت سے شبہ ہو گیا ہے" لِأَنَّ الْحَيَوَانَ لَا يُوزَنُ عَادَةً وَلَا يُمْكِنُ مَعْرِفَةُ ثِقَلِهِ بِالْوَزْنِ لِأَنَّهُ يُخَفِّفُ نَفْسَهُ مَرَّةً بِصَلَابَتِهِ وَيُثَقِّلُ أُخْرَى"

یعنی کیونکہ حیوان عادۃ وزن نہیں کیا جاتا اور وزن سے اس کا ثقل معلوم بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ کبھی خود کو ہلکا کرلیتا ہے سانس کے ذریعے اور کبھی بھاری کرلیتا ہے۔ (هدایه3/64)

اسی لئے ان حضرات نے زندہ تول کر بیچنے کو ناجائز فرمادیا ہے جبکہ یہ خلاف واقعہ ہے دراصل اس عبارت کا تعلق باب ربا سے ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ گوشت کو زندہ جانور مثلا مرغی کے گوشت کو زندہ مرغی سے بیچنا جائز ہے یا نہیں خواہ گوشت اور مرغی میں موجود گوشت کی مقدار برابر ہو یا کم وبیش ہو تو حضرات صاحبین رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ بیع جائز ہے

چنانچہ فتح القدیر میں ہے (وَيَجُوزُ بَيْعُ اللَّحْمِ بِالْحَيَوَانِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ سَوَاءً كَانَ اللَّحْمُ مِنْ جِنْسِ ذَلِكَ الْحَيَوَانِ أَوْ لَا مُسَاوِيًا لِمَا فِي الْحَيَوَانِ أَوْ لَا بِشَرْطِ التَّعْيِينِ) (فتح القدیر7/25)

بہارشریعت میں ہے: (گوشت کو جانور کے بدلے میں بیع کرسکتے ہیں کیونکہ گوشت وزنی ہے اور جانور عددی ہے (تو قدر میں اتحاد نہیں لہذا مقدار میں برابری ضروری نہیں) وہ گوشت اُسی جنس کے جانور کا ہو مثلاً بکری کے گوشت کے عوض میں بکری خریدی یا دوسری جنس کا ہو مثلاً بکری کے گوشت کے بدلے میں گائے خریدی۔ یہ گوشت اُتنا ہی ہو جتنا اُس جانور میں گوشت ہے یا اُس سے کم یا زیادہ بہر حال جائز ہے۔) (بہارشریعت2/772)

حضرات صاحبین رضی اللہ تعالی عنھما نے اس بیع کے جائز ہونے کی دلیل میں فرمایا چونکہ گوشت وزنی ہے اور زندہ جانور عام طور سے وزن کرکے نہیں بیچا جاتا تو وہ وزنی نہیں بلکہ عددی ہے لہذا گوشت اور زندہ جانور کو ہر طرح بیچ سکتے ہیں بشرطیکہ ادھار نہ ہو اس کی مکمل بحث باب الربا میں موجود ہے

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ کتب فقہ میں زندہ جانور وزن کرکے بیچنا ناجائز نہیں لکھا ہوا ہے اور اس میں کوئی تعجب نہیں ہے اس لئے کہ یہ ممکن ہے کہ کسی زمانے کا عرف کچھ رہا ہو اور بعد میں وہ عرف بدل جائے **و اللہ المثل الاعلی فانہ لا یتبدل و لا یتغیر**

البتہ اس مقام پر ایک شبہہ وزن رکھتا ہے وہ یہ کہ فتح القدیر کے حوالہ سے گزرا کہ زندہ جانور کا وزن صحیح طور پر معلوم نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ اس کا جسم سانس لینے کی بنا پر ہلکا اور بھاری ہوتا رہتا ہے اور اگر مبیع کی مقدار مجہول ہو تو بیع

درست نہیں ہوتی ہے جیسا کہ ماقبل میں گزرالہذا زندہ جانور کوتول کر بیچنا درست نہیں ہے۔

اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ مبیع مجہول ہونے سے بیع فاسد اس وقت ہوتی ہے جب جہالت باعث نزاع ہواور جہالت باعث نزاع اور مفضی الی المنازعہ نہ ہواس سے بیع فاسد نہیں ہوتی ہے

چنانچہ **ہدایہ** میں ہے " **لِأَنَّ التَّسلِيمَ وَالتَسلُّمَ وَاجِبٌ بِالْعَقْدِ وَهَذِهِ الْجَهَالَةُ مُفْضِيَةٌ إِلَى الْمُنَازَعَةِ فَيَمْتَنِعُ التَّسلِيمُ وَالتَّسَلُّمُ، وَكُلُّ جَهَالَةٍ هَذِهِ صِفَتُهَا تَمْنَعُ الْجَوَازَ، هَذَا هُوَ الْأَصْلُ** " (الھدایۃ، ج:۳ص:۴)

اورتول کر بیچنے میں بائع اور مشتری کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوتا ہے لہذا اسے ناجائز نہیں کہا جاسکتا ہے علاوہ ازیں جانور کے سانس لینے اور چھینکنے کے سبب وزن میں بہت معمولی فرق ہوگا تو مقدار میں جو جہالت ہوگی وہ نہایت معمولی اور تھوڑی ہوگی اور بیع میں نہایت معمولی جہالت مفسد بیع نہیں ہوتی ہے

ردالمحتار میں ہے "**فَخَرَجَ مَا لَوْ كَانَ قَدْرُ الْمَبِيعِ مَجْهُولًا أَيْ جَهَالَةً فَاحِشَةً، فَإِنَّهُ لَا يَصِحُّ**"

(ردالمحتار مع درمختار 7/36)

اسی میں ہے "**وَتَبْقَى الْجَهَالَةُ الْيَسِيرَةُ الَّتِي لَا تُنَافِي صِحَّةَ الْبَيْعِ**" (ردالمحتار مع درمختار 7/38)

حاصل کلام یہ ہے کہ مرغیوں اور بکریوں کو زندہ تول کر بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو حضرات اسے ناجائز کہتے ہیں ان کا کہنا صحیح نہیں ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہ

محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

۱۵ صفر المظفر ۱۴۳۸ھ

سوال: بکرا سال بھر کا ہوگیا لیکن ابھی دانت نہیں نکلا تو کیا اس کی قربانی ہوجائے گی؟

جواب: اگر بکرا سال بھر کا ہوگیا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے اگر چہ اس کا دانت نہ نکلا ہو، اس لئے کہ شریعت

کی طرف سے جانوروں کی مقرر کردہ عمر کا پورا ہونا ضروری ہے، دانت نکلنا ضروری نہیں۔

تنویر الابصار میں ہے (**وَ الثَّنِيُّ هُوَ ابْنُ خَمْسٍ مِنَ الْإِبِلِ، وَ حَوْلَيْنِ مِنَ الْبَقَرِ وَ الْجَامُوسِ، وَ حَوْلٌ مِنَ الشَّاةِ**)

ترجمہ: اور ثنیٰ صحیح ہو، ثنیٰ پانچ سال کا اونٹ اور دو سال کی گائے اور بھینس اور سال بھر کی بکری ہے۔

(تنویر الابصار مع در مختار 9/533)

فتاوی فیض الرسول میں ہے: "قربانی کے بکرا کی عمر سال بھر ہونا ضروری ہے دانت نکلنا ضروری نہیں لہذا بکرا اگر واقعی سال بھر کا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے اگر چہ اس کے دانت نہ نکلے ہوں" (فتاوی فیض الرسول 2/456)

البتہ یہ یاد رہے کہ سامنے کے دو بڑے دانت کا نکلنا جانور کی عمر پوری ہونے کی علامت ہے۔ کیونکہ اونٹ کے پانچ سال بعد، گائے وغیرہ کے دو سال بعد، اور بکری وغیرہ کے ایک سال کے بعد دانت نکلتا ہے۔ لہذا اگر کسی جانور کے دانت نہ نکلے ہوں تو خریدنے سے پہلے اچھی طرح تفتیش کر لی جائے کہ اس کی عمر قمری سال کے اعتبار سے مکمل ہے یا نہیں، اگر شک ہو تو ایسے جانور کو قربانی کے لئے نہ خریدا جائے، خصوصاً اس دور میں کہ جس میں جھوٹ بول کر جانور بیچنا عام ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "سال بھر سے کم کی بکری عقیقے یا قربانی میں نہیں ہوسکتی، اگر مشکوک حالت ہے تو وہ بھی ایسی ہی ہے کہ سال بھر کی نہ ہونا معلوم ہو **لِاَنَّ عَدَمَ العِلْمِ بِتَحْقِيقِ الشَّرْطِ كَعِلْمِ العَدَمِ** (کیونکہ شرط کے متحقق ہونے کا عدم علم اس کے عدم تحقق کے علم کی طرح ہے) خصوصاً بائع کا بیان کہ وہ اس سے زیادہ آگاہ ہے، اور سال بھر سے کم کی ظاہر کرنے میں اس کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس کا عکس متوقع ہے کہ جب مشتری اپنے مطلب کی نہ جانے گا نہ لے گا"۔

فتاویٰ رضویہ میں مزید ہے" جبکہ سال بھر کامل ہونے میں شک ہے تو اس کا عقیقہ نہ کریں، اور قصاب کا قول یہاں کافی نہیں کہ بکنے میں اس کا نفع ہے، اور حالت ظاہرہ اس کی بات کو دفع کر رہی ہے" (فتاوی رضویہ 20/583،584)

جانور میں عیب کا بیان

سوال: کیا جلالہ (گندا کھانے والا) جانور کی قربانی جائز ہے؟

جواب: جلالہ جو صرف گندا کھاتا ہے اس کی قربانی ناجائز ہے۔

درمختار میں ہے (وَ لَا الْجَلَّالَةُ الَّتِي تَأْكُلُ الْعُذْرَةَ وَ لَا تَأْكُلُ غَيْرَهَا)

ترجمہ: اور جلالہ کی قربانی جائز نہیں، جلالہ وہ ہے جو صرف گندا کھاتا ہو اور اس کے علاوہ کچھ نہ کھاتا ہو۔

(درمختار 9/538)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَ لَا تَجُوزُ الْجَلَّالَةُ وَهِيَ الَّتِي تَأْكُلُ الْعُذْرَةَ وَ لَا تَأْكُلُ غَيْرَهَا)

ترجمہ: اور جلالہ کی قربانی جائز نہیں ہے، جلالہ وہ ہے جو صرف گندا کھاتا ہو، اس کے علاوہ کچھ نہ کھاتا ہو۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/298)

بہارشریعت میں ہے: "اور جلالہ جو صرف غلیظ کھاتا ہو ان سب کی قربانی ناجائز ہے۔"

(بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/341)

ہاں اگر جلالہ کو کچھ دن باندھ کر رکھا جائے کہ نجاست نہ کھانے پائے اور بدبو دور ہو جائے تو اس کی قربانی کرنا جائز ہو جائے گی۔

بہارشریعت میں ہے: "بعض گائیں، بکریاں غلیظ کھانے لگتی ہیں ان کو جلالہ کہتے ہیں اس کے بدن اور گوشت وغیرہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اس کو کئی دن تک باندھ رکھیں کہ نجاست نہ کھانے پائے جب بدبو جاتی رہے ذبح کر کے کھائیں" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/325)

سوال: کیا خنثیٰ جانور کی قربانی جائز ہے؟

جواب: خنثیٰ جانور جس میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں ہوں اس کی قربانی جائز نہیں۔

درمختار میں ہے (وَ لَا بِالْخُنْثَى لِأَنَّ لَحْمَهَا لَا يَنْضَجُ)

ترجمہ: خنثیٰ کی قربانی جائز نہیں کیونکہ اس کا گوشت پکتا نہیں۔ (درمختار 9/528)

فتاوی عالمگیری میں ہے (لَاتَجوزُ التَضحِيَةُ بِالشَّاةِ الْخُنثٰى ، لِأَنَّ لَحمَهَا لَايَنضَجُ)

ترجمہ: خنثیٰ بکرے کی قربانی جائز نہیں، اس لئے کہ اس کا گوشت پکتا نہیں۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/299)

بہارشریعت میں ان جانوروں کے بیان کے تحت ہے جن کی قربانی جائز نہیں: " اور خنثیٰ جانور یعنی جس میں نر و مادہ دونوں کی علامتیں ہوں " (بہارشریعت، قربانی کا بیان 3/341)

فتاوی رضویہ میں ہے: "خنثیٰ کہ نر و مادہ دونوں علامتیں رکھتا ہو، دونوں سے یکساں پیشاب آتا ہو، کوئی وجہ ترجیح نہ رکھتا ہو، ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں کہ اس کا گوشت کسی طرح پکائے نہیں پکتا، ویسے ذبح سے حلال ہو جائے گا، اگر کوئی کچا گوشت کھائے کھائے" (فتاوی رضویہ 20/255)

سوال: کیا بانجھ بکری کی قربانی ہوسکتی ہے؟

جواب: جی ہاں! بانجھ بکری کی قربانی ہوسکتی ہے۔

فتاوی فیض الرسول میں ہے: " بانجھ بکری کی قربانی جائز ہے بشرطیکہ اس میں کوئی اور وجہ مانع نہ ہو "

(فتاوی فیض الرسول 2/462)

سوال: کیا بکرے کا بدھیا (خصی) ہونا عیب ہے اور اس کے قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: بکرے کا بدھیا (خصی) ہونا عیب نہیں، اس لئے اس کی قربانی جائز ہے۔ اس وجہ سے عیب نہیں کہ عیب اس وصف کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے چیز کی قیمت کم ہوجائے

جیسا کہ **قدوری، ہدایہ اور فتاوی عالمگیری** وغیرہ میں ہے (وَكُلُّ مَا أَوْجَبَ نُقْصَانَ الثَّمَنِ فِي عَادَةِ التُّجَّارِ فَهُوَ عَيبٌ اھ) اور بدھیا (خصی) ہونے کے سبب بکرا کی قیمت کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھ جاتی ہے اسی لئے غیر خصّی سے خصی کی قربانی کرنا افضل ہے

جیسا کہ **فتاویٰ بزازیہ** میں ہے (وَالذكرُ مِن الغَنمِ اَفضلُ اِذا كَانَ خصياً اھ) (ملخصاً فتاویٰ فیض الرسول 2/460)

سوال: حاملہ جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: حاملہ جانور کی قربانی تو جائز ہے مگر ناپسندیدہ ہے۔ ہاں اگر صرف چند دن کا حمل ہے تو کسی قسم کا مضائقہ بھی نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (شَاةٌ أَوْ بَقَرَةٌ أَشْرَفَتْ عَلَى الْوِلَادَةِ قَالُوا يُكْرَهُ ذَبْحُهَا)

ترجمہ: بکری یا گائے بچہ جننے کے قریب ہو تو فقہاء فرماتے ہیں کہ اس کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح، 5/287)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: " گابھن کی قربانی اگرچہ صحیح ہے مگر ناپسندیدہ ہے " (فتاویٰ رضویہ 20/370)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے: "گابھن جانور کی بھی قربانی ہو سکتی ہے، مگر گابھن ہونا معلوم ہے تو احتراز اولیٰ ہے اور اگر صرف پندرہ بیس روز کا گابھن ہے تو اس میں کسی قسم کا مضائقہ نہیں " (فتاویٰ امجدیہ 3/328)

سوال: کیا خارشی جانور کی قربانی جائز ہے؟

جواب: اگر خارشی جانور فربہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر اتنا کمزور ہو کہ ہڈیوں میں مغز نہ رہے تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَتَجُوزُ الْجَرْبَاءُ إِذَا كَانَتْ سَمِينَةً، فَإِنْ كَانَتْ مَهْزُولَةً لَا تَجُوزُ)

ترجمہ: اور خارشی جانور جب موٹا ہو تو قربانی جائز ہے اور اگر کمزور ہو تو جائز نہیں۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/298)

بہار شریعت میں ہے: " خارشی جانور کی قربانی جائز ہے جبکہ فربہ ہو اور اگر اتنا لاغر ہو کہ ہڈی میں مغز نہ رہا تو قربانی جائز نہیں " (بہار شریعت، قربانی کا بیان، 3/340)

سوال: کیا پاگل جانور کی قربانی ہو سکتی ہے؟

جواب: اگر پاگل جانور چارہ کھا سکتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر وہ چارہ نہ کھا سکے تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَتَجُوزُ الثَّوْلَاءُ وَهِيَ الْمَجْنُونَةُ إِلَّا إِذَا كَانَ ذَلِكَ يَمْنَعُ الرَّعْيَ وَالِاعْتِلَافَ

فَلَا تَجُوزُ)

ترجمہ: ثولاء یعنی پاگل جانور کی قربانی جائز ہے مگر جب وہ چرنا بند کردے تو جائز نہیں۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/298)

بہارشریعت میں ہے: "جس جانور میں جنون ہے اگر اس حد کا ہے کہ وہ جانور چرتا بھی نہیں ہے تو اس کی قربانی ناجائز ہے اور اس حد کا نہیں ہے تو جائز ہے" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/340)

سوال: جانور اتنا بوڑھا ہوگیا کہ بچہ کے قابل نہ رہا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی قربانی جائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (**وَالْعَاجِزَةُ عَنْ الْوِلَادَةِ لِكِبَرِ سِنِّهَا**)

ترجمہ: اور جو بڑھاپے کی وجہ سے بچہ کے قابل نہ ہو (اس کی قربانی جائز ہے)

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/297)

بہارشریعت میں ہے: "اتنا بوڑھا کہ بچہ کے قابل نہ رہا اس کی قربانی جائز ہے"

(ملخصاً بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/340)

سوال: بھینگا، اندھا، کانا، لاغر، لنگڑا اور بیمار جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: بھینگے جانور کی قربانی جائز ہے، اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں، کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو اس کی بھی قربانی ناجائز ہے اور اتنا لاغر جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو، لنگڑا جو قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ جاسکے اور اتنا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو ان کی بھی قربانی جائز نہیں۔ (ملخصاً بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/338)

درمختار میں ہے (**لَا بِالْعَمْيَاءِ وَالْعَوْرَاءِ وَالْعَجْفَاءِ الْمَهْزُولَةِ الَّتِي لَا مُخَّ فِي عِظَامِهَا وَالْعَرْجَاءِ الَّتِي لَا تَمْشِي إلَى الْمَنْسَكِ أَيْ الْمَذْبَحِ، وَالْمَرِيضَةِ الْبَيِّنِ مَرَضُهَا**)

ترجمہ: اور قربانی جائز نہیں اندھے کی، کانے کی، اور اتنے کمزور کی جن کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو اور اس لنگڑے کی جو قربان گاہ تک چل کر نہ جاسکے اور اس بیمار کی جس کی بیماری ظاہر ہو۔ (در مختار 9/535)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (**وَلَا تَجُوزُ الْعَمْيَاءُ وَالْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا، وَالْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ عَرَجُهَا وَهِيَ الَّتِي لَا تَقْدِرُ أَنْ تَمْشِيَ بِرِجْلِهَا إِلَى الْمَنْسَكِ، وَالْمَرِيضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا**)

ترجمہ: اور قربانی جائز نہیں اندھے کی، اور اس کانے کی جس کا کانا پن ظاہر ہو، اور اس لنگڑے کی جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو یعنی قربان گاہ تک چل کر کے نہ جا سکے اور اس مریض کی جس کا مرض ظاہر ہو۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/297)

سوال: سینگ ٹوٹ گیا یا کان کٹ گیا یا دم کٹ گئی تو کیا اس کی قربانی ہو سکتی ہے؟

جواب: سینگ اگر جڑ تک ٹوٹا ہے تو قربانی ناجائز ہے اور اگر اس سے کم ٹوٹا ہے تو اس کی قربانی ہو سکتی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (**وَكَذَا مَكْسُورَةُ الْقَرْنِ، وَإِنْ بَلَغَ الْكَسْرُ الْمُشَاشَ لَا يُجْزِيهِ**)

ترجمہ: اور اسی طرح اس جانور کی قربانی جائز ہے جس کا سینگ ٹوٹ گیا ہو اور اگر ہڈی کے سرا تک ٹوٹا ہے تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/297)

بہارِ شریعت میں ہے: "اور اگر سینگ تھے مگر ٹوٹ گیا اور مینگ تک ٹوٹا ہے تو ناجائز ہے اس سے کم ٹوٹا ہے تو جائز ہے" (بہارِ شریعت، قربانی کا بیان، 3/340)

دم یا کان اگر تہائی سے زیادہ کٹا ہے تو قربانی نہیں ہو سکتی اور اگر تہائی یا اس سے کم کٹا ہے تو قربانی ہو سکتی ہے۔

بہارِ شریعت میں ہے: "اور جس کے کان یا دم یا چکی کٹے ہوں یعنی وہ عضو تہائی سے زیادہ کٹا ہو ان سب کی قربانی ناجائز ہے اور اگر کان یا دم یا چکی تہائی یا اس سے کم کٹی ہو تو جائز ہے" (بہارِ شریعت، قربانی کا بیان، 3/341)

سوال: اگر جانور کا سینگ جڑ سے ٹوٹ گیا اور پھر زخم مکمل ٹھیک ہو گیا تو کیا اس جانور کی قربانی ہو جائے گی؟

جواب: صورتِ مذکورہ میں اس جانور کی قربانی جائز ہو گی اس لئے کہ سینگ کا ٹوٹنا اس وقت عیب ہوتا ہے جبکہ سینگ جڑ سے ٹوٹا ہو اور زخم بھی ٹھیک نہ ہوا ہو اور جب سینگ جڑ سے ٹوٹا اور زخم ٹھیک ہو گیا تو اس کی قربانی جائز ہو گی۔ کیونکہ جس عیب کی وجہ سے قربانی ناجائز ہو رہی تھی وہ عیب اب ختم ہو چکا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "سینگ کا ٹوٹنا اس وقت قربانی سے مانع ہو گا جبکہ سر کے اندر جڑ تک ٹوٹے، اگر اوپر کا

حصہ ٹوٹ جائے تو مانع نہیں۔

في ردالمحتار (وَيُضَحِّي بِالْجَمَّاءِ) هِيَ الَّتِي لَا قَرْنَ لَهَا خِلْقَةً وَكَذَا الْعُظَمَاءُ الَّتِي ذَهَبَ بَعْضُ قَرْنِهَا بِالْكَسْرِ أَوْ غَيْرِهِ ، فَإِنْ بَلَغَ الْكَسْرُ إِلَى الْمُخِّ لَمْ يَجُزْ قُهُسْتَانِيٌّ ، وَفِي الْبَدَائِعِ إِنْ بَلَغَ الْكَسْرُ الْمُشَاشَ لَا يُجْزِئُ وَالْمُشَاشُ رُءُوسُ الْعِظَامِ مِثْلُ الرُّكْبَتَيْنِ وَالْمِرْفَقَيْنِ)

ترجمہ: ردالمحتار میں ہے جماء کی قربانی جائز ہے یہ وہ ہے کہ جس کے سینگ پیدائشی نہ ہوں اور یوں عظماء بھی، یہ وہ ہے کہ جس کے سینگ کا کچھ حصہ ٹوٹا ہو۔ اور اگر مخ تک ٹوٹ چکا ہو تو جائز نہیں۔ قہستانی اور بدائع میں ہے: اگر یہ ٹوٹ مشاش تک ہو تو ناجائز ہے اور مشاش ہڈی کے سرے کو کہتے ہیں جیسے گھٹنے اور کہنیاں۔

اور اگر ایسا ہی ٹوٹا تھا کہ مانع ہوتا، مگر اب زخم بھر گیا، عیب جاتا رہا تو حرج نہیں **(لِاَنَّ الْمَانِعَ قَدْ زَالَ وَ هٰذَا ظَاهِرٌ)** کیونکہ مانع جاتا رہا اور یہی ظاہر ہے" (فتاویٰ رضویہ 20/460)

سوال: اگر پیدائشی سینگ نہ ہوں یا پیدائشی ایک یا دونوں کان نہ ہوں یا کان چھوٹے ہوں تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر پیدائشی سینگ نہ ہو تو قربانی جائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَيَجُوزُ بِالْجَمَّاءِ الَّتِي لَا قَرْنَ لَهَا)

ترجمہ: اور جمّاء کی قربانی جائز ہے اس سے مراد جس کی سینگ نہ ہو۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/297)

بہار شریعت میں ہے: "جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے" (بہار شریعت، قربانی کا بیان، 3/340)

جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہوں خواہ ایک یا دونوں اس کی قربانی جائز نہیں۔ اور اگر کان چھوٹے ہوں تو جائز ہے۔

بہار شریعت میں ہے: "جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہوں یا ایک نہ ہو اس کی قربانی ناجائز ہے اور جس کے کان چھوٹے ہوں اس کی جائز ہے" (بہار شریعت، قربانی کا بیان، 3/341)

سوال: اگر پیدائشی دم نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: پیدائشی دم نہ ہوتو قربانی جائزنہیں۔اس لئے کہ دم کان کی طرح ہے۔

فتح القدیر میں ہے (**وَ أَمَّا الذَّنَبُ فَلِأَنَّهُ عُضْوٌ كَامِلٌ مَقْصُودٌ فَصَارَ كَالْأُذُنِ**)

ترجمہ: اور رہا دم تو وہ مقصود کامل عضو ہے جس بنا پر وہ کان کی طرح ہے۔ (فتح القدیر 9/528)

اور کان کے بارے میں ہے (**وَ السَّكَّاءُ وَهِيَ الَّتِي لَا أُذُنَ لَهَا خِلْقَةً لَا تَجُوزُ**)

ترجمہ: سکاء یعنی وہ جانور جس کو پیدائشی کان نہ ہو اس کی قربانی جائزنہیں۔ (فتح القدیر 9/530)

درمختار میں ہے (**وَ السَّكَّاءُ الَّتِي لَا أُذُنَ لَهَا خِلْقَةً**)

ترجمہ: سکاء یعنی جس کو پیدائشی کان نہ ہو اس کی قربانی جائزنہیں۔اس لئے اس کی بھی قربانی جائزنہیں جس کو پیدائشی دم نہ ہو۔

ردالمحتار میں ہے (**الشَّاةُ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا أُذُنٌ وَ لَا ذَنَبٌ خِلْقَةً. قَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يَكُونُ هَذَا وَ لَوْ كَانَ لَا يَجُوزُ**)

ترجمہ: بکری کو اگر پیدائشی کان اور دم نہ ہو تو امام محمد نے فرمایا اولاً ایسا ہوتا نہیں اگر ہو تو قربانی ناجائز ہے۔
(ردالمحتار 9/538)

سوال: جانور کی ناک کٹ گئی ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ناک کٹی ہو تو قربانی جائزنہیں۔

درمختار میں ہے (**وَ لَا الْجَدْعَاءِ: مَقْطُوعَةِ الْأَنْفِ**)

ترجمہ: اور جدعاء یعنی ناک کٹے کی قربانی جائزنہیں۔ (درمختار 9/537)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (**وَ لَا تُجْزِئُ الْجَدْعَاءُ وَهِيَ مَقْطُوعَةُ الْأَنْفِ، كَذَا فِي الظَّهِيرِيَّةِ**)

ترجمہ: جدعاء یعنی ناک کٹے کی قربانی جائزنہیں۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/298)

بہارشریعت میں ہے: "جس کی ناک کٹی ہو اس کی قربانی ناجائز ہے" (ملخصاً بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/341)

سوال: اگر تھوڑا عیب ہو مثلاً کان چیرا ہو یا کان میں سوراخ ہو، اس کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر جانور میں تھوڑا عیب ہو مثلاً کان چیرا ہو یا کان میں سوراخ ہو، اس کی قربانی تو جائز ہے مگر مستحب یہ ہے کہ ایسے جانور کی قربانی نہ کی جائے بلکہ ایسے جانور کی قربانی کی جائے جو ہر عیب سے پاک ہو۔

ردالمحتار میں ہے (وَتُجْزِي الشَّرْقَاءُ مَشْقُوقَةُ الْأُذُنِ طُولًا وَالْخَرْقَاءُ: مَثْقُوبَةُ الْأُذُنِ، وَالْمُقَابَلَةُ مَا قُطِعَ مِنْ مُقَدِّمِ أُذُنِهَا شَيْءٌ وَتُرِكَ مُعَلَّقًا، وَالْمُدَابِرَةُ: مَا فُعِلَ ذَلِکَ بِمُؤَخِّرِ الْأُذُنِ مِنْ الشَّاةِ، وَالنَّهْيُ الْوَارِدُ مَحْمُولٌ عَلَى النَّدْبِ)

ترجمہ: شرقاء یعنی وہ جانور ہے جس کے کان لمبائی میں چرے ہوئے ہوں اور خرقاء یعنی وہ جانور جس کے کان میں سوراخ ہو اور مقابلہ یعنی وہ جانور جس کے کان کا اگلا کچھ حصہ کٹا ہو، لیکن جدا نہ ہو بلکہ لٹکا ہوا ہو۔ اور مدابرہ یعنی وہ بکری جس کے کان کا پچھلا حصہ اسی طرح کاٹا ہوا ہو یعنی جدا نہ ہوا ہو ساتھ لٹک رہا ہو ان سب کی قربانی جائز ہے۔ جو نہی وارد ہے، تو یہ منع کرنا استحباب پر محمول ہے (یعنی ان کی قربانی نہ کرنا مستحب ہے) (ردالمحتار 9/538)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَتُجْزِئُ الشَّرْقَاءُ وَهِيَ مَشْقُوقَةُ الْأُذُنِ طُولًا، وَالْمُقَابَلَةُ أَنْ يُقْطَعَ مِنْ مُقَدَّمِ أُذُنِهَا شَيْءٌ وَلَا يُبَانُ بَلْ يُتْرَکُ مُعَلَّقًا، وَالْمُدَابَرَةُ أَنْ يُفْعَلَ ذَلِکَ بِمُؤَخَّرِ الْأُذُنِ مِنْ الشَّاةِ، وَمَا رُوِيَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - »نَهَى أَنْ يُضَحَّى بِالشَّرْقَاءِ وَالْمُقَابَلَةِ وَالْمُدَابَرَةِ وَالْخَرْقَاءِ« فَالنَّهْيُ فِي الشَّرْقَاءِ وَالْمُقَابَلَةِ وَالْمُدَابَرَةِ مَحْمُولٌ عَلَى النَّدْبِ)

ترجمہ: شرقاء کی قربانی جائز ہے اور اس سے مراد وہ جانور ہے جس کے کان لمبائی میں چرے ہوئے ہوں اور مقابلہ (کی بھی جائز ہے اور یہ) وہ جانور ہے جس کے کان کا اگلا کچھ حصہ کٹا ہو، لیکن جدا نہ ہو بلکہ لٹکا ہوا ہو۔ اور مدابرہ (کی بھی جائز ہے اور یہ) وہ بکری ہے جس کے کان کا پچھلا حصہ اسی طرح کاٹا ہوا ہو یعنی جدا نہ ہوا ہو ساتھ لٹک رہا ہو۔ اور جو حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرقاء، مقابلہ، مدابرہ، خرقاء کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔ تو یہ منع کرنا استحباب پر محمول ہے (یعنی ان کی قربانی نہ کرنا مستحب ہے)

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/298)

بہارشریعت میں ہے: "قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہئے اور تھوڑا عیب ہو تو قربانی جائز ہو جائے گی

مگر مکروہ ہوگی اور زیادہ عیب ہو تو ہوگی ہی نہیں" (بہار شریعت، قربانی کا بیان، 3/340)

سوال: کسی جانور کے دانت نہ ہوں یا تھن خشک ہو گیا ہو یا کٹ گیا ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: جانور کو اگر دانت نہ ہوں اور گھاس وغیرہ نہ کھا سکے تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اگر بغیر دانت کے گھاس وغیرہ کھا سکتا ہو تو قربانی جائز ہے۔

فتح القدیر میں ہے (وَأَمَّا الْهَتْمَاءُ وَهِيَ الَّتِي لَا أَسْنَانَ لَهَا، فَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يُعْتَبَرُ فِي الْأَسْنَانِ الْكَثْرَةُ وَالْقِلَّةُ، وَعَنْهُ إِنْ بَقِيَ مَا يُمْكِنُهُ الِاعْتِلَافُ بِهِ أَجْزَأَهُ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ)

ترجمہ: اور رہا ہتماء یعنی وہ جس کو دانت نہ ہوں تو امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ دانت میں قلت و کثرت کا اعتبار ہوگا اور انہیں سے مروی ہے کہ اگر اتنا باقی ہو کہ گھاس کھا سکے تو جائز ہے۔ اس لئے کہ حصول مقصد ہو رہا ہے۔ (فتح القدیر 9/530)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَأَمَّا الْهَتْمَاءُ وَهِيَ الَّتِي لَا أَسْنَانَ لَهَا، فَإِنْ كَانَتْ تَرْعَى وَتَعْتَلِفُ جَازَتْ وَإِلَّا فَلَا)

ترجمہ: اور رہا ہتماء یعنی وہ جس کو دانت نہ ہوں اگر وہ چرتا اور گھاس کھاتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/298)

اگر بڑے جانور جیسے اونٹ، گائے، بھینس کا صرف ایک تھن خشک ہوا ہو یا کٹا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر ایک سے زائد خشک ہوا یا کٹا تو جائز نہیں۔ اور چھوٹے جانور جیسے بکری بھیڑ کا اگر ایک بھی تھن خشک ہوا یا کٹا تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

ردالمحتار میں ہے (وَفِي الشَّاةِ وَالْمَعْزِ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُمَا إِحْدَى حَلَمَتَيْهِمَا خِلْقَةً أَوْ ذَهَبَتْ بِآفَةٍ وَبَقِيَتْ وَاحِدَةٌ لَمْ يَجُزْ، وَفِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ إِنْ ذَهَبَتْ وَاحِدَةٌ يَجُوزُ أَوْ اثْنَتَانِ لَا اهـ وَذَكَرَ فِيهَا جَوَازَ الَّتِي لَا يَنْزِلُ لَهَا لَبَنٌ مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ. وَفِي التَّتَارْخَانِيَّةِ وَالشُّطُورِ لَا تُجْزِئُ، وَهِيَ مِنْ الشَّاةِ مَا قُطِعَ اللَّبَنُ عَنْ إِحْدَى ضَرْعَيْهَا، وَمِنْ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ مَا قُطِعَ مِنْ ضَرْعَيْهَا لِأَنَّ لِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَرْبَعُ أَضْرُعٍ)

ترجمہ: اگر بکری اور بھیڑ کے دوتھنوں میں سے ایک تھن پیدائشی نہ ہو یا کسی آفت کی وجہ سے ضائع ہوگیا ہو اور ایک باقی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اور اونٹ اور گائے کے تھنوں میں اگر ایک تھن ضائع ہوجائے تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر دو ضائع ہوجائیں تو جائز نہیں۔ اور خلاصہ میں مذکور ہے کہ ایسے جانور کی قربانی جائز ہے جس کا دودھ بغیر کسی بیماری کے نہیں اترتا اور تاتارخانیہ میں ہے "شطور" کی قربانی جائز نہیں، شطور بکریوں میں اس کو کہتے ہیں جس کے دوتھنوں میں سے ایک سے دودھ آنا منقطع ہوجائے، جبکہ اونٹ اور گائے میں سے اس کو کہتے ہیں جس کے دوتھنوں میں سے دودھ آنا ختم ہوجائے۔ کیونکہ اونٹ اور گائے کے چار تھن ہوتے ہیں۔ (ردالمحتار مع در مختار 9/538)

بہارشریعت میں ہے: "جس کے تھن کٹے ہوں یا خشک ہوں، اس کی قربانی ناجائز ہے۔ بکری میں ایک کا خشک ہونا ناجائز ہونے کے لئے کافی ہے اور گائے بھینس میں دو خشک ہوں تو ناجائز ہے"

(بہارشریعت،قربانی کا بیان، 341/3)

سوال: جس جانور کا ایک دانت ٹوٹا ہو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس کے اتنے دانت سلامت ہوں جن سے وہ خود گھاس وغیرہ کھا سکے تو اس کی قربانی جائز ہے۔

ہدایہ میں ہے (**إنْ بَقِيَ مَا يُمْكِنُهُ الاِعْتِلَافُ بِهِ أَجْزَأَهُ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ**)

ترجمہ: اگر اتنے دانت باقی ہیں جن سے وہ چارہ کھا سکتا ہے تو مقصود حاصل ہونے کی وجہ سے اس کی قربانی جائز ہے۔ (ھدایہ 4/448 مطبوعہ لاھور)

فتاوی قاضی خان میں ہے (**إنْ بَقِيَ لَهَا مِن الاسنانِ قَدرَ مَا تعتلف جَازَ وَإلَّا فَلَا**)

ترجمہ: اگر اتنے دانت ہوں، جن سے چارہ کھا سکے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

(فتاوی قاضی خان 3/240 مطبوعہ کراچی)

سوال: جانور کا ایک پاؤں کٹ کر الگ ہوگیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی قربانی ناجائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (**لَا يَجوزُ مَقْطُوعُ إحْدَى الْقَوَائِمِ الْأَرْبَعِ**)

ترجمہ: اس جانور کی قربانی جائز نہیں جس کے چار پاؤں میں سے ایک کٹ گیا ہو۔
(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/299)

بہارشریعت میں ہے: "اور جس جانور کا ایک پاؤں کاٹ لیا گیا ہو اس کی قربانی ناجائز ہے"
(بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/341)

سوال: ایسا جانور جو چوتھا پاؤں زمین پر ٹیک کر لنگڑا کر چلتا ہو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی قربانی جائز ہے۔

ردالمحتار میں ہے (لَوْ كَانَتْ تَضَعُ الرَّابِعَةَ عَلَى الْأَرْضِ وَتَسْتَعِينُ بِهَا جَازَ)

ترجمہ: اگر وہ چوتھا پاؤں زمین پر رکھتا ہے اور اس کی مدد سے چلتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے۔
(ردالمحتار مع در مختار 9/536)

سوال: کسی جانور کی زبان کٹ گئی ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وہ جانور زبان کٹنے کے باوجود چارہ کھالیتا ہے تو قربانی جائز ہے، اور اگر چارہ نہیں کھا پاتا تو ناجائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَلَوْ كَانَتِ الشَّاةُ مَقْطُوعَةَ اللِّسَانِ هَلْ تَجُوزُ التَّضْحِيَةُ بِهَا؟ . فَقَالَ: نَعَمْ إِنْ كَانَ لَا يُخِلُّ بِالِاعْتِلَافِ، وَإِنْ كَانَ يُخِلُّ بِهِ لَا تَجُوزُ التَّضْحِيَةُ بِهَا)

ترجمہ: اور اگر بکری کی زبان کٹ گئی ہو تو کیا اس کی قربانی جائز ہے؟ ابوالحسن علی مرغینانی نے فرمایا اگر چارہ کھانے میں خلل واقع نہیں ہوتا تو جائز ہے اور اگر خلل واقع ہوتا ہے تو ناجائز ہے۔
(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/298)

سوال: قربانی کرتے وقت جانور اچھلنے کودنے سے عیب دار ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر قربانی کرتے وقت اچھلنے کودنے سے عیب دار ہوا تو اس کی قربانی جائز ہوگی۔

درمختار میں ہے (وَلَا يَضُرُّ تَعَيُّبُهَا مِنْ اضْطِرَابِهَا عِنْدَ الذَّبْحِ)

ترجمہ: اور ذبح کے وقت اچھل کود کی وجہ سے جانور کا عیب دار ہونا مضر نہیں۔ (در مختار 9/539)

بہارشریعت میں ہے: "اور قربانی کرتے وقت جانور اچھلا کودا جس کی وجہ سے عیب پیدا ہو گیا یہ عیب مضر نہیں

یعنی قربانی ہوجائے گی اور اگر اچھلنے کودنے سے عیب پیدا ہوگیا اور وہ چھوٹ کر بھاگ گیا اور فوراً پکڑ لا یا گیا اور ذبح کر دیا گیا جب بھی قربانی ہوجائے گی" (بہارشریعت،قربانی کا بیان،342/3)

سوال: جانور کو کتا کاٹ لیا تو کیا اس کی قربانی ہوسکتی ہے؟

جواب: جانور کو کتے نے کاٹ لیا تو اس کی دوصورتیں ہیں۔اس کا زخم ہے یا زخم بھر گیا اور جانور بالکل ٹھیک ہوگیا۔اگر زخم ہے تو اس کی بھی دوصورتیں ہیں۔زخم تھوڑا ہے یا زیادہ ہے۔اگر زخم معمولی ہے تو اس کی قربانی جائز ہوگی مگر مکروہ وخلاف مستحب ہے۔اگر زخم زیادہ ہے تو اس کی قربانی ناجائز ہوگی۔

بہارشریعت میں ہے:"قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہئے اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہوجائے گی مگر مکروہ ہوگی اور زیادہ عیب ہو تو ہوگی ہی نہیں" (بہارشریعت،قربانی کا بیان،340/3)

اور اگر زخم بالکل ٹھیک ہوگیا تو اس کی قربانی بلا کراہت جائز ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے:"زخم بھر گیا عیب جاتا رہا تو حرج نہیں (لِاَنَّ الْمَانِعَ قَدْ زَالَ وَ ھٰذَا ظَاھِرٌ) کیونکہ مانع جاتا رہا اور یہی ظاہر ہے" (فتاویٰ رضویہ 460/20)

فتاوی فقیہ ملت میں سوال ہوا کہ:"اگر بکرا کو بچپن میں کتے نے کاٹا تھا اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں اور اس کے گوشت میں شرعاً کوئی خرابی تو نہیں ہے؟

اس سوال کے جواب میں مذکور ہے:"زخمی شدہ بکرا اگر اس کا زخم مندمل ہوگیا ہو اور اس جگہ دوسرے بال نکل آئے ہوں اور وہ زخم گٹھلی کی شکل اختیار نہ کیا ہو تو ایسے بکرے کی قربانی بلا کراہت جائز ہے،اور اس کا گوشت کھانے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔اور اگر وہ زخم گٹھلی کی طرح ہو کر مندمل ہوا ہو اور وہاں دوسرے بال بھی نہ جمے ہوں تو اس کی قربانی کراہت کے ساتھ جائز ہے۔کہ یہ عیب فاحش نہیں" (فتاویٰ فقیہ ملت 248/2)

سوال: کسی نے عیبی جانور خریدا پھر قربانی کے وقت عیب جاتا رہا تو کیا اس کی قربانی ہوجائے گی؟

جواب: اگر عیب جاتا رہا تو اس کی قربانی ہوجائے گی۔

ردالمحتار میں ہے (فَإِنْ زَالَ أَجزَأَتْ الْغَنِيَّ أَيْضًا)

ترجمہ: اور اگر عیب ختم ہوگیا تو غنی کے لئے بھی جائز ہوگا۔ (ردالمختار 9/539)

بہارِشریعت میں ہے: "اور اگر عیبی جانور کو خریدا تھا اور بعد میں اس کا عیب جاتا رہا تو غنی اور فقیر دونوں کے لئے اس کی قربانی جائز ہے مثلاً ایسا لاغر جانور خریدا جس کی قربانی ناجائز ہے اور اس کے یہاں پر فربہ ہوگیا تو غنی بھی اس کی قربانی کرسکتا ہے" (بہارشریعت،قربانی کا بیان،342/3)

جانور کو ذبح کرنے کے مسائل

سوال: قربانی کرنے کا طریقہ اور اس کی دعا کیا ہے؟

جواب: قربانی کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ قبلہ کی طرف اس کا منہ ہو اور اپنا داہنا پاؤں اس کے پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کر دیا جائے اور ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے۔

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَااَنَامِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَامِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ لَکَ وَمِنْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَر۔

ترجمہ: میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے، ایک اسی کا ہو کر، اور میں مشرکوں میں نہیں۔ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب سارے جہان کا، اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم ہے اور میں مسلمانوں میں ہوں، اے اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) تیرے ہی لئے اور تیری دی ہوئی توفیق سے، اللہ کے نام سے شروع اللہ سب سے بڑا ہے، بسم اللہ اللہ اکبر۔

اسے پڑھ کر ذبح کردے۔ قربانی اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ترجمہ: اے للہ (عزوجل) تو مجھ سے (اس قربانی کو) قبول فرما جیسے تو نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام اور

اپنے حبیب محمد صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم سے قبول فرمائی۔ اور اگر دوسرے کی طرف سے قربانی کرتا ہے تو مِنِّی کی جگہ مِنْ کہہ کر اُس کا نام لے۔ (ملخصاً بہارِشریعت، قربانی کا بیان، 3/352)

فتاوی رضویہ میں ہے: (چاہے قربانی ہو یا ویسے ہی ذَبح کرنا ہو) سنّت یہ چلی آرہی ہے کہ ذَبح کرنے والا اور جانور دونوں قبلہ رُو ہوں، ہمارے عَلاقے (یعنی پاک و ہند) میں قِبلہ مغرِب میں ہے، اس لئے سرِ ذَبیحہ (یعنی جانور کا سر) جُنُوب کی طرف ہونا چاہئے تاکہ جانور بائیں (یعنی الٹے) پہلو لیٹا ہو، اور اس کی پیٹھ مشرِق کی طرف ہو تاکہ اس کا مُنہ قبلے کی طرف ہو جائے، اور ذَبح کرنے والا اپنا دایاں (یعنی سیدھا) پاؤں جانور کی گردن کے دائیں (یعنی سیدھے) حصّے (یعنی گردن کے قریب پہلو) پر رکھے اور ذَبح کرے اور خود اپنا یا جانور کا مُنہ قبلے کی طرف کرنا ترک کیا تو مکروہ ہے۔

(فتاوی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۱۶، ۲۱۷ بحوالہ ابلق گھوڑسوار ص 13)

سوال: جانور ذبح کرنے میں کن چیزوں کا خیال رکھنا چاہئے؟

جواب: جانور ذبح کرنے میں ان چیزوں کا خیال رکھیں کہ: "قربانی سے پہلے اسے چارہ پانی دے دیں یعنی بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں۔ اور ایک کے سامنے دوسرے کو نہ ذبح کریں اور پہلے سے چھری تیز کرلیں ایسا نہ ہو کہ جانور گرانے کے بعد اس کے سامنے چھری تیز کی جائے۔ (بہارِشریعت، قربانی کا بیان، 3/352)

جانور کو گرانے سے پہلے ہی قبلے کا تَعَیُّن کرلیا جائے، لِٹانے کے بعد بِالخصوص پتھریلی زمین پر گھسیٹ کر قبلہ رُخ کرنا بے زَبان جانور کیلئے سخت اذیّت کا باعث ہے۔ ذَبح کرنے میں اتنا نہ کاٹیں کہ چھری گردن کے مُہرے (ہڈی) تک پہنچ جائے کہ یہ بے وجہ کی تکلیف ہے پھر جب تک جانور مکمَّل طور پر ٹھنڈا نہ ہو جائے نہ اس کے پاؤں کاٹیں نہ کھال اُتاریں، ذَبح کر لینے کے بعد جب تک رُوح نہ نکل جائے چھری کٹے ہوئے گلے پر مَس کریں نہ ہی ہاتھ۔ بعض قصّاب جلد ''ٹھنڈی'' کرنے کیلئے ذَبح کے بعد تڑپتی گائے کی گردن کی زندہ کھال اُدھیڑ کر چُھری گھونپ کر دل کی رگیں کاٹتے ہیں، اِسی طرح بکرے کو ذَبح کرنے کے فوراً بعد بے چارے کی گردن چٹخا دیتے ہیں، بے زَبانوں پر اِس طرح کے مظالم نہ کئے جائیں۔ جس سے بن پڑے اس کے لئے ضروری ہے کہ جانور کو بِلا وجہ اِیذا پہنچانے والے کو روکے۔ اگر باوُجودِ قدرت نہیں روکے گا تو خود بھی گنہگار اور جہنّم کا حقدار ہوگا۔

''بہارِشریعت'' جلد۔ 3صَفْحَہ 660 پر ہے: ''جانور پر ظُلم کرنا ذِمّی کافر پر (اب دنیا میں سب کافر حَرْبی ہیں) ظلم کرنے سے زیادہ بُرا ہے اور ذِمّی پر ظلم کرنا مسلم پر ظلم کرنے سے بھی بُرا ہے کیوں کہ جانور کا کوئی مُعِین و مددگار اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا نہیں اس غریب کو اس ظلم سے کون بچائے!'' (دُرِّمُختار و رَدُّالمُحتار ج ۹ ص ۶۶۲)

مرنے کے بعد مظلوم جانور مُسَلّط ہوسکتا ہے:

ذَبح کرنے کے بعد رُوح نکلنے سے قبل چُھریاں چلا کر بے زَبان جانوروں کو بِلا وجہ تکلیف دینے والوں کو ڈر جانا چاہئے کہیں مرنے کے بعد عذاب کیلئے یہی جانور مُسلَّط نہ کر دیا جائے۔

''جہنَّم میں لے جانے والے اعمال'' جلد2صَفْحَہ 323 تا 324 پر ہے: انسان نے ناحق کسی چوپائے کو مارا یا اسے بھوکا پیاسا رکھا یا اس سے طاقت سے زیادہ کام لیا تو قِیامت کے دن اس سے اسی کی مثل بدلہ لیا جائے گا جو اس نے جانور پر ظلم کیا یا اسے بھوکا رکھا۔ اس پر درجِ ذَیل حدیثِ پاک دَلالت کرتی ہے۔ چُنانچہ رَحمتِ عالَم، نورِ مجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جہنَّم میں ایک عورت کو اس حال میں دیکھا کہ وہ لٹکی ہوئی ہے اور ایک بِلّی اُس کے چہرے اور سینے کو نوچ رہی ہے اور اسے ویسے ہی عذاب دے رہی ہے جیسے اس (عورت) نے دنیا میں قید کر کے اور بھوکا رکھ کر اسے تکلیف دی تھی۔ اس روایت کا حکم تمام جانوروں کے حق میں عام ہے۔ (اَلزَّواجِر ج ۲ ص ۱۷۴)

قُربانی کے وَقت تماشا دیکھنا کیسا؟

قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذَبح کرنا افضل اور بوقتِ ذَبح بہ نیّتِ ثوابِ آخرت وہاں حاضِر رہنا بھی افضل۔ مگر اسلامی بہن صِرف اُسی صورت میں وہاں کھڑی ہوسکتی ہے جب کہ بے پردگی کی کوئی صورت نہ ہو مَثَلاً اپنے گھر کی چار دیواری ہو، ذَابح (یعنی ذَبح کرنے والا) محرم ہو اور حاضِرین میں بھی کوئی نامَحرم نہ ہو۔ ہاں غیر محرم نابالغ لڑکا موجود ہو تو حرج نہیں۔

محض حَظِّ نفس (یعنی مزہ لینے) کی خاطر ذَبح ہونے والے جانور کے گرد گھیرا ڈالنا، اُس کے چِلّانے اور تڑپنے پھڑکنے سے لطف اندوز ہونا، ہنسنا، قہقہے بلند کرنا اور اس کا تماشا بنانا سراسر غفلت کی علامت ہے۔ ذَبح کرتے وَقت یا اپنی قُربانی ہو رہی ہو اُس کے پاس حاضِر رہتے وَقت ادائے سنّت کی نیّت ہونی چاہئے اور ساتھ ہی یہ بھی نیّت کرے کہ

میں جس طرح آج راہِ خدا میں جانور قربان کررہا ہوں، بوقتِ ضَرورت اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ اپنی جان بھی قربان کر دوں گا۔ نیز یہ بھی نیّت ہو کہ جانور ذَبْح کرکے اپنے نفسِ اَمّارہ کو بھی ذَبْح کررہا ہوں اور آئندہ گناہوں سے بچوں گا۔ ذَبْح ہونے والے جانور پر رَحم کھائے اور غور کرے کہ اگر اِس کی جگہ مجھے ذَبْح کیا جارہا ہوتا اور لوگ تماشا بناتے اور بچّے تالیاں بجاتے ہوتے تو میری کیا کیفیت ہوتی! ذَبیحہ کو آرام پہنچایئے

حضرتِ سیِّدُنا **شَدّاد بن اَوس** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ سیِّدُ الْمُرسَلین، خاتَمُ النَّبِیّین، جنابِ رحمۃٌ لِّلْعٰلمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اللّٰہ تعَالٰی نے ہر چیز کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا جب تم کسی کو قتل کرو تو احسن (یعنی بہت اچّھے) طریقے سے قتل کرو اور جب تم ذَبْح کرو تو اَحسن (یعنی خوب عمدہ) طریقے سے ذَبْح کرو اور تم اپنی چُھری کو اچّھی طرح تیز کرلیا کرو اور ذَبیحہ کو آرام دیا کرو۔ (صَحیح مُسلِم ص ۱۰۸۰ حدیث ۱۹۵۵)

بوقتِ ذَبْح رضائے الٰہی کی نیّت سے جانور پر رَحم کھانا کارِثواب ہے جیسا کہ ایک صَحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے بکری ذَبْح کرنے پر رَحم آتا ہے۔ فرمایا: ''اگر اس پر رَحم کروگے اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ بھی تم پر رَحم فرمائے گا۔ (مُسندِامام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۰۴ حدیث ۱۵۵۹۲)

جانور کو بھوکا پیاسا ذَبح نہ کریں:

صَدرُالشَّریعہ، بَدرُالطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: قربانی سے پہلے اُسے چارہ پانی دے دیں یعنی بھوکا پیاسا ذَبْح نہ کریں اور ایک کے سامنے دوسرے کو نہ ذَبْح کریں اور پہلے سے چُھری تیز کرلیں ایسا نہ ہو کہ جانور گرانے کے بعد اُس کے سامنے چُھری تیز کی جائے۔ (بہارِ شریعت جلد ۳ ص ۳۵۲)

بکری چُھری کی طرف دیکھ رہی تھی:

سرکارِ ابد قرار، شافِعِ روزِ شمار، بِاِذنِ پَرْوَرْدَگار دوعالم کے مالِک و مختار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک آدمی کے قریب سے گزرے، وہ بکری کی گردن پر پاؤں رکھ کر چُھری تیز کر رہا تھا اور بکری اس کی طرف دیکھ رہی تھی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے ارشاد فرمایا: ''کیا تم پہلے ایسا نہیں کرسکتے تھے؟ کیا تم اسے کئی موتیں مارنا چاہتے ہو؟ اسے لٹانے سے پہلے اپنی چُھری تیز کیوں نہ کرلی؟''

(اَلْمُستَدرَک لِلحاکم ج ۵ ص ۳۲۷ حدیث ۷۶۳۷، اَلسّنَنُ الکُبری لِلْبَیْہَقِی ج ۹ ص ۴۷۱ حدیث ۱۹۱۴۱، مُلْتَقَطًا مِنَ الْحَدِیْثَین)

ذَبح کیلئے ٹانگ مت گھسیٹو!

امیرُ الْمُؤمِنِین حضرتِ سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص کو دیکھا جو بکری کو ذَبْح کرنے کے لئے اسے ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹ رہا ہے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: تیرے لئے خرابی ہو، اسے موت کی طرف اچّھے انداز میں لے کر جا۔ (مُصَنَّف عَبدالرَّزّاق ج۴ص ۳۷۶حدیث ۸۶۳۶)(ملخصاً ابلق گھوڑ سوار ص 15-20)

سوال: ذبح کرنے میں کتنی رگوں کا کٹنا ضروری ہے؟

جواب: ذبح کے وقت کاٹی جانے والے رگیں چار ہیں(1)حلقوم(2)مری(3،4)اور وہ دو رگیں جن میں خون دوڑتا ہے، جن کو ودجین کہتے ہیں۔ ان میں سے اکثر یعنی تین رگوں کا کٹنا ضروری ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَالْعُرُوقُ الَّتِي تُقْطَعُ فِي الذَّكَاةِ أَرْبَعَةٌ: الْحُلْقُومُ وَهُوَ مَجْرَى النَّفَسِ، وَالْمَرِيءُ وَهُوَ مَجْرَى الطَّعَامِ، وَالْوَدَجَانِ وَهُمَا عِرْقَانِ فِي جَانِبَيْ الرَّقَبَةِ يَجْرِي فِيهَا الدَّمُ، فَإِنْ قُطِعَ كُلُّ الْأَرْبَعَةِ حَلَّتْ الذَّبِيحَةُ، وَإِنْ قُطِعَ أَكْثَرُهَا فَكَذَلِكَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللہُ تَعَالَى -، وَقَالَا: لَا بُدَّ مِنْ قَطْعِ الْحُلْقُومِ وَالْمَرِيءِ وَأَحَدِ الْوَدَجَيْنِ، وَالصَّحِيحُ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللہُ تَعَالَى - لِمَا أَنَّ لِلْأَكْثَرِ حُكْمَ الْكُلِّ، كَذَا فِي الْمُضْمَرَاتِ.)

ترجمہ: جو رگیں ذبح میں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں۔ حلقوم یہ وہ ہے جس میں سانس آتی جاتی ہے اور مری یہ وہ ہے جس میں کھانا جاتا ہے اور ودجان یہ گردن کے دونوں بغل میں وہ دو رگیں ہیں جن میں خون دوڑتا ہے تو اگر کل رگیں کٹ گئیں تو ذبیحہ حلال ہے اور اگر اکثر رگیں کٹیں تو بھی امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک حلال ہے۔ صاحبان کہتے ہیں کہ حلقوم، مری اور ودجان میں سے ایک رگ کا کٹنا ضروری ہے لیکن صحیح قول امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اس لئے کہ اکثر کے لئے کل کا حکم ہوتا ہے ایسے ہی مضمرات میں ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الاول، 5/287)

تنویر الابصار مع درمختار میں ہے (وَحَلَّ الْمَذْبُوحُ بِقَطْعِ أَيِّ ثَلَاثٍ مِنْهَا إذْ لِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ)

ترجمہ: ان میں سے تین رگوں کے کٹنے سے ذبیحہ حلال ہے اس لئے کہ اکثر کے لئے کل کا حکم ہے۔

(تنویر الابصار مع درمختار 9/493)

بہارشریعت میں ہے:"ذبح کو چار رگوں میں سے تین کا کٹ جانا کافی ہے یعنی اس صورت میں بھی جانور حلال ہوجائے گا کہ اکثر کے لئے وہی حکم ہے جو کل کے لئے ہے" (بہارشریعت،ذبح کا بیان،3/313)

سوال: قربانی کا جانور ذبح کے وقت بدک کر بے قابو ہوگیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگرقربانی کا جانور اتنا بے قابو ہوگیا کہ تمام تر کوششوں کے باوجود اس کو پکڑ کر ذبح کرنا ممکن نہیں تو بسم اللہ پڑھ کر کسی دھاردار ہتھیار سے اس کے جسم کے کسی بھی حصے پر زخم لگا یا جائے۔ پھر اگر وہ اسی سے مرجائے تو حلال ہے اور اگر اس کے بعد زندہ قابو میں آیا تو باقاعدہ ذبح کرنا ضروری ہے اب باقاعدہ ذبح کئے بغیر حلال نہ ہوگا۔ اس کو فقہ کی اصطلاح میں ذبح اضطراری کہتے ہیں۔

بدائع الصنائع میں ہے (وَأَمَّا الِاضْطِرَارِيَّةُ فَرُكْنُهَا الْعَقْرُ وَهُوَ الْجَرْحُ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ كَانَ وَذَلِكَ فِي الصَّيْدِ وَمَا هُوَ فِي مَعْنَى الصَّيْدِ ....وَكَذَلِكَ مَا نَدَّ مِنْ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ بِحَيْثُ لَا يَقْدِرُ عَلَيْهَا صَاحِبُهَا، لِأَنَّهَا بِمَعْنَى الصَّيْدِ وَإِنْ كَانَ مُسْتَأْنِسًا)

ترجمہ: ذبح اضطراری کا رکن یہ ہے کہ کسی بھی جگہ زخم لگا یا جائے اور یہ شکار میں ہے اور اس جانور کے لئے ہے جو شکار کے حکم میں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ یہی حکم ان بدک کر بھاگ جانے والے اونٹ، گائے اور بکریوں کا ہے جو قابو میں نہ آسکیں کہ وہ شکار کے حکم میں ہیں اگرچہ مانوس ہوں۔ (بدائع الصنائع، کتاب الذبائح،43/5)

بحرالرائق میں ہے (لَوْ تَرَكَ ذَكَاتَهُ مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ يَحْرُمُ)

ترجمہ: اگر (جانور شکار کیا اور جب قریب پہنچا تو) ذبح اختیاری ممکن تھا، پھر بھی ذبح نہ کیا تو وہ جانور حرام ہو جائے۔ (بحرالرائق262/8)

بہارشریعت میں ہے:"اگر گھریلو جانور وحشی کی طرح ہوجائے کہ قابو میں نہ آئے تو اس کا ذبح اضطراری ہے کہ جس طرح ممکن ہو ذبح کرسکتے ہیں" (بہارشریعت،ذبح کا بیان،3/315)

نوٹ: گولی دھاردار ہتھیار میں شمار نہیں ہے اس لئے کہ گولی میں قطع وخرق (کاٹ) نہیں ہے، کسر وحرق (توڑ) ہے اس لئے گولی سے جانور کو مارا ہے تو جانور حلال نہ ہوگا۔ (ملخصاً فتاوی رضویہ 20/347)

سوال: کیا بے قابو جانور کوٹیکہ لگا کر بیہوش کر کے ذبح کرنا جائز ہے؟

جواب: جب اس طرح بے قابو ہو کہ اس کو پکڑ کر ذبح کرنا ممکن نہ ہو تو اس کو بر بنائے ضرورت بیہوشی کا ٹیکہ لگا کر ذبح کرنا جائز ہے۔اس لئے کہ جب ایسی صورت میں ذبح اضطراری کی اجازت ہے تو پھر بیہوشی کا ٹیکہ لگا کر بدرجہ اولیٰ ذبح کرنے کی اجازت ہوگی۔

بہارشریعت میں ہے: "اگر گھریلو جانور وحشی کی طرح ہو جائے کہ قابو میں نہ آئے تو اس کا ذبح اضطراری ہے کہ جس طرح ممکن ہو ذبح کر سکتے ہیں" (بہارشریعت، ذبح کا بیان، 3/315)

سوال: اگر کسی کو قربانی کی دعا یاد نہ ہو تو کیا وہ "**بسم اللہ اکبر**" پڑھ کر قربانی کر سکتا ہے؟

جواب: قربانی کی دعا پڑھنا ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے۔اس لئے اگر کسی کو قربانی کی دعا یاد نہ ہو تو صرف "**بسم اللہ اکبر**" پڑھ کر قربانی کر سکتا ہے۔

فتاوی فقیہ ملت میں ہے: "قربانی میں نیت قربانی اور بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنا ضروری ہے۔دعا پڑھنا ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے" (فتاوی فقیہ ملت 2/251)

سوال: اگر ذبح کے وقت "**بسم اللہ اکبر**" پڑھنا بھول گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ذبح کے وقت "**بسم اللہ اکبر**" پڑھنا بھول گیا تو جانور حلال ہے۔ہاں اگر قصداً چھوڑا تو جانور حرام ہوگا۔

تنویر الابصار میں ہے (**لَاتَحِلُّ ذَبِیحَۃُ تَارِکِ تَسمِیَۃٍ عَمْدًا**)

ترجمہ: عمداً تسمیہ چھوڑنے والے کا ذبیحہ حلال نہیں اور اگر تسمیہ بھول کر چھوڑا تو حلال ہے۔

(ملخصاً تنویر الابصار مع درمختار 9/499)

بہارشریعت میں ہے: "ذبح کرنے میں "بسم اللہ" نہ کہی جانور حرام ہے اور اگر بھول کر ایسا ہوا جیسا کہ بعض مرتبہ شکار کے ذبح میں جلدی ہوتی ہے اور جلدی "بسم اللہ" کہنا بھول جاتا ہے اس صورت میں جانور حلال ہے"

(بہارشریعت، ذبح کا بیان، 3/316)

سوال: اگرکسی نے صرف "بسم اللہ" پڑھ کر ذبح کیا "اللہ اکبر" نہ کہا تو کیا حکم ہے؟

جواب: تسمیہ شرط ذبیحہ ہے اور اس کے ساتھ تکبیر مستحب ہے لہذا اگرکسی نے "بسم اللہ" پڑھ کر ذبح کیا تو جانور حلال ہے اگرچہ تکبیر یعنی "اللہ اکبر" نہ کہا ہو۔

فتاوی رضویہ میں ہے: (امام عینی درعمدۃ القاری فرمود، فالتکبیرُ مع التسمیۃِ مستحب و کذا وضع الرجل علی صفحۃعنق الاضحیۃالایمن و اما التسمیۃفھی شرط")

ترجمہ: امام عینی نے عمدۃ القاری میں فرمایا بسم اللہ کے ساتھ تکبیر مستحب ہے اور یوں قربانی کے جانور کی گردن کے دائیں پہلو پر پاؤں رکھنا مستحب ہے لیکن بسم اللہ پڑھنا شرط ہے۔ (فتاوی رضویہ 20/217)

سوال: کسی نے ذبح کے وقت تسمیہ کے بعد کلام کیا پھر تسمیہ نہ پڑھی اور جانور ذبح کر دیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر جانور ذبح کرتے ہوئے تسمیہ اور ذبح کے درمیان عمل کثیر ہو تو جانور حرام ہو جاتا ہے اور اگر عمل قلیل مثلا تھوڑی سی گفتگو، پانی پینا یا چھری تیز کرنا وغیرہ ہو تو جانور حلال ہوتا ہے۔ لہذا اگر اس نے تسمیہ کے بعد تھوڑی سی گفتگو کی ہے تو جانور حلال ہوگا اس لئے کہ یہ عمل قلیل ہے اور لمبی گفتگو کی تو جانور حرام ہوگا اس لئے کہ یہ عمل کثیر ہے۔

ردالمحتار میں ہے (قَالَ الزَّيْلَعِيُّ: حَتَّى إذَا سَمَّى وَاشْتَغَلَ بِعَمَلٍ آخَرَ مِنْ كَلَامٍ قَلِيلٍ أَوْ شُرْبِ مَاءٍ أَوْ أَكْلِ لُقْمَةٍ أَوْ تَحْدِيدِ شَفْرَةٍ ثُمَّ ذَبَحَ يَحِلُّ، وَإِنْ كَانَ كَثِيرًا لَا يَحِلُّ لِأَنَّ إيقَاعَ الذَّبْحِ مُتَّصِلًا بِالتَّسْمِيَةِ بِحَيْثُ لَا يَتَخَلَّلُ بَيْنَهُمَا شَيْءٌ لَا يُمْكِنُ إلَّا بِحَرَجٍ عَظِيمٍ فَأُقِيمَ الْمَجْلِسُ مَقَامَ الِاتِّصَالِ، وَالْعَمَلُ الْقَلِيلُ لَا يَقْطَعُهُ وَالْكَثِيرُ يَقْطَعُ)

ترجمہ: علامہ زیلعی نے فرمایا: جب اس نے بسم اللہ پڑھی اور کسی عمل قلیل مثلاً تھوڑی سی گفتگو، پانی پینے یا ایک آدھ لقمہ کھانا کھانے یا چھری تیز کرنے میں مشغول ہوگیا، پھر اس نے جانور ذبح کیا تو جانور حلال ہے۔ اور اگر عمل کثیر میں مشغول ہوگیا تو جانور حلال نہیں، تسمیہ کا ذبح سے بالکل متصل ہونا کہ اس کے مابین کوئی چیز حائل نہ ہو حرج عظیم کے ساتھ ہی ممکن ہے۔ اس لئے مجلس کو اتصال کے قائم مقام قرار دیا گیا، اور عمل قلیل مجلس کو منقطع نہیں کرتا عمل کثیر منقطع کرتا ہے۔ (ردالمحتار 9/509)

بہارشریعت میں ہے: "بسم اللہ کہنے اور ذبح کرنے کے درمیان طویل فاصلہ نہ ہو اور مجلس بدلنے نہ پائے اگر مجلس بدل گئی اور عمل کثیر بیچ میں پایا گیا تو جانور حلال نہ ہوا۔ ایک لقمہ کھایا یا ذرا سا پانی پیا یا چھری تیز کر لی یہ عمل قلیل ہے جانور اس صورت میں حلال ہے" (بہارشریعت 3/318)

سوال: جانور کو غیر قبلہ کی طرف منھ کر کے ذبح کیا تو کیا حکم ہے؟ اور جانور لٹانے کا پورا طریقہ کیا ہے کدھر سر اور کدھر پیر ہونا چاہئے؟

جواب: جانور کا قبلہ کی طرف کر کے ذبح کرنا سنت ہے اگر اس کا منھ غیر قبلہ کی طرف کر کے ذبح کیا تو جانور تو حلال ہے لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

درمختار میں ہے (**وَ كُرِهَ تَرْكُ التَّوَجُّهِ إِلَى الْقِبْلَةِ لِمُخَالَفَتِهِ السُّنَّةَ**)

ترجمہ: قبلہ کی طرف سے توجہ ہٹانا مکروہ ہے سنت کی مخالفت کی وجہ سے (درمختار 9/495)

بہارشریعت میں ہے: "سنت یہ کہ ذبح کے وقت جانور کا منھ قبلہ کو کیا جائے اور ایسا نہ کرنا ہے مکروہ ہے" (بہارشریعت، ذبح کا بیان، 3/315)

جانور لٹانے کا پورا طریقہ بیان کرتے ہوئے اعلی حضرت **فتاویٰ رضویہ** میں فرماتے ہیں: "سنت متوارثہ آن ست کہ روئے خود وروئے ذبیحہ ہر دو سوئے قبلہ کند، وسر ذبیحہ در بلاد ما کہ قبلہ سوئے مغرب ست جانب جنوب بود تا ذبیحہ بر پہلو چپ خودش خوابیدہ باشد، وپشت او جانب مشرق، تا روئے سمت قبلہ بود، وذابح پائے راست خود بر صفحہ راست گردنش نہادہ ذبح کند، اگر توجہ یا توجیہ بہ قبلہ ترک کند مکروہ است"

ترجمہ: سنت یہ چلی آرہی کہ ذبح کرنے والا اور جانور دونوں قبلہ رو ہوں، ہمارے علاقہ میں قبلہ مغرب میں ہے اس لئے سر ذبیحہ جنوب کی طرف ہونا چاہئے تاکہ جانور بائیں پہلوں لیٹا ہوا اور اس کی پیٹھ مشرق کی طرف ہو تا کہ اس کا منھ قبلہ کی طرف ہو جائے، اور ذبح کرنے والا اپنا دایاں پاؤں جانور کی گردن کے دائیں حصہ پر رکھے اور ذبح کرے اور خود اپنا یا جانور کا منھ قبلہ کی طرف کرنا ترک کیا تو مکروہ ہے۔" (فتاوی رضویہ 20/216)

سوال: اگر جانور ذبح کرنے میں چھری حرام مغز تک پہنچ گئی یا سر الگ ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر قصداً ایسا کیا یعنی اس طرح ذبح کیا کہ چھری حرام مغز تک پہنچ گئی یا سر الگ ہوگیا تو اس کا یہ فعل مکروہ ہے اور اگر بلا قصد ایسا ہوا تو مکروہ نہیں لیکن بہر حال دونوں صورتوں میں جانور حلال ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے (وَیُسْتَحَبُّ الاِکْتِفَاءُ بِقَطْعِ الْأَوْدَاجِ وَلَا یُبَایِنُ الرَّأْسَ وَلَوْ فَعَلَ یُکْرَہُ)

ترجمہ: مستحب یہ ہے کہ اوداج کے کاٹنے پر اکتفا کرے، سر جدا نہ کرے اور اگر سر جدا کیا تو مکروہ ہے۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، 5/287)

فتح القدیر میں ہے (وَمَنْ بَلَغَ بِالسِّکِّینِ النُّخَاعَ أَوْ قَطَعَ الرَّأْسَ کُرِہَ لَہُ ذٰلِکَ تُؤْکَلُ ذَبِیحَتُہُ)

ترجمہ: جانور ذبح کرنے والا حرام مغز تک چھری لے گیا یا مکمل سر ہی کاٹ دیا تو اس کا یہ فعل مکروہ ہے لیکن بہر حال اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ (فتح القدیر 9/507)

بہار شریعت میں ہے: "اس طرح ذبح کرنا کی چھری حرام مغز تک پہنچ جائے یا سر کٹ کر جدا ہوجائے مکروہ ہے مگر وہ ذبیحہ کھایا جائے گا یعنی کراہیت اس فعل میں ہے نہ کہ ذبیحہ میں۔ عام لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ ذبح کرنے میں اگر سر جدا ہوجائے تو اس کا سر کھانا مکروہ ہے یہ کتب فقہ میں نظر سے نہیں گزرا بلکہ فقہا کا یہ ارشاد کہ ذبیحہ کھایا جائے گا اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سر بھی کھایا جائے گا" (بہار شریعت، ذبح کا بیان، 3/315)

فتاوی امجدیہ میں جانور کا سر جدا ہونے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں مذکور ہے: "قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے بلکہ حرام مغز تک چھری کو پیرا دینا مکروہ ہے مگر وہ جانور حرام نہ ہوگا، اس کا کھانا حلال ہے اور بلا قصد گردن کٹ گئی تو حرج نہیں" (فتاوی امجدیہ 3/297)

سوال: کیا جانور ذبح کرنے والے کا سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہونا، یا کتابی ہونا ضروری ہے؟ اگر کوئی کافر، بدمذہب، شیعہ، وہابی، دیوبندی وغیرہ جانور ذبح کرے تو کیا حکم ہے؟

جواب: جی ہاں! جانور ذبح کرنے والے کا سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہونا یا کتابی ہونا ضروری ہے اگر کافر یا ایسا بدمذہب جس کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچی ہے جیسے شیعہ وہابی دیوبندی وغیرہ ذبح کرے تو جانور حرام ہوگا۔

درمختار میں ہے (لَا تَحِلُّ ذَبِیحَۃُ غَیْرِ کِتَابِیٍّ مِنْ وَثَنِیٍّ وَمَجُوسِیٍّ وَمُرْتَدٍّ)

ترجمہ: غیر کتابی کا ذبیحہ حلال نہیں خواہ وہ بت پرست ہو، مجوسی ہو یا مرتد ہو۔(در مختار، کتاب الذبائح 9/497)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "جن، مرتد، مشرک، مجوسی، مجنون، ناسمجھ اور اس شخص کا جو قصداً تکبیر ترک کرے ذبیحہ حرام ومردار ہے" (فتاوی رضویہ 20/242)

ایک اور جگہ پر ہے: "وہابی رافضی قادیانی وغیرہم جن جن کی گمراہی حد کفر تک ہے ان کا ذبیحہ مردار ہے" (فتاوی رضویہ 20/250)

بہار شریعت میں ہے: "ذبح کرنے والا مسلم ہو یا کتابی۔ مشرک اور مرتد کا ذبیحہ حرام ہے ومردار" (بہار شریعت، ذبیحہ کا بیان، 3/313)

ایک اور جگہ پر ہے: "مرتد کا ذبیحہ مردار ہے اگر چہ بسم اللہ کر کے ذبح کرے" (بہار شریعت، مرتد کا بیان، 9/459)

سوال: جب کتابی کا ذبیحہ حلال ہے تو بد مذہب یعنی وہابی دیو بندی شیعہ وغیرہ کا ذبیحہ حرام کیوں؟

جواب: مسلمان اور کتابی (یہود ونصاری) کا ذبیحہ حلال ہے جب کہ وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے۔

قرآن مجید میں ہے **(فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ إِن كُنتُم بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ)**

ترجمہ: تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو (الانعام118)

اور یہ بھی ہے **(اَلیَومَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَ طَعَامُ الَّذِینَ اُوتُوا الکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُم وَ طَعَامُکُم حِلٌّ لَّھُم)**

ترجمہ: آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال ہوئیں، اور کتابیوں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔(المائدة5)

مسلمان اور کتابی کے علاوہ جتنے بھی مرتد یا کافر ومشرک ہیں سب کا ذبیحہ حرام مردار ہے اگر چہ اللہ کے نام پر ذبح کرے۔

درمختار میں ہے **(وَشُرِطَ كَوْنُ الذَّابِحِ مُسْلِمًا أَوْ كِتَابِيًّا لاتَحِلُّ ذَبِيحَةُ غَيْرِ كِتَابِيٍّ مِنْ وَثَنِيٍّ وَمَجُوسِيٍّ وَمُرْتَدٍّ)**

ترجمہ: شرط یہ ہے کہ ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ہو، کافر غیر کتابی مثلاً بت پرست، مجوسی اور مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں۔ (در مختار، کتاب الذبائح 497/9)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَمِنْهَا أَنْ يَكُونَ مُسْلِمًا أَوْ كِتَابِيًّا فَلَا تُؤْكَلُ ذَبِيحَةُ أَهْلِ الشِّرْكِ وَالْمُرْتَدِّ؛ لِأَنَّهُ لَا يُقِرُّ عَلَى الدِّينِ الَّذِي انْتَقَلَ إلَيْهِ)

ترجمہ: ذبح کی شرائط سے ہے کہ ذابح مسلمان یا کتابی ہو، مشرک اور مرتد کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا اس لئے کہ مرتد برقرار نہیں رکھا جائے گا اس دین پر جس کی طرف وہ منتقل ہوا ہے۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الاول، 285/5)

ہدایہ میں ہے (وَذَبِيحَةُ الْمُسْلِمِ وَالْكِتَابِيِّ حَلَالٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: {وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ} [المائدة: 5] وَلَا تُؤْكَلُ ذَبِيحَةُ الْمَجُوسِيِّ لِقَوْلِهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - »سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ غَيْرَ نَاكِحِي نِسَائِهِمْ وَلَا آكِلِي ذَبَائِحِهِمْ« وَلِأَنَّهُ لَا يَدَّعِي التَّوْحِيدَ فَانْعَدَمَتْ الْمِلَّةُ اعْتِقَادًا وَدَعْوَى. قَالَ وَالْمُرْتَدِّ لِأَنَّهُ لَا مِلَّةَ لَهُ. فَإِنَّهُ لَا يُقِرُّ عَلَى مَا انْتَقَلَ إلَيْهِ)

ترجمہ: مسلمان اور کتابی کا ذبیحہ حلال ہے اللہ کے اس فرمان کی وجہ سے "کتابیوں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہوا" اور مجوسی کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی وجہ سے "مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب کا طریقہ اختیار کرو لیکن ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرو اور نہ ہی ان کا ذبیحہ کھاؤ" اور اس وجہ سے بھی مجوسی کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا کہ وہ توحید کا مدعی نہیں، تو ملت معدوم ہوگئی اعتقاد اور دعوی دونوں کے اعتبار سے اور مرتد کا بھی ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا اس لئے کہ اس کی کوئی ملت نہیں بایں وجہ کہ وہ برقرار نہیں رکھا جائے گا اس ملت پر جس کی طرف وہ منتقل ہوا ہے۔

(ملخصاً فتح القدیر 487/9)

بدائع الصنائع میں ہے (وَمِنْهَا أَنْ يَكُونَ مُسْلِمًا أَوْ كِتَابِيًّا فَلَا تُؤْكَلُ ذَبِيحَةُ أَهْلِ الشِّرْكِ وَالْمَجُوسِيِّ وَالْوَثَنِيِّ وَذَبِيحَةُ الْمُرْتَدِّ أَمَّا ذَبِيحَةُ أَهْلِ الشِّرْكِ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى {وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ} [المائدة: 3] وَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ {وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ} [المائدة: 3] أَيْ لِلنُّصُبِ وَهِيَ الْأَصْنَامُ الَّتِي يَعْبُدُونَهَا. وَأَمَّا ذَبِيحَةُ الْمَجُوسِ فَلِقَوْلِهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - »سُنُّوا بِالْمَجُوسِ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ غَيْرَ نَاكِحِي نِسَائِهِمْ وَلَا آكِلِي ذَبَائِحِهِمْ« وَلِأَنَّ ذِكْرَ اسْمِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى الذَّبِيحَةِ مِنْ شَرَائِطِ الْحِلِّ عِنْدَنَا لِمَا نَذْكُرُ وَلَمْ يُوجَدْ. وَأَمَّا

الْمُرْتَدُّ، فَلِأَنَّهُ لَا يُقَرُّ عَلَى الدِّينِ الَّذِي انْتَقَلَ إلَيْهِ فَكَانَ كَالْوَثَنِيِّ الَّذِي لَا يُقَرُّ عَلَى دِينِهِ)

ترجمہ: ذبح کی شرائط سے ہے کہ ذابح مسلمان یا کتابی ہو، تومشرک اور مرتد کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا، مشرک کا ذبیحہ اس لئے نہیں کھایا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے"(تم پر حرام ہے) اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا" [المائدۃ:3]، اور اس کا قول ہے "اور جو کسی بت کے آستانے پر ذبح کیا گیا ہو" [المائدۃ:3] "نصب" یعنی وہ بت جس کی وہ پوجا کرتے ہیں۔ اور مجوسی کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی وجہ سے "مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب کا طریقہ اختیار کرو لیکن ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرو اور نہ ہی ان کا ذبیحہ کھاؤ" اور اس وجہ سے کہ ذبیحہ پر تسمیہ پڑھنا ہمارے نزدیک جانور کے حلال ہونے کے لئے شرط ہے اسی لئے ہم پڑھتے ہیں اور وہ تسمیہ یہاں نہیں پایا گیا۔ اور مرتد کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا اس لئے کہ مرتد برقرار نہیں رکھا جائے گا اس دین پر جس کی طرف وہ منتقل ہوا ہے جیسا کہ بت پرست کہ اس کو اس کے دین پر برقرار نہیں رکھا جاتا۔ (بدائع الصنائع، کتاب الذبائح 224/6)

آج کل کے وہابی دیوبندی اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، خلیل احمد امبیٹھوی کو اپنا رہبر و رہنما مانتے ہیں حالانکہ انہوں نے ایسی عبارت تحریر کی ہیں ان کی بنیاد پر علمائے عرب وعجم نے ان پر کفر وارتدا کا فتوی دیتے ہوئے فرمایا "وَمَنْ شَكَّ فِي عَذَابِهِ وَكُفْرِهِ كَفَرَ " ترجمہ: جو ان کے عذاب اور کفر وارتداد میں شک کرے وہ خود ہی کافر ہے۔

اشرف علی تھانوی نے **حفظ الایمان** میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دی (حفظ الایمان ص8)

رشید احمد گنگوہی نے **فتاوی رشیدیہ** میں لکھا: "اللہ جھوٹ بول سکتا ہے" (فتاویٰ رشیدیہ ج1، ص45، مطبوعہ دہلی)

قاسم نانوتوی نے **تحذیر الناس** میں لکھا: "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آجائے توختم نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا (تحذیر الناس ص24)

خلیل احمد انبیٹھوی نے **براہین قاطعہ** میں لکھا: "شیطان کا وسعت علم نص سے ثابت ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے وسعت علم پر کوئی نص قطعی نہیں" (براہین قاطعہ ص51، مطبوعہ دیوبند)

انہیں عبارات کی وجہ سے علمائے عرب وعجم نے ان پر کفر وارتداد کا فتوی دیا۔

ردالمحتار میں ہے (وَمَنْ شَكَّ فِي عَذَابِهِ وَكُفْرِهِ كَفَرَ) ترجمہ: جوان کے عذاب اور کفر وارتداد میں شک کرے وہ خود ہی کافر ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الجهاد، باب المرتد 356/1)

تو جو لوگ بھی ان کے کفریہ عبارات پر مطلع ہوتے ہوئے ان کو مسلمان جانے یا ان کے کفر میں شک کرے تو ان کا بھی حکم وہی ہے اور اسی طرح اور بدعقیدہ جو کفریہ عقیدے رکھتے ہیں جیسے قادیانی، چکڑالوی، شیعہ وغیرہ ان کا بھی حکم وہی ہے۔ ان سب کا ذبیحہ حرام و مردار ہے۔

سوال: اگر دو آدمی مل کر جانور ذبح کریں تو کیا دونوں کا سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہونا اور دونوں کا بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، اگر ان میں سے کوئی کافر یا بدمذہب ہو یا کسی نے قصداً نہیں پڑھا تو کیا حکم ہے؟

جواب: ہاں دونوں کا سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہونا اور دونوں کا بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اگر ان میں سے کوئی کافر یا بدمذہب ہو یا کسی نے تسمیہ قصداً چھوڑ دیا تو جانور حرام ہوگا۔

ردالمحتار میں ہے (وَشَمِلَ مَا إِذَا كَانَ الذَّابِحُ اثْنَيْنِ، فَلَوْ سَمَّى أَحَدُهُمَا وَتَرَكَ الثَّانِي عَمْدًا حَرُمَ أَكْلُهُ)

ترجمہ: جب ذبح میں دو شخص شریک ہوں تو بسم اللہ پڑھنا دونوں پر شرط ہے، اگر ایک نے پڑھا اور ایک نے پڑھنا ترک کر دیا یا یہ خیال کیا کہ ایک کا پڑھنا کافی ہے تو اس کا کھانا حرام ہوگا۔ (ردالمحتار، کتاب الذبائح 504/9)

فتاوی رضویہ میں ہے: "معین ذابح سے یہی مراد ہے کہ ذابح کا ہاتھ کمزور ہو، ذبح میں دقت دیکھے تو دوسرا اس کے ساتھ چھری پر ہاتھ رکھ کر دونوں مل کر ہاتھ پھیریں، اس صورت میں دونوں پر تکبیر واجب ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بھی قصداً تکبیر نہ کہے گا، ذبیحہ مردار ہو جائے اگرچہ دوسرا تکبیر کہے" (فتاوی رضویہ 20/218)

ایک اور جگہ پر فتاوی رضویہ میں ہے: "ہاں اگر ایک نے دوسرے کو نفس ذبح میں مدد دی، مثلاً زید ذبح کرتا ہے عمرو نے دیکھا اس کا ہاتھ ضعیف ہے ذبح میں دیر ہوگی اپنا ہاتھ بھی چھری پر رکھ دیا اور دونوں نے مل کر چھری پھیری تو بیشک دونوں میں جو کوئی قصداً تکبیر نہ کہے گا جانور حرام ہو جائے گا، یونہی اگر ان میں کوئی کافر مشرک تھا تو بھی ذبیحہ مردار ہو گیا" (فتاوی رضویہ 20/215)

بہارشریعت میں ہے: "اور دوشخصوں نے ذبح کیا تو دونوں کا پڑھنا ضروری ہے ایک نے قصداً ترک کیا تو جانورحرام ہے" (بہارشریعت، ذبح کا بیان، 318/3)

سوال: ایک شخص جانور ذبح کر رہا ہے دوسرا جانور کا پاؤں یا سر پکڑا ہے تو کیا دونوں پر تسمیہ ضروری ہے یا صرف ذابح پرضروری ہے؟ اور اگر جانور کا پاؤں یا سر پکڑنے والا قصداً تسمیہ ترک کر دیا یا وہ کافر، بدمذہب ہے تو ذبیحہ حلال ہوگا یا حرام؟

جواب: ایسی صورت میں صرف ذابح کا مسلمان ہونا اور تسمیہ پڑھنا ضروری ہے، پاؤں یا سر پکڑنے والے پر نہ تسمیہ ضروری ہے نہ ہی اس کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ لہذا اگر پاؤں یا سر پکڑنے والا کافر، بدمذہب ہو یا قصداً تسمیہ ترک کر دیا ہو تو بھی ذبیحہ حلال ہوگا۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "اصل ذابح پر تکبیر کہنی لازم اور اسی کی تکبیر کافی ہے۔ سر یا پاؤں پکڑنے والے کی تکبیر کی اصلا حاجت نہیں نہ اس کا کافر مشرک ہونا کچھ مضر۔ **فان الذبح انما ھو قطع العروق لا الاخذ بالراس و القوائد کما لایخفی۔** ترجمہ: ذبح جانور کی رگوں کے کاٹنے کا نام ہے جانور کے سر و پاؤں پکڑنے کا نام نہیں، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔" (فتاوی رضویہ 215/20)

ایک اور جگہ پر ہے: "ذبیحہ کا ہاتھ پاؤں پکڑنے والا بندش کی رسی کی طرح ہے۔ اس پر تکبیر کچھ ضروری نہیں بلکہ وہ اہل تکبیر میں سے بھی ہونا ضروری نہیں، اگر مشرک یا مجوسی ہو جب بھی ذبیحہ میں فرق نہ آئے گا" (فتاوی رضویہ 221/20)

بہارشریعت میں ہے: "اگر دوسرا شخص جانور کو فقط پکڑے ہوئے ہے تو یہ معین ذابح نہیں اس کے پڑھنے نہ پڑھنے کو کچھ دخل نہیں" (بہارشریعت، ذبح کا بیان، 318/3)

سوال: فاسق کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: فاسق کا ذبیحہ حلال ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "اس صورت میں زید فاسق ہے، مستحق عذاب جہنم ہے، مگر اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے" (فتاوی رضویہ 251/20)

سوال: عورت کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: عورت کا ذبیحہ حلال ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (الْمَرْأَةُ الْمُسْلِمَةُ وَالْكِتَابِيَّةُ فِي الذَّبْحِ كَالرَّجُلِ)

ترجمہ: مسلمہ اور کتابیہ عورت ذبح میں مرد کی طرح ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح، 286/5)

فتاوی رضویہ میں ہے: "مسلمان عورت کا ذبیحہ جائز ہے جبکہ وہ ذبح کرنا جانتی ہو اور ٹھیک ذبح کر دے"
(فتاوی رضویہ 251/20)

بہارشریعت میں ہے: " ذبح میں عورت کا وہی حکم ہے جو مرد کا ہے یعنی مسلمہ یا کتابیہ عورت کا ذبیحہ حلال ہے اور مشرکہ ومرتدہ کا ذبیحہ حرام " (بہارشریعت، ذبح کا بیان، 316/3)

سوال: مخنث کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: مخنث کا ذبیحہ حلال ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے (وَالْخُنْثَى وَالْمُخَنَّثُ تَجُوزُ ذَبِيحَتُهُمَا)

ترجمہ: خنثی اور مخنث کا ذبیحہ جائز ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح، 286/5)

سوال: گونگے کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: گونگے کا ذبیحہ حلال ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَتُؤْكَلُ ذَبِيحَةُ الْأَخْرَسِ مُسْلِمًا كَانَ أَوْ كِتَابِيًّا)

ترجمہ: گونگے کا ذبیحہ کھایا جائے گا خواہ مسلم ہو یا کتابی۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح، 286/5)

بہارشریعت میں ہے: "گونگے کا ذبیحہ حلال ہے اگر وہ مسلم یا کتابی ہو" (بہارشریعت، ذبح کا بیان، 316/3)

سوال: نابالغ بچے کا ذبیحہ کیسا ہے؟

جواب: نابالغ بچہ اگر ذبح کرنا جانتا ہو اور ذبح کرنے پر قدرت بھی رکھتا ہو تو اس کا ذبیحہ جائز ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "عورت ولڑکے کا ذبیحہ اگر وہ قواعد وشرائط ذبح سے واقف ہیں اور مطابق شرع ذبح کر

سکتے ہیں بلا ریب حلال ہے (فِي الدر المختار وَشُرِطَ كَوْنُ الذَّابِحِ مُسْلِمًا وَلَوْ امْرَأَةً أَوْ صَبِيًّا يَعْقِلُ التَّسْمِيَةَ وَالذَّبْحَ وَيَقْدِرُ)

ترجمہ: درمختار میں ہے مسلمان اگرچہ عورت یا بچہ ہو شرط یہ ہے کہ بسم اللہ اور ذبح کو جانتا ہو اور اس عمل پر قادر ہو" (فتاوی رضویہ 20/304)

بہارشریعت میں ہے: "مجنوں یا اتنا چھوٹا بچہ جو بے عقل ہو ان کا ذبیحہ جائز نہیں اور اگر چھوٹا بچہ ذبح کو سمجھتا ہو اور اس پر قدرت رکھتا ہو تو اس کا ذبیحہ حلال ہے" (بہارشریعت، ذبح کا بیان، 3/313)

سوال: جانور ذبح کرنے پر بچہ نکلا تو کیا حکم ہے

جواب: جانور ذبح کرنے پر زندہ بچہ نکلا تو اسے بھی ذبح کر دے اور اس کا گوشت کھایا جا سکتا ہے اور مردہ نکلا تو اسے پھینک دے کہ مردار ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "بچہ کہ مردہ نکلے حرام، اور زندہ نکلا اور ذبح کر لیا تو حلال" (فتاوی رضویہ 20/279)

بہارشریعت میں ہے: "گائے یا بکری ذبح کی اور اس کے پیٹ میں بچہ نکلا اگر وہ زندہ ہے ذبح کر دیا جائے حلال ہو جائے گا اور مرا ہوا ہے تو حرام ہے اس کی ماں کا ذبح کرنا اس کے حلال ہونے کے لئے کافی نہیں"
(بہارشریعت، ذبح کا بیان، 3/320)

ایک اور جگہ پر ہے: "قربانی کی اور اس کے پیٹ میں بچہ ہے تو اسے ذبح کر دے اور اسے صرف میں لا سکتا ہے اور مرا ہوا بچہ ہو تو اسے پھینک دے مردار ہے" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/348)

سوال: امام یا مؤذن یا اور کوئی ذبح پر اجرت لے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ذبح کرنے پر اجرت لینا جائز ہے۔ لیکن اجرت متعین کرنے میں دو صورتیں ہیں، یہ کہ مقرر شدہ روپیہ لیتا ہے یا اسی جانور سے اجرت میں گوشت لیتا ہے۔ اگر مقرر شدہ روپیہ اجرت میں لیتا ہے تو جائز ہے اور اگر گوشت لیتا ہے تو ناجائز ہے کیونکہ یہ قفیز طحان کی طرح ہے جو کہ ناجائز ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "اور جب ان جانوروں کا ذبح جائز ہے اس پر اُجرت مقرر کر کے لینا بھی جائز ہے کما

هو حکم مباح یحتاج الی عمل (جیسا کہ ہر مباح محتاج العمل کا حکم ہے۔ت) اب یہاں متعدد صورتیں ہیں، سائل دوا جرتیں بتاتا ہے، ایک آنہ یا پاؤ بھر گوشت، یہ اگر یوں ہے کہ کبھی ایک آنہ مقرر کر لیا جاتا ہے کبھی پاؤ بھر گوشت تو وہ آنہ جائز ہے، اور گوشت کہ اسی جانور کا قرار پاتا ہے ناجائز ہے **لانہ کقفیز الطحان** (کیونکہ یہ پسنے والے آٹے کا حصہ قفیز کی طرح ہے۔ت) (فتاوی رضویہ 20/307)

احکام شریعت میں ہے: " ذبح پر اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ **لانہ لیس بمعصیۃ ولا واجب متعین علیہ**۔ ہاں یہ ٹھہرانا کہ اسے ذبح کرتا ہوں، اس میں اتنا گوشت اجرت میں لونگا یہ ناجائز ہے۔ **لانہ کقفیز الطحان**۔ جو جائزہ ذبح پر اجرت لے اس کے پیچھے نماز میں اس وجہ سے کوئی حرج نہیں، اس کی امامت درست ہے "
(احکام شریعت 1/146)

سوال: مشینی ذبیحہ کا کیا حکم؟

جواب: مشینی ذبیحہ حرام ومردار ہے۔

کتاب **"مشینی ذبیحہ کا حکم"** میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ مدظلہ العالی فرماتے ہیں: "مشین سے ذبح کے موقع پر جانوروں کے کاٹنے میں آدمی کی قوت کا کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ ایک آدمی صرف کسی سوئچ کو آن (ON) کر دیتا ہے جس سے موٹر والے تار سے کرنٹ کا رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور بس پھر بجلی اپنی قوت سے موٹر کو حرکت دیتی ہے اور موٹر اپنے بعض پرزوں یا پتے کے واسطے سے چھری کو حرکت دیتا ہے، نہ کوئی انسان موٹر کو حرکت دیتا ہے، نہ اس کی چھری کو۔ اسی لئے اگر تاروں میں بجلی روانہ نہ ہو تو سوئچ آن (ON) کرنے سے کسی قسم کی حرکت چھری میں پیدا نہیں ہوتی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کی طاقت اور اس کے عمل کا اس ذبح میں کوئی تعلق نہیں ہے " (مشینی ذبیحہ کا حکم ص4)

سوال: زندہ جانور کا کوئی حصہ کاٹ لیا گیا تو کیا وہ جائز ہے؟

جواب: زندہ جانور کا کوئی حصہ کاٹ لیا گیا تو وہ حصہ مردار ہے اس کو کھانا حرام ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: " جو عضو مچھلی اور ٹڈی کے سوا کسی زندہ جانور سے جدا کر لیا جائے مردار ہے اور کھانا اس کا حرام ہے " (فتاوی رضویہ 20/241)

سوال: اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کرنا افضل ہے یا دوسرے سے کرانا افضل ہے؟

جواب: اگر اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہوتو اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ہی کرنا افضل ہے اور اگر اچھی طرح نہ جانتا ہوتو افضل یہ ہے کہ دوسرے کو ذبح کرنے کا حکم دے اور وقت قربانی وہاں حاضر رہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے (**وَالْأَفْضَلُ أَنْ يَذْبَحَ أُضْحِيَّتَهُ بِيَدِهِ إنْ كَانَ يُحْسِنُ الذَّبْحَ، لِأَنَّ الْأَوْلَى فِي الْقُرُبَاتِ أَنْ يَتَوَلَّى بِنَفْسِهِ، وَإِنْ كَانَ لَا يُحْسِنُهُ فَالْأَفْضَلُ أَنْ يَسْتَعِينَ بِغَيْرِهِ وَلَكِنْ يَنْبَغِي أَنْ يَشْهَدَهَا بِنَفْسِهِ**)

ترجمہ: اور افضل یہ ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کرے جبکہ اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو اس لئے کہ تقربیات میں اولیٰ یہ ہے کہ خود کرے اور اگر اچھی طرح ذبح کرنا نہیں جانتا تو افضل یہ ہے کہ دوسرے کی مدد لے، مگر بہتر یہ ہے کہ اس وقت وہ بھی وہاں موجود ہو۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح، 300/5)

بہارشریعت میں ہے: " بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کرے اگر اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر اچھی طرح نہ جانتا ہو تو دوسرے کو حکم دے اور ذبح کرے مگر اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ وقت قربانی حاضر ہو "
(بہارشریعت، قربانی کا بیان، 342/3)

سوال: ذبح کرنے میں خون بدن یا کپڑے پر لگ جائے تو کیا نماز پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: اور بہتے خون کی طرح قربانی کے جانور کا بہتا خون بھی ناپاک ہے۔

بہارشریعت میں ہے: " خشکی کے ہر جانور کا بہتا خون، مردار کا گوشت اور چربی ------ یہ سب نجاست غلیظہ ہیں " (بہارشریعت، نجاستوں کا بیان 390/1)

لہٰذا اگر بدن یا کپڑے پر خون ایک درہم سے زیادہ لگا ہے تو بغیر اس کو پاک کئے نماز نہیں پڑھ سکتے۔

بہارشریعت میں ہے: " نجاست غلیظہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن میں ایک درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کا پاک کرنا فرض ہے، بے پاک کئے نماز پڑھ لی تو نماز ہوگی ہی نہیں " (بہارشریعت، نجاستوں کا بیان 389/1)

سوال: شادی شدہ عورت کی قربانی میں اس عورت کے نام کے ساتھ اس کے باپ کا نام لیں یا شوہر کا یعنی فلاں بنت فلاں کہیں یا فلاں زوجہ فلاں کہیں؟

جواب: جس عورت کی طرف سے قربانی ہورہی ہے صرف اسی کا نام کافی ہے اس کے ساتھ باپ یا شوہر کا نام ضروری نہیں لیکن اگران میں سے کسی کا نام لے لیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔

فتاوی فیض الرسول میں ہے: "جس عورت کی طرف سے قربانی ہو خدائے علیم وخبیر خوب جانتا ہے کہ وہ فلاں کی لڑکی فلاں کی بیوی ہے اس لئے صرف عورت کا نام لینا کافی ہے فلاں بنت فلاں یا فلاں زوجہ فلاں کہنا ضروری نہیں اور اگر کہہ دے تو کوئی حرج بھی نہیں" (فتاویٰ فیض الرسول 2/448)

قربانی میں شرکت کا بیان

سوال: ایک جانور میں کتنے لوگ شریک ہو سکتے ہیں؟

جواب: بڑے جانور (جیسے اونٹ، گائے، بھینس وغیرہ) میں سات لوگ شریک ہو سکتے ہیں۔ اور چھوٹے جانور (جیسے بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) کی قربانی صرف ایک آدمی کی طرف سے ہوسکتی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (يَجِبُ أَنْ يُعْلَمَ أَنَّ الشَّاةَ لَا تُجْزِئُ إلَّا عَنْ وَاحِدٍ, وَإِنْ كَانَتْ عَظِيمَةً, وَالْبَقَرُ وَالْبَعِيرُ يُجْزِي عَنْ سَبْعَةٍ إذَا كَانُوا يُرِيدُونَ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ تَعَالَى)

ترجمہ: یہ جاننا ضروری ہے کہ بکری کی قربانی صرف ایک آدمی کی طرف سے ہوسکتی ہے اگر چہ بہت بڑی ہو۔ اور گائے واونٹ کی قربانی سات آدمی کی طرف سے ہوسکتی ہے جبکہ ان کا مقصد قربانی کے ذریعے رضائے الٰہی ہو۔

(فتاوی عالمگیری, کتاب الاضحیہ, الباب الثامن, 5/304)

سوال: کیا بڑے جانور میں سات حصہ کا ہونا ضروری ہے اگر پانچ یا چھ لوگ مل کر یا ایک ہی شخص پورے جانور کی قربانی کرے تو کیا قربانی ہوجائے گی؟

جواب: بڑے جانور میں زیادہ سے زیادہ سات حصے ہو سکتے ہیں اور اس سے کم میں کوئی تعداد مقرر نہیں۔ لہذا سات شرکاء سے کم جتنے بھی ہوں وہ اس میں شریک ہو سکتے ہیں، کیونکہ ایسا جانور جس میں سات شرکاء کی شرعاً اجازت ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں کسی بھی شریک کا حصہ ساتویں سے کم نہ ہو۔ اگر بعض شریکوں کا حصہ ساتواں اور دوسرے بعض

کا ساتویں سے زیادہ ہےتو یہ جائز ہے، اسی طرح اگر سب شریکوں کا حصہ ساتویں سے زیادہ ہےتو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا، ہاں اگر ساتویں سے کم حصہ کسی کا ہو، افراد سات ہوں یا کم تو اس صورت میں کسی کی قربانی نہ ہوگی۔

درمختار میں ہے (**تَجِبُ شَاةٌ أَوْ سُبُعُ بَدَنَةٍ هِيَ الْإِبِلُ وَ الْبَقَرُ ، وَلَوْ لِأَحَدِهِمْ أَقَلُّ مِنْ سُبُعٍ لَمْ يُجْزِ عَنْ أَحَدٍ، وَ تُجْزِي عَمَّا دُونَ سَبْعَةٍ بِالْأَوْلَى**)

ترجمہ: ایک بکری یا بڑے جانور جیسے اونٹ اور گائے کا ساتواں حصہ واجب ہے اور اگر ان میں سے کسی ایک کا ساتویں حصے سے کم ہو تو کسی کی طرف سے قربانی جائز نہ ہوگی اور اگر شریک سات سے کم ہیں تو قربانی بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ (ملخصاً در مختار 524/9)

بہار شریعت میں ہے: " جب قربانی کے شرائط مذکورہ پائے جائیں تو بکری کا ذبح کرنا یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ واجب ہے۔ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہوسکتا بلکہ اونٹ یا گائے کے شرکا میں اگر کسی شریک کا ساتویں حصہ سے کم ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی یعنی جس کا ساتواں حصہ یا اس سے زیادہ ہے اس کی بھی قربانی نہیں ہوئی۔ گائے یا اونٹ میں ساتویں حصہ سے زیادہ کی قربانی ہوسکتی ہے۔ مثلاً گائے کو چھ یا پانچ یا چار شخصوں کی طرف سے قربانی کریں ہوسکتا ہے اور یہ ضرور نہیں کہ سب شرکا کے حصے برابر ہوں بلکہ کم و بیش بھی ہوسکتے ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ جس کا حصہ کم ہے تو ساتویں حصہ سے کم نہ ہو" (بہار شریعت، قربانی کا بیان، 3/335)

سوال: بڑے جانور میں چھ لوگ شریک ہوں اور وہ لوگ مل کر ساتواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے کریں تو کیا ایسا کر سکتے ہیں؟

جواب: ہاں ایسا کر سکتے ہیں۔

فتاویٰ فیض الرسول میں ہے: " قربانی کا ساتواں حصہ جو رسول کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے نام سے ہو اس کو سب حصے دار برابر شریک ہوکر پورا کریں یا ایک شخص پورا کرے دونوں صورتیں جائز ہیں اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں "لانہ لم یثبت فی الشرع حرمۃ او کراھۃ کذلک" (فتاویٰ فیض الرسول 2/453)

سوال: سات لوگوں نے مل کر ایک بڑا جانور قربانی کیلئے خریدا ان میں سے ایک کا انتقال ہوگیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس شخص کے ورثہ نے ان شرکاء کو اجازت دے دی کہ تم اپنی طرف سے اور اس فوت شدہ کی طرف سے قربانی کرلو اور انہوں نے قربانی کر لی تو سب کی قربانی ہوگئی اور اگر بغیر اجازت ورثہ قربانی کی تو کسی کی قربانی نہ ہوئی۔

ہدایہ میں ہے (وَإِذَا اشْتَرَى سَبْعَةٌ بَقَرَةً لِيُضَحُّوا بِهَا فَمَاتَ أَحَدُهُمَا قَبْلَ النَّحْرِ وَقَالَتْ الْوَرَثَةُ اذْبَحُوهَا عَنْهُ وَعَنْكُمْ أَجْزَأَهُمْ)

ترجمہ: اور اگر سات لوگوں نے مل کر ایک گائے قربانی کے لئے خریدی اور ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا قربانی سے پہلے اور اسکے ورثہ نے کہہ دیا کہ اس کی طرف سے اور اپنی طرف سے قربانی کرلو تو ان کے لئے قربانی کرنا جائز ہے۔ (ھدایہ، کتاب الاضحیہ، 360/2 دار احیاء التراث العربی، بیروت)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَإِذَا اشْتَرَى سَبْعَةٌ بَقَرَةً لِيُضَحُّوا بِهَا فَمَاتَ أَحَدُ السَّبْعَةِ وَقَالَتْ الْوَرَثَةُ وَهُمْ كِبَارٌ: اذْبَحُوهَا عَنْهُ وَعَنْكُمْ جَازَ اسْتِحْسَانًا، وَلَوْ ذَبَحَ الْبَاقُونَ بِغَيْرِ إِذْنِ الْوَرَثَةِ لَا يُجْزِئُهُمْ)

ترجمہ: اور اگر سات لوگوں نے مل کر ایک گائے قربانی کے لئے خریدی اور ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا اور اسکے ورثہ (جوکہ بالغ ہیں) نے کہہ دیا کہ اس کی طرف سے اور اپنی طرف سے قربانی کرلو تو استحساناً قربانی جائز ہوگی، اور اگر بغیر اجازت ورثہ ان لوگوں نے قربانی کی تو جائز نہیں۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح، 305/5)

بہارشریعت میں ہے: "سات شخصوں نے قربانی کے لئے گائے خریدی تھی ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا اس کے ورثاء نے یہ کہہ دیا کہ تم اس گائے کو اپنی طرف سے اور اس کی طرف سے قربانی کرو انہوں نے کر لی تو سب کی قربانیاں جائز ہیں اور اگر بغیر اجازت ورثہ ان شرکا نے کی تو کسی کی نہ ہوئی" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 343/3)

سوال: جانور کو خود قربانی کرنے کے لئے خریدا بعد میں اس جانور میں اور لوگوں کو شریک کرلیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وہ مالک نصاب تھا اور خود قربانی کرنے کے لئے جانور خریدا تھا پھر اس میں اور لوگوں کو شریک کرلیا تو سب کی قربانیاں تو ہو جائیں گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر خریدتے وقت اور لوگوں کو شریک کرنے کا ارادہ تھا تو مکروہ بھی نہیں۔ مگر سب سے بہتر یہ ہے کہ خریدنے سے پہلے ہی شرکت کر لی جائے۔ اور اگر فقیر نے قربانی کیلئے جانور خریدا تو

خریدنے سے ہی اس پراس جانور کی قربانی واجب ہوگئی اب وہ دوسرے کوشریک نہیں کرسکتا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَلَوْ اشْتَرَى بَقَرَةً يُرِيدُ أَنْ يُضَحِّيَ بِهَا ، ثُمَّ أَشْرَكَ فِيهَا سِتَّةً يُكْرَهُ وَيُجْزِيهِمْ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ سَبْعِ شِيَاهٍ حُكْمًا ، إلَّا أَنْ يُرِيدَ حِينَ اشْتَرَاهَا أَنْ يُشْرِكَهُمْ فِيهَا فَلَا يُكْرَهُ ، وَإِنْ فَعَلَ ذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يَشْتَرِيَهَا كَانَ أَحْسَنَ ، وَهَذَا إذَا كَانَ مُوسِرًا ، وَإِنْ كَانَ فَقِيرًا مُعْسِرًا فَقَدْ أَوْجَبَ بِالشِّرَاءِ فَلَا يَجُوزُ أَنْ يُشْرِكَ فِيهَا)

ترجمہ: اور اگر کسی نے قربانی کے لئے گائے خریدی پھر اس میں اور چھ لوگوں کو شریک کرلیا تو ایسا کرنا مکروہ ہے مگر سب کی قربانیاں جائز ہیں اس لئے کہ وہ حکماً سات بکریوں کی طرح ہے۔ اگر گائے خریدتے وقت ان لوگوں کی شرکت کی نیت کی تو مکروہ نہیں ، اور اگر یہ کام خریدنے سے پہلے کیا تو سب سے بہتر ہے ، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ غنی ہو اور اگر فقیر ہو تو خریدنے سے ہی قربانی واجب ہوگئی اب اس میں دوسرے کو شریک کرنا جائز نہیں۔

(فتاوی عالمگیری ، کتاب الذبائح ، 304/5)

بہارشریعت میں ہے: "قربانی کے لئے گائے خریدی پھر اس میں چھ شخصوں کو شریک کرلیا سب کی قربانیاں ہو جائیں گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے ہاں اگر خریدنے ہی کے وقت اس کا یہ ارادہ تھا کہ اس میں دوسروں کو شریک کروں گا تو مکروہ نہیں اور اگر خریدنے سے پہلے ہی شرکت کر لی جائے تو یہ سب سے بہتر اور اگر غیر مالک نصاب نے قربانی کے لئے گائے خریدی تو خریدنے سے ہی اس پر اس گائے کی قربانی واجب ہوگئی اب وہ دوسرے کو شریک نہیں کرسکتا"

(بہارشریعت ، قربانی کا بیان ، 351/3)

سوال: قربانی کے شرکاء میں ایک بدمذہب ہو مثلاً شیعہ ، وہابی ، دیوبندی وغیرہ تو کیا حکم ہے؟

جواب: قربانی کے شرکاء میں ایک بدمذہب ہو مثلاً شیعہ ، وہابی ، دیوبندی وغیرہ تو کسی کی قربانی نہ ہوگی۔

بہارشریعت میں ہے: "گائے کے شرکا میں سے ایک کافر ہے یا ان میں ایک شخص کا مقصود قربانی نہیں ہے بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہ ہوئی" (بہارشریعت ، قربانی کا بیان ، 343/3)

فتاوی بحرالعلوم میں ہے: " قربانی کے جانور میں دیوبندی شریک ہو تو سنی کی قربانی نہیں ہوگی ، دیوبندیوں پر

علماءعرب وعجم نے کفر کا فتویٰ دیا ہے" (فتاویٰ بحر العلوم 5/189)

سوال: قربانی کے شرکاء میں اگر کسی کی نیت قربانی کرنے کی نہ ہو بلکہ گوشت حاصل کرنے کی ہو، تو کیا کسی کی قربانی نہیں ہوگی یا صرف اسی کی نہیں ہوگی؟

جواب: قربانی کے شرکاء میں اگر کسی کی نیت گوشت حاصل کرنے کی ہے تو کسی کی قربانی نہ ہوگی۔

تنویرالابصار میں ہے (**أَوْ مُرِيدًا اللَّحْمَ لَمْ يُجْزِ عَنْ وَاحِدٍ**)

ترجمہ: یا اگر کسی کی نیت صرف گوشت حاصل کرنے کی ہے تو کسی کی قربانی نہ ہوگی۔

(درمختار علی تنویر الابصار 9/540)

بہارشریعت میں ہے: "یا ان میں ایک شخص کا مقصود قربانی نہیں ہے بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہ ہوئی" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/343)

سوال: کیا زندوں کی قربانی میں مردوں کو شریک کیا جاسکتا ہے؟

جواب: ہاں! زندوں کی قربانی میں مردوں کو شریک کیا جاسکتا ہے جبکہ اس کا ولی مردے کی طرف سے قربانی کرائے۔

فتاویٰ امجدیہ میں ہے: "ایک گائے میں زندہ اور مردہ دونوں شریک ہو سکتے ہیں جبکہ مردہ کی طرف سے اس کا ولی وغیرہ کوئی زندہ قربانی کراتا ہو۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے (**وَإِذَا اشْتَرَى سَبْعَةٌ بَقَرَةً لِيُضَحُّوا بِهَا فَمَاتَ السَّبْعَةِ وَقَالَتْ الْوَرَثَةُ اذْبَحُوهَا عَنْهُ وَعَنْكُمْ جَازَ اِسْتِحْسَاناً**)

قربانی میں شرکت کے جواز کے لئے یہ ضرور ہے وہ سب حصہ دار کی طرف سے قربت کی نیت سے ذبح ہو، کسی کا مقصود محض گوشت نہ ہو۔

اسی میں ہے (**لَا يُشَارِكُ الْمُضَحِّي فِيمَا يَحْتَمِلُ الشَّرِكَةَ مَنْ لَا يُرِيدُ الْقُرْبَةَ رَأْسًا، فَإِنْ شَارَكَ لَمْ يَجُزْ عَنْ الْأُضْحِيَةِ**)

رہا یہ کہ اس میں سے کوئی حصہ میت کی طرف سے ہوتو اس کی وجہ سے قربانی ناجائز نہ ہوگی کہ میت کی طرف سے قربت ہوسکتی ہے۔

بدائع الصنائع میں امام ملک العلماء فرماتے ہیں (لِأَنَّ الْمَوْتَ لَا يَمْنَعُ التَّقَرُّبَ عَنْ الْمَيِّتِ بِدَلِيلِ أَنَّهُ يَجُوزُ أَنْ يُتَصَدَّقَ عَنْهُ وَيُحَجُّ عَنْهُ، وَقَدْ صَحَّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - ضَحَّى بِكَبْشَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنْ نَفْسِهِ وَالْآخَرُ عَمَّنْ لَا يَذْبَحُ مِنْ أُمَّتِهِ - وَإِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ قَدْمَاتَ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ) " (فتاوی امجدیہ 3/306)

سوال: کیا قربانی کے جانور میں عقیقہ کا بھی حصہ ہوسکتا ہے؟

جواب: قربانی کے جانور میں عقیقہ کا حصہ ہوسکتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَلَوْ أَرَادُوا الْقُرْبَةَ - الْأُضْحِيَّةَ أَوْ غَيْرَهَا مِنْ الْقُرَبِ - أَجْزَأَهُمْ سَوَاءٌ كَانَتْ الْقُرْبَةُ وَاجِبَةً أَوْ تَطَوُّعًا أَوْ وَجَبَ عَلَى الْبَعْضِ دُونَ الْبَعْضِ، وَسَوَاءٌ اتَّفَقَتْ جِهَاتُ الْقُرْبَةِ أَوْ اخْتَلَفَتْ)

ترجمہ: لوگوں نے قربانی کی قربت کی نیت کی ہو یا قربانی کے علاوہ کسی اور قربت کی نیت ہو، تو یہ نیت کرنا ان کو کافی ہوجائے گا۔ چاہے وہ قربت واجبہ ہو یا نافلہ ہو یا بعض پر واجب اور بعض پر واجب نہ ہو، چاہئے قربت کی جہت ایک ہی ہو یا مختلف ہو۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح، 304/5)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے: "اور کتب فقہ میں مصرح ہے کہ گائے یا اونٹ کی قربانی میں عقیقہ کی شرکت ہوسکتی ہے۔" (فتاوی امجدیہ 3/306)

بہارِ شریعت میں ہے: "اسی طرح قربانی اور عقیقہ کی بھی شرکت ہوسکتی ہے کہ عقیقہ بھی تقرب کی ایک صورت ہے"

(بہار شریعت، قربانی کا بیان، 3/343)

گوشت کے حکم کا بیان

سوال: جانور میں حرام یا مکروہ اجزاء کون کون سے ہیں؟

جواب: فتاوی رضویہ میں ہے: " حلال جانور کے سب اجزا حلال ہیں مگر بعض کہ حرام یا ممنوع یا مکروہ ہیں

{1} رگوں کا خون {2} پِتّا {3} پُھکنا (یعنی مَثانہ) {4، 5} علاماتِ مادہ ونَر {6} بَیضے (یعنی کپورے) {7} غُدود {8} حرام مَغز {9} گردن کے دو پٹھے کہ شانوں تک کھنچے ہوتے ہیں {10} جگر (یعنی کلیجی) کا خون {11} تلی کا خون {12} گوشْت کا خون کہ بعدِ ذَبْح گوشْت میں سے نکلتا ہے {13} دل کا خون {14} پِت یعنی وہ زَرد پانی کہ پِتّے میں ہوتا ہے {15} ناک کی رَطُوبت کہ بَھیڑ میں اکثر ہوتی ہے {16} پاخانے کا مقام {17} اَوجھڑی {18} آنتیں {19} نُطْفہ {20} وہ نُطْفہ کہ خون ہو گیا {21} وہ (نُطْفہ) کہ گوشْت کا لوتھڑا ہو گیا {22} وہ کہ (نُطْفہ) پورا جانور بن گیا اور مردہ نکلا یا بے ذَبْح مر گیا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۴۰، ۲۴۱)

(خون)

ذَبْح کے وَقْت جو خون نکلتا ہے اُس کو ''دَمِ مَسْفُوح'' کہتے ہیں۔ یہ ناپاک ہوتا ہے اس کا کھانا حرام ہے۔ بعدِ ذَبْح جو خون گوشْت میں رَہ جاتا ہے مَثَلاً گردن کے کٹے ہوئے حصّے پر، دل کے اندر، کلیجی اور تلّی میں اور گوشْت کے اندر کی چھوٹی چھوٹی رگوں میں یہ اگرچِہ ناپاک نہیں مگر اس خون کا بھی کھانا ممنوع ہے۔ لِہٰذا پکانے سے پہلے صَفائی کر لیجئے۔ گوشْت میں کئی جگہ چھوٹی چھوٹی رگوں میں خون ہوتا ہے ان کی نگہداشت کافی مشکِل ہے، پکنے کے بعد وہ رگیں کالی ڈَوری کی طرح ہو جاتی ہیں۔ خاص کر بھیجے، سری پائے اور مُرغی کی ران اور پَر کے گوشْت وغیرہ میں باریک کالی ڈوریاں دیکھی جاتی ہیں کھاتے وَقْت ان کو نکال دیا کریں۔ مُرغی کا دل بھی ثابت نہ پکایئے، لمبائی میں چار چِیرے کر کے اس کا خون پہلے اچھّی طرح صاف کر لیجئے۔

(حرام مغْز)

یہ سفید ڈورے کی طرح ہوتا ہے جو کہ بھیجے سے شروع ہو کر گردن کے اندر سے گزرتا ہوا پوری ریڑھ کی ہڈی میں آخر تک جاتا ہے۔ ماہر قصّاب گردن اور رِیڑھ کی ہڈّی کے بیچ سے دو پر کالے یعنی دو ٹکڑے کر کے حرام مَغز نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ مگر بارہا بے احتیاطی کی وجہ سے تھوڑا بہُت رہ جاتا ہے اور سالن یا بریانی وغیرہ میں پک بھی جاتا ہے۔ چُنانچِہ گردن، چانپ اور کمر کا گوشْت دھوتے وَقْت حرام مغْز تلاش کر کے نکال دیا کریں۔ یہ مُرغی اور دیگر پرندوں کی گردن اور ریڑھ کی ہڈی میں بھی ہوتا ہے، پکانے سے قبل اس کو نکالنا بہُت مشکِل ہے لہٰذا کھاتے وَقْت نکال دینا چاہئے۔

(پٹھے)

گردن کی مضبوطی کیلئے اِس کی دونوں طرف پیلے رنگ کے دو لمبے لمبے پٹّھے کندھوں تک کِھچے ہوئے ہوتے ہیں ۔ان پٹّھوں کا کھانا ممنوع ہے۔گائے اور بکری کے تو آسانی سے نظر آجاتے ہیں مگر مُرغی اور پرندوں کی گردن کے پٹّھے بآسانی نظر نہیں آتے ،کھاتے وَقت ڈھونڈ کر یا کسی جاننے والے سے پوچھ کر نکال دیجئے۔

(غُدُود)

گردن پر، حَلق میں اور بعض جگہ چربی وغیرہ میں چھوٹی بڑی کہیں سُرخ اور کہیں مَٹیالے رنگ کی گول گول گانٹھیں ہوتی ہیں ان کو عَرَبی میں غُدَّہ اور اُردو میں غُدُود کہتے ہیں ۔ یہ بھی مت کھایئے ، پکانے سے پہلے ڈھونڈ کر نکال دیجئے۔ اگر پکے ہوئے گوشْت میں بھی نظر آجائے تو نکال دیجئے۔

(کپورا)

کپُورے کو خُصیَہ، فَوطہ یا بَیْضَہ بھی کہتے ہیں ان کا کھانا مکروہ تحریمی ہے ۔ یہ بیل، بکرے وغیرہ (نَر یعنی مُذَکَّر) میں نُمایاں ہوتے ہیں ۔مُرغے (نَر) کا پیٹ کھول کر آنتیں ہٹائیں گے تو پیٹھ کی اندرونی سطح پر انڈے کی طرح سفید دو چھوٹے چھوٹے بیج نُما نظر آئیں گے یہی کپُورے ہیں ۔ان کو نکال دیجئے۔

افسوس! مسلمانوں کی بعض ہوٹلوں میں دل، کلیجی کے علاوہ بیل، بکرے کے کپُورے بھی توے پر بھون کر پیش کئے جاتے ہیں غالِباً ہوٹل کی زَبان میں اس ڈِش کو ''کٹا کَٹ'' کہا جاتا ہے۔(شاید اس کو ''کٹا کٹ'' اِس لئے کہتے ہیں کہ گاہک کے سامنے ہی دِل یا کپُورے وغیرہ ڈال کر تیز آواز سے توے پر کاٹتے اور بُھونتے ہیں اِس سے ''کٹا کٹ'' کی آواز گونجتی ہے)

(اَوجھڑی)

اَوجھڑی کے اندر غَلا ظت بھری ہوتی ہے اِس کا کھانا مکروہِ تحریمی ہے مگر مسلمانوں کی ایک تعداد ہے جو آج کل اِس کو شوق سے کھاتی ہے۔ (ملخصاً ابلق گھوڑ سوار ص 37-41)

سوال: کیا مشترکہ قربانی کا گوشت اندازے سے تقسیم کرنا جائز ہے؟

جواب: مشترکہ قربانی کا گوشت اندازے سے تقسیم کرنا جائز نہیں۔

بہارشریعت میں ہے: "شرکت میں گائے کی قربانی ہوئی تو ضرور ہے کہ گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے اندازہ سے تقسیم نہ ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی کو زائد یا کم ملے اور یہ ناجائز ہے یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ کم وبیش ہوگا تو ہر ایک اس کو دوسرے کے لئے جائز کردے گا کہہ دے گا کہ اگر کسی کو زائد پہنچ گیا ہے تو معاف کیا کہ یہاں عدم جواز حق شرع ہے اوران کو اس کے معاف کرنے کا حق نہیں " (بہارشریعت،قربانی کا بیان،3/335)

ھاں اس کو اندازے سے تقسیم کرنے کے دو حیلے ھیں:

{۱} ذَبح کے بعد اِس گائے کا سارا گوشت ایک ایسے بالِغ مسلمان کو ہِبہ (یعنی تحفۃً مالِک) کر دیں جو ان کی قربانی میں شریک نہ ہو اور اب وہ اندازے سے سب میں تقسیم کرسکتا ہے

{۲} دوسرا حِیلہ اس سے بھی آسان ہے جیسا کہ فُقَہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں : گوشُت تقسیم کرتے وَقت اس میں کوئی دوسری جِنس (مَثَلاً کلیجی مغز وغیرہ) شامل کی جائے تو بھی اندازے سے تقسیم کرسکتے ہیں۔

درمختار میں ہے (وَيُقْسَمُ اللَّحْمُ وَزْنًا لَا جُزَافًا إلَّا إذَا ضَمَّ مَعَهُ الْأَكَارِعَ أَوْ الْجِلْدَ)

ترجمہ: اور گوشت کو وزن کر کے ہی تقسیم کیا جائے اندازے سے تقسیم نہ کیا جائے ہاں مگر جبکہ اس کے ساتھ پائے یا جلد ملا دیا جائے۔ (دُرِّمُختار ج ۹ ص ۵۲۷)

اگر کئی چیزیں ڈالی ہیں تو ہر ایک میں سے ٹکڑا ٹکڑا دینا لازمی نہیں۔ گوشُت کے ساتھ صِرف ایک چیز دینا بھی کافی ہے۔ مَثَلاً تلّی،کلیجی،سری پائے ڈالے ہیں تو گوشُت کے ساتھ کسی کو تلّی دیدی، کسی کو کلیجی کا ٹکڑا، کسی کو پایہ، کسی کو سری۔ اگر ساری چیزوں میں سے ٹکڑا ٹکڑا دینا چاہیں تب بھی حَرَج نہیں۔

سوال: قربانی کا گوشت کون کون کھا سکتا ہے؟

جواب: قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسرے کو بھی دے سکتا ہے خواہ وہ غنی ہو یا فقیر۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ أُضْحِيَّتِهِ وَيُطْعِمَ مِنْهَا غَيْرَهُ)

ترجمہ: اور مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے قربانی سے کھائے اور دوسرے کو کھلائے۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح، 300/5)

بہارشریعت میں ہے: "قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسرے شخص غنی یا فقیر کو دے سکتا ہے کھلا سکتا ہے بلکہ اس میں سے کچھ کھالینا قربانی کرنے والے کے لئے مستحب ہے۔" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 345/3)

سوال: قربانی کے گوشت کا کتنا حصہ بنانا چاہئے اگر کوئی پورا گوشت صدقہ کر دے یا پورا گوشت رکھ لے تو کیا حکم ہے؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کئے جائیں ایک حصہ فقراء ومساکین کے لئے اور ایک حصہ دوست واحباب اور رشتہ داروں کے لئے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے اور اگر پورا گوشت صدقہ کر دیا یا پورا گوشت رکھ لیا تو بھی جائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَالْأَفْضَلُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِالثُّلُثِ وَيَتَّخِذَ الثُّلُثَ ضِيَافَةً لِأَقَارِبِهِ وَأَصْدِقَائِهِ، وَيَدَّخِرَ الثُّلُثَ..............وَلَوْ تَصَدَّقَ بِالْكُلِّ جَازَ، وَلَوْ حَبَسَ الْكُلَّ لِنَفْسِهِ جَازَ)

ترجمہ: بہتر یہ کہ ثلث صدقہ کرے اور ثلث سے دوست واقارب کی ضیافت کرے اور ثلث اپنے لئے رکھے.......اور اگر کل صدقہ کر دیا جائز ہے اگر کل اپنے لئے رکھ لیا تو بھی جائز۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح، 300/5)

فتاوی رضویہ میں ہے: "تین حصے کرنا صرف استحبابی امر ہے کچھ ضروری نہیں، چاہے تو سب اپنے صرف میں لے یا سب عزیزوں قریبوں کو دے دے یا سب مساکین کو بانٹ دے" (فتاوی رضویہ 253/20)

بہارشریعت میں ہے: "بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے ایک حصہ فقرا کے لئے اور ایک حصہ دوست و احباب کے لئے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے ایک تہائی سے کم صدقہ نہ کرے۔ اور کل کو صدقہ کر دینا بھی جائز ہے اور کل گھر ہی رکھ لے یہ بھی جائز ہے" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 343/3)

سوال: منت کی قربانی ہو تو اس کے گوشت کا کیا حکم ہے؟

جواب: منت کی قربانی ہو تو اس کا گوشت صدقہ کرنا واجب ہے، نہ خود کھا سکتا ہے اور نہ ہی غنی کو کھلا سکتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (إِنْ وَجَبَتْ بِالنَّذْرِ فَلَيْسَ لِصَاحِبِهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا شَيْئًا، وَلَا أَنْ يُطْعِمَ غَيْرَهُ مِنْ الْأَغْنِيَاءِ سَوَاءٌ كَانَ النَّاذِرُ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا)

ترجمہ: اگرقربانی نذر سے واجب ہوئی تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے اور نہ ہی اغنیاء کو کھلا سکتا ہے خواہ ناذرغنی ہو یا فقیر۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح، 300/5)

بہارشریعت میں ہے: " قربانی اگرمنت کی ہےتو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے نہ اغنیا کو کھلا سکتا ہے بلکہ اس کو صدقہ کردیناواجب ہے وہ منت ماننے والافقیرہو یاغنی دونوں کاایک ہی حکم ہے کہ خودنہیں کھا سکتا ہے نہ غنی کوکھلاسکتا ہے "
(بہارشریعت،قربانی کا بیان،3/ 345)

سوال: میت کی طرف سے قربانی کی گئ تو گوشت کا کیاحکم ہے؟

جواب: میت کی طرف سے قربانی کی گئ تو اپنی قربانی کی طرح اس کے گوشت کا بھی تین حصہ کرنا مستحب ہے، ایک حصہ فقراء ومساکین کے لئے اور ایک حصہ دوست واحباب اور رشتہ داروں کے لئے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے اوراگر پورا گوشت صدقہ کردیا یا پورا گوشت رکھ لیا تو بھی جائز ہے۔

ہاں اگرمیت نے انتقال سے پہلے وصیت کی تھی تو اس میں سے کچھ نہ کھائے بلکہ پورا گوشت صدقہ کردے۔

ردالمحتار میں ہے (مَنْ ضَحَّى عَنْ الْمَيِّتِ يَصْنَعُ كَمَا يَصْنَعُ فِي أُضْحِيَةِ نَفْسِهِ مِنْ التَّصَدُّقِ وَالْأَكْلِ وَالْأَجْرُ لِلْمَيِّتِ وَالْمِلْكُ لِلذَّابِحِ. قَالَ الصَّدْرُ: وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ إنْ بِأَمْرِ الْمَيِّتِ لَا يَأْكُلُ مِنْهَا وَإِلَّا يَأْكُلُ)

ترجمہ: جس نے میت کی طرف سےقربانی کی توصدقہ کرنے اورکھانے میں اپنی ذاتی قربانی والا معاملہ کیا جائے۔ اجروثواب میت کے لئے ہوگا اورملکیت ذبح کرنے والے کی ہوگی،صدرالشریعہ نے فرمایا مختار یہ ہے کہ اگر میت کی وصیت پرقربانی کی توخودنہ کھائے،ورنہ کھا سکتا ہے۔ (ردالمحتار مع درمختار، کتاب الذبائح 540/9)

فتاوی رضویہ میں ہے: " اس کے (یعنی میت کی طرف سے قربانی) بھی یہی حکم ہیں جواپنی قربانی کے، کہ کھانے،کھلانے،تصدق،سب کا اختیار ہے اورمستحب تین حصے ہیں، ایک اپنا، ایک اقارب، ایک مساکین کا، ہاں مگر میت کی طرف سے بحکم میت کرے۔تو وہ سب تصدق کی جائے" (فتاوی رضویہ 20/ 455)

بہارِشریعت میں ہے: " میت کی طرف سے قربانی کی تو اس کے گوشت کا بھی وہی حکم ہے کہ خود کھائے دوست احباب کو دے فقیروں کو دے یہ ضرور نہیں کہ سارا گوشت فقیروں ہی کو دے کیوں کہ گوشت اس کی ملک ہے یہ سب کچھ کرسکتا ہے اور اگر میت نے کہہ دیا ہے کہ میری طرف سے قربانی کر دینا تو اس میں سے نہ کھائے بلکہ کل گوشت صدقہ کر دے"

(بہارشریعت، قربانی کا بیان، 345/3)

سوال: غوث پاک کے نام قربانی کی منت مانا تو اس کا گوشت خود کھا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اس منت سے یہ مراد ہے کہ قربانی اللہ کے لئے کرے گا اور اس کا ثواب غوث پاک کو پہنچائے گا تو یہ منت شرعی ہے اور اس کا گوشت نہ تو خود کھا سکتا اور نہ ہی اغنیاء کو دے سکتا ہے، بلکہ فقراء کو صدقہ کرنا واجب ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے "چہل تن چالیس شہداء ہیں، اگر منت سے یہ مراد تھی کہ گائے مولیٰ عزوجل کے لئے ذبح کر کے اس کا ثواب ان شہیدوں کو پہنچایا جائے تو وہ نذر واجب ہوگئی" (فتاوی رضویہ 13/ 584)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (إنْ وَجَبَتْ بِالنَّذْرِ فَلَيْسَ لِصَاحِبِهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا شَيْئًا، وَلَا أَنْ يُطْعِمَ غَيْرَهُ مِنْ الْأَغْنِيَاءِ سَوَاءٌ كَانَ النَّاذِرُ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا)

ترجمہ: اگر قربانی نذر سے واجب ہوئی تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے اور نہ ہی اغنیاء کو کھلا سکتا ہے خواہ ناذر غنی ہو یا فقیر۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح، 300/5)

بہارشریعت میں ہے: " قربانی اگر منت کی ہے تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے نہ اغنیا کو کھلا سکتا ہے بلکہ اس کو صدقہ کر دینا واجب ہے وہ منت ماننے والا فقیر ہو یا غنی دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ خود نہیں کھا سکتا ہے نہ غنی کو کھلا سکتا ہے"

(بہارشریعت، قربانی کا بیان، 345/3)

شامی میں ہے (مَنْ ضَحَّى عَنْ الْمَيِّتِ يَصْنَعُ كَمَا يَصْنَعُ فِي أُضْحِيَةِ نَفْسِهِ)

ترجمہ: جس نے میت کی طرف سے قربانی کی تو وہی معاملہ کرے جو اپنی قربانی میں معاملہ کرتا ہے

(فتاوی بحر العلوم 5/ 186)

سوال: کیا قربانی کا گوشت غیر مسلم یا مرتد کو دے سکتے ہیں؟

جواب: قربانی کا گوشت غیر مسلم یا مرتد کو دینا جائز نہیں۔

درمختار میں ہے (وَأَمَّا الْحَرْبِيُّ وَلَوْ مُسْتَأْمَنًا فَجَمِيعُ الصَّدَقَاتِ لَا تَجُوزُ لَهُ اتِّفَاقًا)

ترجمہ: حربی اگر مستامن بھی ہو تو اس کو کوئی بھی صدقہ دینا بالاتفاق ناجائز ہے۔

(درمختار، کتاب الزکوۃ 141/1)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "یہاں کے کافروں کو گوشت دینا جائز نہیں وہ خاص مسلمانوں کا حق ہے"

(فتاوی رضویہ 20/457)

بہار شریعت میں ہے: "قربانی کا گوشت کافر کو نہ دے کہ یہاں کے کفار حربی ہیں"

(بہار شریعت، قربانی کا بیان، 3/345)

اگر قربانی کا گوشت غیر مسلم یا مرتد کو دے دیا، اگر وہ غنی ہے تو اس کی قربانی تو ہو جائے گی لیکن اس نے ان کو گوشت دے کر ناجائز فعل کا ارتکاب کیا۔ اور اگر وہ قربانی کرنے والا فقیر ہے تو اتنے گوشت کا تاوان دینا اس پر لازم و ضروری ہوگا۔

فتاوی رضویہ میں ہے: " قربانی اگر فقیر نے کی ہو اس کا گوشت کسی کافر کو دینا جائز نہیں، اگر دے گا تو اتنے گوشت کا تاوان دینا لازم ہوگا اور اگر غنی نے کی تو ذبح کرنے سے اس کا واجب ادا ہو گیا، گوشت کا اسے اختیار ہے مگر مستحب یہ ہے کہ اگر اس کے تین حصے کرلے، ایک حصہ اپنے لئے، ایک عزیزوں خویشوں کے لئے، ایک تصدق کے لئے، یہاں کے کفار کو دینا ان تینوں مدوں سے خارج ہے۔ لہذا انھیں دینا خلاف مستحب ہے۔ اور اپنے مسلمان بھائی کو چھوڑ کر کافر کو دینا حماقت ہے" (فتاوی رضویہ 20/456)

اسی میں مزید ہے: "یہاں کے کافروں کو گوشت دینا جائز نہیں وہ خاص مسلمانوں کا حق ہے۔" وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِينَ وَ الطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبٰتِ"

ترجمہ: طیب چیزیں طیب لوگوں کے لئے اور طیب لوگ طیب چیزوں کے لئے۔ پھر بھی اگر کوئی اپنی جہالت سے دے گا قربانی میں کوئی حرج نہ کرے گا۔" (فتاوی رضویہ 20/457)

سوال: جانور کی اوجھڑی کافرکودے سکتے ہیں؟

جواب: جانور کی اوجھڑی کافرکودے سکتے ہیں۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "آنت کھانے کی چیز نہیں، پھینک دینے کی چیز ہے۔ وہ اگر کافر لے جائے یا کافر کو دی جائے تو حرج نہیں۔ "اَلْخَبِيثٰتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثٰتِ"

ترجمہ: خبیث چیزیں خبیث لوگوں کے لئے اور خبیث لوگ خبیث چیزوں کے لئے" (فتاوی رضویہ 20/457)

فتاوی فیض الرسول میں ہے: "لہٰذا قربانی کے جانور کی اوجھڑی اور آنتیں دفن کردی جائیں۔ البتہ اگر بھنگی کھانا چاہے تو اسے منع نہ کریں" (فتاوی فیض الرسول 2/470)

سوال: کیا قربانی کا گوشت، چربی، سری، پائے، اون یا ہڈی بیچ سکتے ہیں؟

جواب: قربانی کا گوشت، چربی، سری، پائے، اون یا ہڈی کو ایسی چیز کے عوض نہیں بیچ سکتے جن کو ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جاتا ہے روٹی، روپیہ پیسہ وغیرہ۔ اگر ایسی چیز کی عوض بیچا تو اس کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَاللَّحْمُ بِمَنْزِلَةِ الْجِلْدِ فِي الصَّحِيحِ حَتَّى لَا يَبِيعَهُ بِمَا لَا يُنْتَفَعُ بِهِ إِلَّا بَعْدَ الِاسْتِهْلَاكِ)

ترجمہ: اور گوشت صحیح قول کے مطابق جلد کے منزل میں ہے کہ اس کو ایسی چیز کے عوض بیع نہیں کرسکتے جس کو ہلاک کرنے کے بعد نفع حاصل کیا جاتا ہو۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح، 301/5)

اسی میں مزید ہے (وَلَا يَحِلُّ بَيْعُ شَحْمِهَا وَأَطْرَافِهَا وَرَأْسِهَا وَصُوفِهَا وَوَبَرِهَا وَشَعْرِهَا وَلَبَنِهَا الَّذِي يَحْلُبُهُ مِنْهَا بَعْدَ ذَبْحِهَا بِشَيْءٍ، لَا يُمْكِنُ الِانْتِفَاعُ بِهِ إِلَّا بِاسْتِهْلَاكِ عَيْنِهِ مِنْ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ وَالْمَأْكُولَاتِ وَالْمَشْرُوبَاتِ)

ترجمہ: قربانی کے جانور کی چربی اور اس کے پائے، سری، اون، دبر، بال اور وہ دودھ جو جانور ذبح کے بعد دوہا گیا ہو (ان سب کو) ایسی چیز کے عوض بیع کرنا جائز نہیں جس سے انتفاع بغیر استہلاک عین ممکن نہ ہو جیسے درہم ودنانیر اور ماکولات ومشروبات۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح، 301/5)

بہارشریعت میں ہے:"گوشت کا بھی وہی حکم ہے جو چمڑے کا ہے کہ اس کو اگر ایسی چیز کے بدلے میں بیچا جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جائے تو صدقہ کر دے۔قربانی کی چربی اوراس کی سری، پائے اوراون اور دودھ جو ذبح کے بعد دوہا ہے ان سب کا وہی حکم ہے کہ اگر ایسی چیز اس کے عوض میں لی جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کرے گا تو اس کو صدقہ کردے۔" (بہارشریعت،قربانی کا بیان،346/3)

سوال: قربانی کا گوشت کب تک استعمال کر سکتے ہیں؟

جواب: قربانی کا گوشت جتنے دن تک چاہیں استعمال کر سکتے ہیں اس میں دن کی کوئی قیدنہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَلَهُ أَنْ يَدَّخِرَ الْكُلَّ لِنَفْسِهِ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِلَّا أَنَّ إِطْعَامَهَا وَالتَّصَدُّقَ بِهَا أَفْضَلُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الرَّجُلُ ذَا عِيَالٍ وَغَيْرَ مُوَسَّعِ الْحَالِ فَإِنَّ الْأَفْضَلَ لَهُ حِينَئِذٍ أَنْ يَدَعَهُ لِعِيَالِهِ وَيُوَسِّعَ عَلَيْهِمْ بِهِ، كَذَا فِي الْبَدَائِعِ)

ترجمہ: قربانی کرنے والے کے لئے جائز ہے کہ کل گوشت اپنے لئے تین دن سے زیادہ کے لئے ذخیرہ کر لے،مگر دوسروں کو کھلانا اورصدقہ کرنا افضل ہے، ہاں اگر وہ شخص زیادہ اہل وعیال والا اور تنگ دست ہے تو اس کے لئے اس وقت افضل یہ ہے کہ اپنے عیال کے لئے رکھ لے اوران کی اس گوشت کے ذریعے کفالت کرے، بدائع میں اسی طرح ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح،300/5)

بہارشریعت میں ہے:" تین دن سے زائد اپنے اور گھر والوں کے کھانے کے لئے رکھ لینا بھی جائز ہے اور بعض حدیثوں میں جو اس کی ممانعت آئی ہے وہ منسوخ ہے اگر اس شخص کے اہل وعیال بہت ہوں اور صاحب وسعت نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت اپنے بال بچوں ہی کے لئے رکھ چھوڑے۔" (بہارشریعت،قربانی کا بیان،345/3)

کھال کے حکم کا بیان

سوال: چرم قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: چرم قربانی کو صدقہ کر دے اور اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں بھی استعمال کرسکتا ہے جیسے

جانماز، مشکیزہ، تھیلا، دسترخوان وغیرہ بنا کر استعمال کرسکتا ہے۔لیکن جن چیزوں کو چرم قربانی سے بنایا ہے ان کو اجرت پر نہیں دے سکتا اگر اجرت پر دیا تو اس اجرت کو صدقہ کردے۔اور چرم قربانی کو ایسے چیزوں سے بدل سکتا ہے جس کو باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھایا جائے جیسے کتاب سے بدل سکتا ہے کہ کتاب کو باقی رکھتے ہوئے نفع اٹھایا جاتا ہے۔

مگر ایسی چیزوں سے بدل نہیں سکتا جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جاتا ہو جیسے روٹی، روپیہ، پیسہ وغیرہ کہ ان کو ہلاک کر کے ہی نفع حاصل کیا جاتا ہے، اگر ایسی چیزوں سے چرم قربانی کو بدلا تو ان چیزوں کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔

تنویرالابصار میں ہے (**وَيَتَصَدَّقُ بِجِلْدِهَا أَوْ يَعْمَلُ مِنْهُ نَحْوَ غِرْبَالٍ وَجِرَابٍ أَوْ يُبَدِّلُهُ بِمَا يَنْتَفِعُ بِهِ بَاقِيًا لَا بِمُسْتَهْلَكٍ كَخَلٍّ وَلَحْمٍ وَنَحْوِهِ فَإِنْ بِيعَ اللَّحْمُ أَوْ الْجِلْدُ بِهِ أَوْ بِدَرَاهِمَ تَصَدَّقَ بِثَمَنِهِ**)

ترجمہ: چرم قربانی کو صدقہ کردے یا اپنے کام میں استعمال کرے جیسے چھلنی اور تھیلا بنالے یا ان چیزوں سے بدل دے جس کو باقی رکھتے ہوئے انتفاع حاصل کیا جاتا ہو، اس چیز سے بدل نہیں سکتا جس کو ہلاک کر کے انتفاع حاصل کیا جاتا ہو جیسے سرکہ، گوشت وغیرہ۔ اگر گوشت یا چمڑے کو اس کے ذریعہ بیچا یا درہم کے ذریعہ بیچا تو اس کا ثمن صدقہ کرے۔ (تنویر الابصار مع در مختار 543/9)

بہارشریعت میں ہے: "قربانی کا چمڑا اور اس کی جھول اور رسّی اور اس کے گلے میں ہار ڈالا ہے وہ ہار ان سب چیزوں کو صدقہ کردے۔قربانی کے چمڑے کو خود بھی اپنے کام میں لاسکتا ہے یعنی اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی کام میں لاسکتا ہے مثلاً اس کی جانماز بنائے، چلنی، تھیلی، مشکیزہ، دسترخوان، ڈول وغیرہ بنائے یا کتابوں کی جلدوں میں لگائے یہ سب کرسکتا ہے۔ چمڑے کا ڈول بنایا تو اسے اپنے کام میں لائے اُجرت پر نہ دے اور اگر اُجرت پر دے دیا تو اس اُجرت کو صدقہ کرے۔

قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں سے بدل سکتا ہے جس کو باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھایا جائے جیسے کتاب، ایسی چیز سے بدل نہیں سکتا جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جاتا ہو جیسے روٹی، گوشت، سرکہ، روپیہ، پیسہ اور اگر اس نے ان چیزوں کو چمڑے کے عوض میں حاصل کیا تو ان چیزوں کو صدقہ کردے" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/346)

سوال: کیا چرم قربانی قصائی کو اجرت کے طور پر دے سکتے ہیں؟

جواب: قصاب کو اجرت کے طور پر قربانی کے جانور کی کوئی چیز نہیں دے سکتے خواہ وہ چمڑا ہو یا گوشت ہو یا کوئی اور چیز۔

درمختار میں ہے (**وَلَا یُعْطَی أَجْرُ الْجَزَّارِ مِنْهَا لِأَنَّهُ کَبَیْعٍ**)

ترجمہ: قربانی سے ذبح کرنے والے کو بطور اجرت کوئی چیز نہیں دے سکتے، کیونکہ یہ بھی بیع ہی کی طرح ہے۔ (درمختار 543/9)

ہدایہ میں ہے (**وَلَا یُعْطِي أُجْرَةَ الْجَزَّارِ مِنْ الْأُضْحِيَةِ**)

ترجمہ: بطور اجرت ذبح کرنے والے کو قربانی کی کوئی چیز نہیں دے سکتے۔

(فتح القدیر، کتاب الاضحیہ 532/9)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "قصاب کا قربانی میں کوئی حصہ نہیں، دینے کا اختیار ہے مگر قصاب کی اگر یہ اجرت قرار پائی تو حرام ہے" (فتاوی رضویہ 20/449)

بہارشریعت میں ہے: "قربانی کا چمڑا یا گوشت یا اس میں کی کوئی چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں نہیں دے سکتا کہ اس کو اجرت میں دینا بھی بیچنے ہی کے معنیٰ میں ہے" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/346)

سوال: کیا قربانی کا چمڑا مؤذن یا امام کو دے سکتے ہیں؟

جواب: قربانی کا چمڑا مؤذن یا امام کو دے سکتے ہیں، لیکن اجرت اور تنخواہ کے طور پر نہیں دے سکتے۔ ہاں اگر چمڑا متولی مسجد کو مسجد کے لئے دیا جائے اور متولی مسجد اس سے امام ومؤذن کو بطور تنخواہ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "قربانی کی کھال امام مسجد کو دینا جائز ہے اگر وہ فقیر ہو، اور بطور صدقہ دیں، یا غنی ہو اور بطور ہدیہ دیں، لیکن اگر اس کی اُجرت اور تنخواہ میں دیں تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر وہ اپنا نوکر ہے تو اس کی تنخواہ میں دینا جائز نہیں۔ اور اگر وہ مسجد کا نوکر ہے اور کھال مہتمم مسجد کو مسجد کے لئے دے دی اس نے مسجد کی طرف سے امام کی تنخواہ میں دے دی تو اس میں کچھ حرج نہیں" (فتاوی رضویہ 20/480)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے: "چرم قربانی خود بھی استعمال میں لا سکتے ہیں اور دوسرے کو بھی دے سکتے ہیں، اگر امام کو

دیا جب بھی حرج نہیں بشرطیکہ یہ دینا اجرت امامت میں نہ ہو، بلکہ بغرض اعانت ہو" (فتاوی امجدیہ 3/312)

سوال: کیا چرم قربانی یا چرم قربانی کا پیسہ مسجد و مدرسہ میں دے سکتے ہیں؟

جواب: چرم قربانی مسجد و مدرسہ میں دے سکتے ہیں، مگر چرم قربانی کا پیسہ اسی وقت مسجد و مدرسہ میں دے سکتے ہیں جبکہ مسجد و مدرسہ میں ہی دینے کے لئے چرم قربانی فروخت کر کے پیسہ حاصل کیا گیا ہو۔

اور اگر اپنے مصرف میں خرچ کرنے کے لئے چرم قربانی کو فروخت کیا گیا تو اس پیسے کو مسجد و مدرسے میں نہیں دے سکتے بلکہ اس پیسے کا فقیروں پر صدقہ کرنا واجب ہے، پھر اگر وہ فقیر وہ پیسہ مسجد و مدرسہ میں دے تو کوئی حرج نہیں۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: " یونہی ہر قربت کے کام میں صرف کر سکتے ہیں جیسے مدرسہ دینیہ کی اعانت۔ **لا طلاق عموم قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وائتجروا)**

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کہ **"ثواب کماؤ"** کے اطلاق کی بناء پر۔

امام زیلعی سے گزرا: **(لانہ قربۃ کالتصدق)** ترجمہ: کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔"

اس کارقربت مثل مسجد یا مدرسہ دینیہ یا تعلیم یتیماں میں صرف کرنے کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ خود اس نیت سے بیچ کر اس کار خیر میں صرف کرنے والوں کو دے دیں۔" (فتاوی رضویہ 20/495)

ایک اور جگہ پر **فتاوی رضویہ** میں ہے: " اگر کھالیں صرف مسجد کے لئے پہلے سے دے دی جائیں یا ان کا داموں کے عوض بیچنا اپنے صرف میں لانے کے لئے نہ ہو بلکہ امور قربت وثواب کی غرض سے ہوں تو ان داموں کا مسجد کے صرف کے لئے دے دینا، یہ دونوں صورتیں جائز ہیں، اور اگر کھالیں اپنے صرف میں لانے کے لئے داموں کو بیچ ڈالیں تو یہ دام مسجد میں صرف نہیں ہو سکتے بلکہ مساکین کو دے دئے جائیں، جس مسکین کو دے وہ اپنی طرف سے مسجد میں لگا دے تو مضائقہ نہیں" (فتاوی رضویہ 20/472)

بہار شریعت میں ہے: " اگر قربانی کی کھال کو روپے کے عوض میں بیچا مگر اس لئے نہیں کہ اس کو اپنی ذات پر یا بال بچوں پر صرف کرے گا بلکہ اس لئے کہ اسے صدقہ کر دے گا تو جائز ہے۔ جیسا کہ آج کل اکثر لوگ کھال مدارس دینیہ میں دیا کرتے ہیں اور بعض مرتبہ وہاں کھال بھیجنے میں دقت ہوتی ہے اسے بیچ کر روپیہ بھیج دیتے ہیں یا کئی شخصوں کو

دینا ہوتا ہے اسے بیچ کر دام ان فقرا پر تقسیم کر دیتے ہیں یہ بیع جائز ہے اس میں حرج نہیں اور حدیث میں جو اس کے بیچنے کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد اپنے لئے بیچنا ہے۔" (بہار شریعت، قربانی کا بیان، 3/346)

سوال: چرم قربانی کی رقم سے کھانا پکوا کر غریب کو کھلانا کیسا ہے؟

جواب: چرم قربانی کی رقم سے کھانا پکا کر غریب و مسکین کو کھلانا جائز و مستحسن ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے اسی کے متعلق سوال کے جواب میں اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا: " آپ نے بہت اچھا کیا کہ مساکین کو کھانا کھلا دیا، یہ بہت بڑے ثواب کی بات ہے " (فتاوی رضویہ 20/504)

سوال: کیا چرم قربانی کی رقم سے دینی کتاب خرید کر مسجد و مدرسہ میں دے سکتے ہیں؟

جواب: چرم قربانی کی رقم سے دینی کتاب خرید کر مسجد و مدرسہ میں دے سکتے ہیں۔

اسی طرح کے سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: " جائز ہے جبکہ وہ دینی کتابیں ہوں "

(فتاوی رضویہ 20/503)

سوال: کیا چرم قربانی قبرستان کی مرمت میں لگا سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! چرم قربانی قبرستان کی مرمت میں لگا سکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا کہ چرم قربانی۔۔۔۔ برائے درستگی قبرستان کے دینا جائز ہے یا نہیں؟

تو جواباً ارشاد فرمایا: " چرم قربانی کے باب میں ابھی بیان ہوا کہ ہر قربت روا ہے (یعنی جائز ہے) "

(فتاوی رضویہ 20/471)

جانور سے انتفاع کا بیان

سوال: کیا قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے اس سے انتفاع جائز ہے جیسے دودھ دوہنا، سواری کرنا وغیرہ؟

جواب: جانور ذبح کرنے سے پہلے انتفاع مکروہ و ممنوع ہے، ممنوع ہونے کے باوجود اگر اس کا دودھ دوہ لیا یا اون کاٹ لیا تو اس کو صدقہ کر دے اور اگر اجرت پر جانور دیا تو اجرت صدقہ کر دے اور اگر خود اس پر سوار ہوا یا کوئی چیز

اس پرلادی تواس کی وجہ سے جانور میں جو کچھ کمی آئی اتنی مقدار میں صدقہ کرے۔

درمختار میں ہے (وَكُرِهَ جَزُّ صُوفِهَا قَبْلَ الذَّبْحِ لِيَنْتَفِعَ بِهِ، فَإِنْ جَزَّهُ تَصَدَّقَ بِهِ، وَلَا يَرْكَبُهَا وَلَا يَحْمِلُ عَلَيْهَا شَيْئًا وَلَا يُؤَجِّرُهَا فَإِنْ فَعَلَ تَصَدَّقَ بِالْأُجْرَةِ.......وَيُكْرَهُ الِانْتِفَاعُ بِلَبَنِهَا قَبْلَهُ)

ترجمہ: ذبح کرنے سے پہلے فائدہ حاصل کرنے کے لئے جانور کا اون کاٹنا مکروہ ہے اگر کاٹ لیا تو اسے صدقہ کرے اور اس پرسوار نہ ہو اور نہ ہی اس پر کچھ لادے اور نہ ہی اس کو اجرت پر دے، اگر اجرت پر دیا تو اجرت صدقہ کردے۔۔۔۔۔۔اور ذبح سے پہلے دودھ سے انتفاع مکروہ ہے۔ (درمختار 544/9)

اسی کے تحت **ردالمحتار** میں ہے (إِذَا رَكِبَهَا أَوْ حَمَلَ عَلَيْهَا تَصَدَّقَ بِمَا نَقَصَتْهُ)

ترجمہ: اگر اس پرسوار ہوا یا اس پر کچھ لادا تو اس کی وجہ سے جو کمی آئی اتنا صدقہ کرے۔(ردالمحتار 544/9)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَلَوْ حَلَبَ اللَّبَنَ مِنَ الْأُضْحِيَةِ قَبْلَ الذَّبْحِ أَوْ جَزَّ صُوفَهَا يَتَصَدَّقُ بِهِ، وَلَا يَنْتَفِعُ بِهِ)

ترجمہ: اور اگر قربانی سے پہلے دودھ دوہا یا اون کاٹا تو اسے صدقہ کردے، اس سے فائدہ حاصل نہ کرے۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح، 301/5)

بہارشریعت میں ہے: " ذبح سے پہلے قربانی کے جانور کے بال اپنے کسی کام کے لیے کاٹ لینا یا اس کا دودھ دوہنا مکروہ وممنوع ہے اور قربانی کے جانور پرسوار ہونا یا اس پر کوئی چیز لادنا یا اس کو اُجرت پر دینا غرض اس سے منافع حاصل کرنا منع ہے اگر اس نے اون کاٹ لی یا دودھ دوہ لیا تو اسے صدقہ کردے اور اُجرت پر جانور کو دیا ہے تو اُجرت کو صدقہ کرے اور اگر خود سوار ہوا یا اس پر کوئی چیز لادی تو اس کی وجہ سے جانور میں جو کچھ کمی آئی اتنی مقدار میں صدقہ کرے" (بہارشریعت، قربانی کا بیان، 3/ 347)

سوال: اگر جانور کو اتنا دودھ ہو کہ ٹپک رہا ہو تو کیا کرے ؟

جواب: ایسے صورت میں اس کے تھن پر ٹھنڈا پانی چھڑکے کہ دودھ خشک ہوجائے اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو دودھ دوہ کر صدقہ کردے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَإِنْ كَانَ فِي ضَرْعِهَا لَبَنٌ وَيُخَافُ يَنْضَحُ ضَرْعَهَا بِالْمَاءِ الْبَارِدِ، فَإِنْ تَقَلَّصَ

وَإِلَّا حَلَبَ وَتَصَدَّقَ)

ترجمہ: اگر جانور کے تھن میں دودھ بھرا ہو اور (بیماری کا) ڈر ہو تو اس کے تھن پر ٹھنڈا پانی چھڑکیں اگر سکڑ جائے تو خیر ورنہ دودھ دوہ کر صدقہ کر دیں۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح، 301/5)

بہار شریعت میں ہے: "جانور دودھ والا ہے تو اُس کے تھن پر ٹھنڈا پانی چھڑکے کہ دودھ خشک ہو جائے اگر اس سے کام نہ چلے تو جانور کو دوہ کر دودھ صدقہ کرے۔" (بہار شریعت، قربانی کا بیان، 347/3)

سوال: جانور ذبح ہو گیا اب اس کے دودھ اور بال وغیرہ سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جانور ذبح ہونے کے بعد جو مقصود تھا وہ پورا ہو گیا اب دودھ اور بال وغیرہ کو اپنے کام میں لا کر فائدہ حاصل کر سکتے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (وَإِذَا ذَبَحَهَا فِي وَقْتِهَا جَازَ لَهُ أَنْ يَحْلِبَ لَبَنَهَا وَيَجُزَّ صُوفَهَا وَيَنْتَفِعَ بِهِ، لِأَنَّ الْقُرْبَةَ أُقِيمَتْ بِالذَّبْحِ، وَالِانْتِفَاعُ بَعْدَ إِقَامَةِ الْقُرْبَةِ مُطْلَقٌ كَالْأَكْلِ)

ترجمہ: اور جب ایام قربانی میں اس کو ذبح کر دیا تو اس کو جائز ہے کہ اس کا دودھ دوہ لے اور اس کا اون اتار لے اور اس سے فائدہ اٹھائے کیونکہ ذبح کرنے سے قربت پوری ہو چکی ہے اور قربت پوری ہونے کے بعد اس سے فائدہ اٹھانا اس کے گوشت کھانے کے مثل ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الذبائح، 301/5)

بہار شریعت میں ہے: "جانور ذبح ہو گیا تو اب اس کے بال کو اپنے کام کے لئے کاٹ سکتا ہے اور اگر اس کے تھن میں دودھ ہے تو دوہ سکتا ہے کہ جو مقصود تھا وہ پورا ہو گیا اب یہ اس کی مِلک ہے اپنے صرف میں لا سکتا ہے۔"

(بہار شریعت، قربانی کا بیان، 347/3)

اجتماعی قربانی کے مسائل کا بیان

نوٹ: مندرجہ ذیل تمام سوالات و جوابات **"فیصلہ جات شرعی کونسل"** ص 294-299 سے ماخوذ ہیں۔

سوال: قربانی کے لئے بینک قائم کرنے اور اس کے لئے ٹھیکداری کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: قربانی بینک والے اور ٹھیکے دار جانوروں کے خریدنے اور قربانی کرنے میں قربانی کرنے والے کے وکیل ہوتے ہیں۔اور ایسی وکالت شرعاً جائز ہے بشرطیکہ قربانی کے تمام شرکا وذابح سنی صحیح العقیدہ ہوں۔

درمختار میں ہے " (التَّوْكِيلُ صَحِيحٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَهُوَ إِقَامَةُ الْغَيْرِ مَقَامَ نَفْسِهِ فِي تَصَرُّفٍ جَائِزٍ مَعْلُومٍ) (درمختار 8/241)

بعض صورتوں میں اجارہ پر بھی مشتمل ہوتی ہے کالسمسرۃ۔اس ضمن میں دوشقیں یہ سامنے آئیں کہ ٹھیکہ دار جانورکوکبھی شرکا (شریک معین) کی طرف سے خرید لیتا ہے اورکبھی ٹھیکیدار پہلے ہی سے جانورخرید کررکھ لیتا ہے بعد میں شرکا تلاش کر کے قربانی کرتا ہے۔ان دوصورتوں کا فیصلہ یہ ہوا کہ اگر ٹھیکیدار نے متعین جانور کسی کیلئے خریدااوراس کے حکم سے قربانی کرائی تو بالاتفاق وہ قربانی صحیح ہوئی۔اوراگر ٹھیکیدار جانور پہلے سے خریدے تو وہ ٹھیکیدار ہی اس کا مالک ہے اب تاوقتیکہ جن کے نام سے قربانی کرنی ہے وہ خود متعین جانور اس سے نہ خریدیں،قربانی نہ ہوگی۔یا یہ کہ قربانی والا (مضحی) کسی کو وکیل شرا بنائے یا ٹھیکہ دار قربانی کرنے والے کے حکم سے کسی کو وکیل شرا مقرر کرے۔اور وہ وکیل شرا متعین جانورکوخرید کرقربانی کرے یا قربانی کا حکم دے تو قربانی صحیح ہوگی ورنہ نہیں۔(اس مسئلے کے فقہی جزئیات جواب نمبر ۷ میں آئیں گے)

سوال: قربانی کے لئے رقم کی مقدار مقرر کر کے ٹھیکہ دینے لینے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: قربانی کے لئے رقم کی مقدار مقرر کر کے ٹھیکہ لینا،دینا جائز ہے،اگر قربانی پر مقررہ رقم سے زائد خرچ ہوا تو مضحی (قربانی کرنے والا) اسے ادا کرے۔

اوراگر کچھ رقم قربانی اوراس کے مصارف سے بچ گئی تو اگر وہاں کا عرف واپسی کا ہے تو مضحی (جس کی طرف سے قربانی ہوئی ہے) کو واپس کرنا لازم ہے۔ہاں اگر مضحی کسی خاص یا عام مصرف خیر میں خرچ کرنے کی اجازت دے تو اس کے مطابق خرچ کیا جائے۔اگر یہ عرف ہے کہ باقی ماندہ رقم واپس نہیں کی جاتی ہے تو ٹھیکیدار لے سکتا ہے۔لیکن اگر عرف کے خلاف پہلے ہی سے مضحی نے باقی رقم واپس لینے کی شرط کردی ہو تو ٹھیکیدار پر واپسی لازم ہے۔فَإِنَّ الْمَعْرُوفَ كَالْمَشْرُوطِ وَإِنَّ الصَّرِيحَ يَفُوقُ الدَّلَالَةَ۔ واللہ تعالی اعلم

سوال: قربانی کی کھال کے عوض ٹھیکہ دینے یا گوشت کٹوانے کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: قربانی کی کھال کے عوض ٹھیکہ دینا یا گوشت کٹوانا شرعاً ممنوع و نا جائز ہے کہ یہ تمول کے لئے معنی بیع میں ہے۔

درمختار میں ہے : " (وَلَا يُعْطَى أَجْرُ الْجَزَّارِ مِنْهَا لِأَنَّهُ كَبَيْعٍ، وَاسْتُفِيدَتْ مِنْ قَوْلِهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - »مَنْ بَاعَ جِلْدَ أُضْحِيَتِهِ فَلَا أُضْحِيَةَ لَهُ«)

ردالمحتار میں ہے : " لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا مُعَاوَضَةٌ لِأَنَّهُ إِنَّمَا يُعْطَى الْجَزَّارُ بِمُقَابَلَةِ جَزْرِهِ وَالْبَيْعُ مَكْرُوهٌ فَكَذَا مَا فِي مَعْنَاهُ كِفَايَةٌ) (كتاب الاضحية، 475/9)

ہدایہ میں ہے : (وَلَا يُعْطِي أُجْرَةَ الْجَزَّارِ مِنْ الْأُضْحِيَةِ) لِقَوْلِهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - لِعَلِيٍّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - »تَصَدَّقْ بِجِلَالِهَا وَخِطَامِهَا وَلَا تُعْطِ أَجْرَ الْجَزَّارِ مِنْهَا شَيْئًا« وَالنَّهْيُ عَنْهُ نَهْيٌ عَنْ الْبَيْعِ أَيْضًا لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْبَيْعِ) (هدايه، كتاب الاضحية 450/4)

ایسا ہی **فتاوی رضویہ** جلد ۸ صفحہ ۴۷۹ مطبع سنی دارالاشاعت میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: قربانی بینک میں یا ٹھیکیدار کو رقم جمع کر دینے سے صاحب نصاب پر واجب قربانی نیز حج تمتع و قران میں واجب قربانی سے بری الذمہ ہوگا یا نہیں؟

جواب: قربانی بینک میں یا ٹھیکیدار کو رقم جمع کر دینے سے موجودہ حالات میں صاحب نصاب کا اپنی واجب قربانی سے، اسی طرح حج تمتع و قران میں حاجی کا واجب قربانی سے بری الذمہ ہونا محض محتمل ہے، مظنون متیقن نہیں کیوں کہ رقم جمع کرنے والے کو یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ اس کی قربانی متعین وقت پر ہوئی یا نہیں یا یہ کہ سرے سے قربانی ہی نہیں ہوئی۔ اسی طرح یہ پتہ نہیں چل پاتا کہ رمی قربانی سے پہلے کر لی ہے، نہ ہی معلوم ہو پاتا ہے کہ حلق یا قصر سے پہلے قربانی ہو چکی ہے خصوصاً سعودی قربانی بینکوں میں ہرگز قربانی کی رقم نہ دی جائے کہ وہ بالعموم وہابیہ سے ذبح کراتے ہیں جو اپنے مذہب کے مطابق افعال حج و دیگر عبادات کو انجام دینے کے سلسلے میں حجاج پر جبر بھی کرتے ہیں۔ جبکہ حج تمتع و قران والے حاجی پر واجب ہے کہ قربانی سے پہلے رمی کرے پھر قربانی کرے پھر حلق یا قصر کرے۔ ہاں اگر کوئی ایسی تنظیم یا

ادارہ یا ایسا فرد ہو جو لائق اعتماد ہو اور قربانی کی رقم جمع کرنے والے کو بھی اس کے حالات کے پیش نظر ذاتی طور پر اطمینان کافی ہو اور وہ قربانی ہوجانے کی اطلاع دیدے تو یہ صورت اب احتمال سے ظن غالب ملحق بالیقین کے درجہ میں داخل ہوگی، اور حاجی یا قربانی کرنے والے کو شرعاً بری الذمہ قرار دیا جائے گا۔ پھر بھی اگر بعد میں معلوم ہوا کہ قربانی افعال حج میں ترتیب کے خلاف ہوئی ہے تو دم واجب ہوگا۔

ہدایہ میں ہے: " (فَيَبْتَدِئُ بِجَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيهَا مِنْ بَطْنِ الْوَادِي بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ مِثْلَ حَصَى الْخَذْفِ) لِأَنَّ »النَّبِيَّ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَمَّا أَتَى مِنًى لَمْ يُعَرِّجْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ«۔ ثُمَّ يَذْبَحُ إنْ أَحَبَّ ثُمَّ يَحْلِقُ أَوْ يُقَصِّرُ لِمَا رُوِيَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - أَنَّهُ قَالَ »إنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نَرْمِيَ ثُمَّ نَذْبَحَ ثُمَّ نَحْلِقَ « وَلِأَنَّ: الْحَلْقَ مِنْ أَسْبَابِ التَّحَلُّلِ، وَكَذَا الذَّبْحُ حَتَّى يَتَحَلَّلَ بِهِ الْمُحْصَرُ فَيُقَدِّمَ الرَّمْيَ عَلَيْهِمَا، ثُمَّ الْحَلْقُ مِنْ مَحْظُورَاتِ الْإِحْرَامِ فَيُقَدَّمُ عَلَيْهِ الذَّبْحُ، وَإِنَّمَا عَلَّقَ الذَّبْحَ بِالْمَحَبَّةِ لِأَنَّ الدَّمَ الَّذِي يَأْتِي بِهِ الْمُفْرِدُ تَطَوُّعٌ وَالْكَلَامُ فِي الْمُفْرِدِ) (ملخصاًھدایہ اولین ص 249-250)

ردالمحتار میں ہے: وَيَجِبُ (الذَّبْحُ) عَلَى الْقَارِنِ وَالْمُتَمَتِّعِ (کتاب الحج 534/3) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

سوال: قربانی بینک یا ٹھکیدار کی طرف سے مقرر کردہ وقت کے بعد حلق یا قصر کرنے نیز احرام اتارنے کا کیا حکم ہوگا؟ اور وقت مقرر سے پہلے رمی جمار نہ کرسکا تو کیا حکم ہوگا؟ دم واجب ادا ہوگا یا نہیں؟ رمی، قربانی اور حلق میں ترتیب معلوم نہ ہونے کی صورت میں شرعاً کیا حکم ہوگا؟

جواب: اگر وجوب قربانی کی ادائیگی سے بری الذمہ ہونا محض محتمل ہو تو ٹھیکیدار کی طرف سے مقرر کردہ وقت کے بعد متمتع، قارن ومحصر کو حلق یا قصر کرنے نیز احرام اتارنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اور اگر ظن غالب ہو تو جائز ہوگا۔ ظن غالب کی ایک صورت مثلاً یہ ہے کہ کسی قابل اعتماد شخص نے خبر دی یا ٹھیکیدار پابند شرع ہے اس نے معتبر ذریعے سے خبر دیدی کہ قربانی ہوگئی۔ جس صورت میں بری الذمہ ہونے کا محض احتمال ہو اس میں دم واجب ہوگا اور اگر ظن غالب ہو تو دم واجب نہ ہوگا۔ اور حاجی (متمتع، قارن، محصر) بری الذمہ قرار دیا جائے گا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

سوال: بڑے جانوروں کے شرکاء اور ذبح کرنے والوں کے عقائد معلوم نہ ہونے کی صورت میں قربانی کا کیا

حکم ہوگا؟

جواب: اس کی چندصورتیں ہیں۔

(۱)جس آبادی میں سنی صحیح العقیدہ لوگ رہتے ہوں وہاں قربانی صحیح ہوجائے گی اگرچہ شریک یاذابح کے عقائد کی تحقیق نہ ہوکہ ظاہرحال سنی صحیح العقیدہ ہونے کا ہے۔**والحکم علی الظاهر والله یتولی السرائر۔ واللہ تعالیٰ اعلم**

(۲)جس آبادی میں ایسے بدمذہب بھی رہتے ہوں جن کی بدمذہبی حدکفرکوپہنچی ہوئی ہےخواہ کفرکلامی ہو یافقہی مگراکثریت وغلبہ سنی صحیح العقیدہ لوگوں کا ہےتو ظاہرحال کے مطابق قربانی کی صحت کاحکم ہوگا۔البتہ بہتر یہ ہے کہ ذابح یا شریک کےعقائدکی تحقیق کرلے۔ وہوتعالی اعلم

(۳)جس آبادی میں غلبہ بدمذہب کا ہوتو وہاں ذابح یا شریک کی صحت عقائدکی تحقیق کے بغیرقربانی جائزنہ ہوگی۔ وہوتعالی اعلم

(۴)اگرقربانی کے بعدیہ ظاہرہواکہ مشترک جانورمیں کوئی مذکورہ بدمذہب شامل ہوگیایااس نے ذبح کیاہےتو قربانی صحیح نہ ہوگی۔اگرایام قربانی باقی ہیں تو پھرسےقربانی کرناواجب ہےورنہ اتنی رقم کاتصدق لازم۔

فتاوی رضویہ میں ہے:" قادیانی صریح مرتدہیں ان کاذبیحہ قطعی مردارہےاورغیرمقلدوہابیہ پربوجوہ کثیرالزام کفرہے۔ان میں جومنکرضروریات دین ہیں وہ توبالاجماع کافرہی ہیں ورنہ فقہائےکرام ان پرحکم کفرفرماتے ہیں اور ذبیحہ کاحلال ہونانہ ہوناحکم فقہی ہے۔۔۔جمہورفقہائےکرام کےقول پرحرام ومردارکاکھاناہوگا“۔

(8/333 سنی دارالاشاعت مبارکپور)

درمختار میں ہے:"(وَإِنْ كَانَ شَرِيكُ السِّتَّةِ نَصْرَانِيًّا أَوْ مُرِيدًا اللَّحْمَ لَمْ يُجْزِ عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمْ

(ج ۹، کتاب الاضحیۃ) **واللہ تعالی اعلم**

سوال: خریدتےوقت شرکاءکی تعیین نہ کرنےکی صورت میں شرعاً کیاحکم ہوگا؟

جواب: شرکا کی تعیین نہ کرنے کی صورت میں قربانی شرعا درست نہ ہوگی۔ان جانوروں کا مالک وکیل (ٹھیکیدار)ہوجائیگا کیوں کہ وکیل نےموکل کی توکیل کی شرط کےخلاف خریداری کی۔موکل نےقابل قربانی ایک پورے

حصے کے خریدنے کا وکیل کیا تھا، نہ کہ بطور مشاع تمام خریدے ہوئے جانور میں سبع (ساتویں حصے) سے کم کا، اور اپنی ملک کا جانور دوسرے کی طرف سے کرنے پر قربانی صحیح نہ ہوگی۔ ہاں اگر ایک ایک جانور کو نام بنام خریدے تو قربانی درست ہوجائے گی کہ اس میں موکل ہی مالک ہوگا، اور وکیل نے اس کی اجازت سے قربانی کی۔ لہذا واجب ادا ہوگیا۔

فتاوی قاضیخاں میں ہے (رَجل ضَحّی بِشاۃِ نَفْسِہ عَنْ غیْرِہٖ لا یَجُوْزُ ذَالِک سواء کانَ بِأمرِہ او بِغیرِ اَمرِہ لأنّہ لَا وجہَ لتصحیحِ الاضحیۃِ عَنْ الأمرِ بِدونِ مِلْکِ الأمرِ و المِلْکُ لِلأمرِ لا یَثْبُتُ اِلّا بالقَبْضِ وَلَمْ یُوجَدْ القَبْضُ لَا مِن الأمرِ و لَا مِن نَائبِہ) (کتاب الاضحیۃ 352/3)

فتاوی عالمگیری میں ہے (ذَکَرَ فِي فَتَاوَی أَبِي اللَّیْثِ - رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالَی - إِذَا ضَحّی بِشَاۃِ نَفْسِہِ عَنْ غَیْرِہِ بِأَمْرِ ذَلِکَ الْغَیْرِ أَوْ بِغَیْرِ أَمْرِہِ لَا تَجُوزُ، لِأَنَّہُ لَا یُمْکِنُ تَجْوِیزُ التَّضْحِیَۃِ عَنْ الْغَیْرِ إلَّا بِإِثْبَاتِ الْمِلْکِ لِذَلِکَ الْغَیْرِ فِي الشَّاۃِ، وَلَنْ یَثْبُتَ الْمِلْکُ لَہُ فِي الشَّاۃِ إلَّا بِالْقَبْضِ، وَلَمْ یُوجَدْ قَبْضُ الْآمِرِ هَاهُنَا لَا بِنَفْسِہِ بِنَائِبِہِ، کَذَا فِي الذَّخِیرَۃِ) (کتاب الاضحیۃ 302/5) واللہ تعالی اعلم

احمد رضا النظامی الامجدی

استاذ: مدرسہ جامعہ فاروقیہ، ریوڑی تالاب، بنارس (یوپی)

موبائل نمبر: 7007214851

{ فہرست }

باب سوم

باب ششم

باب ہفتم

وقت قربانی کابیان

قربانی کے جانور کا بیان

جانور میں عیب کا بیان

جانور کوذبح کرنے کے مسائل

قربانی میں شرکت کا بیان

گوشت کے حکم کا بیان

کھال کے حکم کا بیان

جانور سے انتفاع کا بیان

اجتماعی قربانی کے مسائل کا بیان